Coll by ah

P D

Acc 38536

A91500.01

P1

31

١٣

دیوانِ حسن سجزی دہلوی

پیدائش سنہ ۶۵۳ ہجری — وفات سنہ ۷۳۸ ہجری

(بسرپرستی)

عالیجناب راجہ راجایان راجہ سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنت
کے۔ سی۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ صدر اعظم باب حکومت
سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

(باھتمام)

اقل العباد مسعود علی محوی بی۔ اے (علیگ) سابق ششن جج سرکار آصفیہ

بمکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس حیدرآباد دکن
طبع سنہ ۱۳۵۲ھ شد

فہرست مضامین

کلیات حضرت امیر حسن سجزی دہلوی

۱۔	تمہید	از عالیجناب راجہ راجایان سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ بالقابہٗ	
۲۔	امیر حسن اور ان کا زمانہ	از مولوی مسعود علی صاحب محوی۔ بی اے (علیگ)	۱ تا ۱۰۶
۳۔	ضمیمہ دیباچہ	" " "	۱۰۷ تا ۱۱۴
۴۔	غزلیات	حضرت امیر حسن سجزی دہلوی	۱ تا ۳۹۹
۵۔	رباعیات و متفرقات	" "	۴۰۰ تا ۴۳۲
۶۔	قصائد	" "	۴۳۳ تا ۵۵۹
۷۔	مثنویات	" "	۵۵۹ تا ۶۲۳



راجہ راجایان سر مہاراجہ بہادر کشن پرشاد یمین السلطنتہ
سید یعقوب بزمی بی۔اے مسعود علی محوی بی۔اے
مرزا نظام شاہ لبیب تیموری
ملاحظہ ہو ضمیمۂ دیباچہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹

تمہید چکیدۂ خامۂ فیض شمامہ عالیجناب راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت کے۔سی۔آئی۔ای۔جی۔سی۔آئی۔ای صدر اعظم سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن دام اقبالہ و اجلالہ

مست توام از بادہ و جام آزادم صید توام از دانہ و دام آزادم

مقصود من از کعبہ و بتخانہ توئی ورنہ من ازیں ہر دو مقام آزادم

بندہ آزاد شاد نے آنکھ کھول کر اپنے ولی نعمتوں اور اپنے بزرگوں کی علم نوازی اور معارف پروری کے اکثر روح پرور سماں دیکھے اور بے شمار ہمت افزا داستانیں سُنی ہیں، اور ایسی فضا میں پرورش پائی ہے جو اہل دل اور ارباب علم و فضل کی عقیدت اور عظمت سے مملو تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ ابتداء سن شعور سے حضرات صوفیہ اور ارباب علم و فضل کا، خواہ وہ کسی مذہب یا فرقہ کے ہوں، دل و جان سے شیفتہ اور فریفتہ رہا ہے، اور ان کی تعظیم و تکریم، اور خدمت و عظمت، جس طرح اور جس حد تک ہو سکے، اپنے لیے سعادت دارین کا ذریعہ تصور کرتا ہی حضرت امیر حسن سجزی علیہ الرحمۃ سے عقیدت اور ارادتمندی کے چند در چند سلسلے موجود ہیں۔ ان کا گراں مایہ اور بلند پایہ تصوف، اُن کی دلکش اور درد انگیز شاعری، ان کا دکن کا توطن اور مدفن ان سب تعلقات نے مل جل کر ان کی ذات مجمع الصفات اور ان کے

کلام بلاغت نظام سے ایک خاص اُنس اور ربط پیدا کر دیا ہے۔ ان کے دیوان جو امتداد زمانہ سے روز بروز کم یاب ہوتے جاتے ہیں۔ ذاتی کتب خانہ کے علاوہ دوست احباب کے کتب خانوں سے عاریتہً منگائے اور بعض نسخے خرید کر معائنہ کیے۔ مختلف نسخوں کو دیکھنے اور مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ سب ایک دوسرے سے مختلف اور ناتمام ہیں۔ ابتک کوئی ایسا نسخہ نظر سے نہیں گزرا جو ان کے تمام موجودہ کلام پر حاوی ہو۔ علاوہ اس کے جتنے نسخے دیکھے گیے ان میں سے اکثر چند روز کے مہمان نظر آئے، بعضوں کی سیاہی اُڑ رہی ہے، بعضوں کے کاغذ جواب دے رہے ہیں اور بعضوں کو کیڑے کھا رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر خیال آیا کہ اگر چند روز ان پر اسی طرح اور گزرے تو حضرت امیر حسن علیہ الرحمۃ کی تمام عمر کی جگر کاوی برباد ہو جائیگی اور ہندوستان کے ایک نامآور شاعر کا کلام صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جائیگا۔ اس خیال نے بے چین اور اس پر آمادہ کر دیا کہ جس طرح بن پڑے ان کا متفرق کلام جہاں تک دستیاب ہو سکے ایک جگہ جمع کر کے چھپوا دیا جائے تاکہ وہ ایک مزید مدت کے لیے غارتگر زمانہ کی دست برد سے محفوظ ہو جائے۔ اس کے لیے مصارف، اور تلاش و تالیف کی ضرورت تھی۔ اس کا پہلا جز اس خادم الشعرا کے ذمے رہا۔ اور دوسرا جز مولوی مسعود علی محوی بی۔ اے (علیگ) سابق سشن جج سرکار عالی نے جو فقیر شاد کے مخلص محبان قدیم سے ہیں براہِ علم دوستی اپنے ذمے لیا۔ الحمدللہ کہ دو ڈھائی سال کی لگاتار محنت

کے بعد یہ کلیات موجودہ شکل میں مرتب ہو کر چھپ گیا ہے اور ان علمی یادگاروں میں سے ایک یادگار ہے جو ہمارے آقائے ولی نعمت اعلیحضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علی خاں ادام اللہ سلطنتہٗ کی مسیحا دمی سے از سرِ نو زندہ ہو رہی ہیں، اور جن کی روشن خیالی اور علم پروری کی روشنی سے سرزمین دکن کا ذرہ ذرہ منور ہوتا جاتا ہے۔ محوی صاحب نے خوب کہا ہے۔

از نیر توجہ گیتی فروز او | شمع علوم زندگی از سر گرفتہ است
آراست ہم معاش ازاں ہم معاد ملک | بنگر بیک کرشمہ دو کشور گرفتہ است

کشن پرشاد عفی اللہ عنہ
حیدر آباد دکن
سنہ ۱۳۴۲ف

امیر حسن

اور

اُن کا زمانہ

امیر حسن علا سجزی کے حالاتِ زندگی پر ہمارے دوسرے مشاہیر شعرا کی طرح ایک حد تک گہرا پردہ پڑا ہوا ہے۔ تھوڑے بہت جو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں اُس کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ شعرائے عظام اور صوفیہ کرام کے طبقہ میں داخل ہیں، اور اس لیے شعرا کے تذکرہ نویسوں اور سیر الاولیا کے مؤلفوں کو ان کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے، اور بدقسمتی سے یہ دونوں گروہ اپنی اجمال نویسی میں مشہور اور معروف ہیں۔ امیر موصوف کی زندگی کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمیں اس سے بہتر کوئی اور تجویز نہیں معلوم ہوتی کہ پہلے اُن معتبر مولفین کے اقتباسات جنھوں نے اِس معاملہ میں قلم اٹھایا ہے خود اُن کے الفاظ میں پیش کر دیں اور بعدہ جو کچھ ہمیں امیر حسن اور اُن کے عہد اور معاصر بادشاہوں کے متعلق عرض کرنا ہے وہ عرض کریں۔

مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی (جو ۷۵۸ھ ہجری میں ختم ہوئی)

نہ صرف امیر حسن کے معاصر بلکہ اُن کے ہم صحبت اور دلی دوست ہیں اس لئے ہم انھیں کی تاریخ سے ابتداء کرتے ہیں، مولانا موصوف سلطان علاء الدین خلجی کے عہد کے شعراء کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

اقتباس (۱) "درعصر علائی شعرائے بودند کہ بعد از ایشاں بلکہ پیش از "
" ایشاں چشم روزگار مثل ایشاں ندیدہ است لاسیما۔ امیر خسرو........ "
" دوم شاعرے از شعرائے یگانہ درعصر علائی امیر حسن سنجری بودہ است "
" و او را تالیفات نظم و نثر بسیار است و بسلامتی ترکیب و روانی سخن "
" آیت بودہ است۔ و از بسکہ غزلہائے وجدانی درغایت روانی بیاں "
" گفتہ است او را سعدی ہندوستان خطاب شدہ بود۔ امیر حسن مذکور "
" باوصاف و اخلاق مرضیہ متصف بودہ است۔ و بعزت خداوندان "
" مکارم اخلاق کہ در لطائف و ظرائف و مجلسہا و استحضار اخبار "
" سلاطین و اکابر و علمائے بزرگ دہلی و استقامت عقل و زی و زیست "
" صوفیہ و لزوم قناعت و اعتقاد پاکیزہ و خوش بودن و خوش گزرانیدن "
" بے اسباب دنیا و تجرد و تفرد از علایق دنیا ہمچوں او کسی را کمتر دیدہ ام "
" و سالہا مرا با امیر خسرو و امیر حسن مذکور تردد و یگانگی بودہ است۔ "
" و نہ ایشاں بے صحبت من بتوانستندے بود نہ من توانستمے کہ مجالست "
" ایشاں را گزرانم۔ و از محبت من میان ایشاں ہر دو استاد قرابتے شد "
" و در خانہائے یکدیگر آمد و شد کردن گرفتند۔ و از نہایت اعتقادے کہ "
" امیر حسن بخدمت شیخ (سلطان المشائخ حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ) داشت "

" انچہ در مدت ارادت خود در مجالس شیخ شنیدہ است عین ملفوظ شیخ در چند "
" جلد جمع کردہ است و آنرا "فوائد الفواد" نام نہادہ - و ایں فوائد الفواد "
" دستور صادقان ارادت شدہ است ، امیر حسن را نیز چند دیوان است "
" وصحایف بہ نثر و مثنویات بسیار است و چناں شیریں مجلس و ظریف و "
" خوشباش ومزاجدان و مؤدب و مہذب بود کہ مارا راحتے و انسے کہ "
" بمجالست او می شد از مجالست غیر او نیافتیم "۔

دوسرا اقتباس محمد مبارک العلوی الکرمانی المدعو بامیر خورد کی کتاب "سیر الاولیا" سے دیا جاتا ہے۔ امیر خورد اور ان کے والد اور نانا بھی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے معاصر اور مرید ہیں اور اس لحاظ سے مولانا ضیا الدین برنی کی طرح انہیں بھی امیر حسن سے ذاتی واقفیت کا موقع حاصل تھا۔ انھوں نے امیر موصوف کا ذکر اپنی لاجواب کتاب میں جابجا کیا ہے۔ ایک جگہ تو مولانا ضیاء الدین برنی کی وہ عبارت جسے ہم اوپر دے چکے ہیں بجنسہ نقل کر دی ہے دوسری جگہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

اقتباس (۲) "منہم - آں ملک الملوک فضلا - آں بلطافت طبع "
" دلربا - یعنی امیر حسن علاء سجزی کہ غزلیات جگر سوز او از چقمق دلہائے عاشقاں "
" آتش محبت بیروں می آرد ، واشعار دل پذیر او راحتے بدلہائے سخنوراں "
" میرساند ، ولطائف روح افزائے او مایہ اہل ذوق است ، وسخن ایں بزرگ "
" چاشنی شیخ سعدی دارد ، دو بیتے دریں گفتہ است -
" حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است ، کہ اہل معنی گلچین آں گلستان است "

"وایں بزرگ پیوستہ میان شعرا متمکن و متجل بود۔ و ہیچ کس لطیفہ و نظمے"
"بہ بدیہہ بہتر از او نگفت۔ و بادشاہان و بادشاہ زادگان گوش بر ہر لطف"
"او می داشتند۔ و سرِ ہمہ سعادتہا آں بود کہ در سلک بندگانِ حضرت"
"سلطان المشائخ منسلک شد۔ و بنظر خاص سلطان المشائخ مخصوص"
"گشت۔ وقتے ایں بزرگ بخدمت سلطان المشائخ آمدہ چند عزیزے"
"حاضر بودند۔ سلطان المشائخ روئے بسوئے ایں بزرگ کرد و فرمود"
"کہ ایں ساعت ذکر فضلا داشتم کہ تو درآمدی۔ و از ملفوظات روح افزائے"
"سلطان المشائخ فوایدے بنوشت و عین تقریر سلطان المشائخ بقدر"
"امکان رعایت کرد کہ امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلاں عالم"
"شدہ است و دستور عاشقاں گشتہ، و شرق و غرب عالم گرفتہ سلطان الشعراء"
"امیر خسرو علیہ الرحمہ کرات گفتے کاشکے تمامی کتب کہ عمر دراں صرف کردہ ام"
"برادر امیر حسن را بودے و ملفوظات سلطان المشائخ کہ جمع کردہ اوست"
"مرا بودے تا من بداں در دنیا و آخرت فخر و مباہات کردمے۔ و ایں بزرگ"
"دریں عالم مجرد زیست۔ در آخر عمر در دیوگیر رفت و ہمانجا مدفن یافت رحمۃ اللہ علیہ"[1]

ہندوستان غلاموں، خلجیوں اور تغلقوں کے ابتدائی دورِ حکومت تک علمی اور ادبی لحاظ سے ممتاز نظر آتا ہے۔ علماء، فضلا، شعراء، اور متصوفین کے طبقہ اور زمرہ میں سربرآوردہ ہستیاں موجود ہیں، مگر فیروز شاہ تغلق کے انتقال (۷۹۰ھ ہجری) کے بعد سے تغلقوں کی سلطنت میں ضعف آنا شروع ہوگیا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد تیموری طوفان نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام

اسلامی دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر شخص بجائے خود لرزاں اور ترساں تھا علم و فن کی خدمت کرنے والا کون تھا۔ اور یہ درخت جو امن و اطمینان کی سرزمین اور قدردان پادشاہوں اور امیروں کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتا ہے کس طرح سرسبز اور بار آور ہو سکتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ کے بعد سے سلطنت تیموریہ کے قیام (سنہ ۹۳۳ ہجری) تک ہندوستان اور خصوصاً شمالی ہندوستان کا علمی اور ادبی چمنستان ویران اور سنسان نظر آتا ہے۔ نہ علمائے عظام کے حلقے ہیں اور نہ صوفیائے کرام کے جلسے۔ اگر کچھ لوگ کہیں ہیں بھی تو وہ قعر گمنامی میں پڑے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو انہیں اس قعر سے نکال کر روشناس عالم کرے۔ ایسے کس مپرسی کے زمانہ میں بیچارے حسن کے حسن صورت اور سیرت کی داستان سنانے والا کہاں سے آئے۔ سلطنت مغلیہ کے قدم آتے ہی ہندوستان نے پھر ایک گونہ امن و امان کی صورت دیکھی اور اس کے علمی اور ادبی چمن میں جو اس وقت تک خشک پڑا تھا پھر بہار کے آثار نظر آنے لگے۔ اور ان خوش نوا بلبلوں نے جو اس وقت تک دم بخود تھیں پھر چہچہانا شروع کیا۔ ہمایوں کے عہد میں حامد بن فضل اللہ المخاطب بہ جلال خاں و المعروف بہ شیخ جمالی نے، جو بادشاہ کے ندما میں داخل اور مشہور شاعر صوفی، اور بڑے سیاح تھے اور اثنائے سیاحت میں مولانا عبدالرحمن جامی اور مولانا جلال الدین محمد دوانی سے ہم صحبت رہ چکے تھے "سیر العارفین" لکھ کر اہل دل کی بھولی ہوئی داستان از سر نو یاد دلائی۔ چونکہ حسن اس ممتاز طبقہ کے ایک رکن تھے اس۔ ہے ان کا ذکر اگر مستقل عنوان سے نہیں تو ضمنی طور سے بغیر آئے نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ

کے حالات کے ضمن میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اقتباس (۳)۔ "نقل است از مولانا شہاب الدین امام کہ روزے "حضرت ایشاں (حضرت سلطان المشائخ نظام الدین علیہ الرحمہ) "بزیارت مزار متبرک حضرت سلطان المشائخ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ "رفتہ بودند من و خدمت مولانا برہان الدین برکاب ایشاں بودیم۔ بعد از "زیارت حضرت شیخ را برحوض شمسی گزر افتاد تا بر سر مزار بعضے بندگان "کہ بالائے آں حوض آسودہ اند فاتحہ بخوانند ناگاہ خواجہ علا حسن سجزی باجمع "یارانِ خود در کنارۂ حوض شراب میخورد۔ و اورا با حضرت شیخ در مبداء حال "در بدایون اشنائی و صحبت بودہ است پیدا گشت و ایں دو بیت بر زبان "راند۔"

" سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم	گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست
" زہد تاں فسق از دل ما کم نکرد	فسق ما یاں بہتر از زہد شماست

" چوں حضرت شیخ ایں ابیات از او شنید بفور فرمود "در صحبت اثرہاست" " ایں سخن در دل او چناں اثر کرد کہ فی الحال سر برہنہ ناخت و خود را " بپائے حضرت شیخ انداخت و تائب شد و بشرف ارادت مشرف " گشت۔ وایں خواجہ حسن دراں وقت کہ توبہ کرد ہفتاد و سہ سالہ عمر " داشت و یکے از مقبولان و محبوبان حضرت شیخ شد........ وایں غزل " بعد از توبہ در قلم آوردہ است کہ مقطع آں اینست۔

" اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا قوتِ گناہ نماند"

اس کے بعد کا زمانہ ہندوستان کے علمی اور ادبی عروج کا زمانہ ہے جس میں بہتیرے تذکرے اور تاریخیں لکھی گئیں۔ اِن میں سے بعض کا انتخاب ہم اور دینا چاہتے ہیں۔ اکبر کے معاصر مورخین میں سے محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ ہند کے اخیر میں بعض صوفیہ کرام کا ذکر کیا ہے۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اور حضرت امیر خسرو کے حالات کے ضمن میں کئی جگہ امیر حسن کا بھی ذکر آگیا ہے۔ ایک جگہ تو تقریباً وہی عبارت نقل کردی ہے جو شیخ جمالی نے سیر العارفین میں لکھی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ توبہ کے وقت خواجہ امیر حسن کی عمر بجائے ۷۲ تہتر سال کے پچاس سال سے زائد بتائی ہے۔ دوسری جگہ جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

اقتباس (۴)۔ "روزے شیخ نظام الدین اولیا با اصحاب خود از بازار میگذشت "وامیر خسرو کہ در عنفوان جوانی بود نیز ہمراہ بود۔ خواجہ حسن شاعر کہ "حسنِ جمال وافر و فضل و دانش کامل داشت در دکان خبازے "نشستہ بود۔ چوں چشم امیر خسرو بروے افتاد منظرے دید زیبا "وحرکات موزوں و دلربا، مرغ دلش گرفتار گشتہ نزدیک دکان "رفتہ پرسید نان چگونہ میفروشی۔ حسن گفت نان در پلہ ترازو می نہم "وخریدار را میفرمایم کہ زر در پلہ دیگر گزارد۔ ہر گاہ زر گراں تر آید "مشتری را راہی می نمایم۔ امیر خسرو گفت اگر مشتری مفلس باشد "مصلحت چیست گفت درد و نیاز ہم عوض زری ستانم۔ امیر خسرو "از حُسن کلام خواجہ حسن حیران ماندہ کیفیتِ حال بہ شیخ (حضرت "نظام الدین اولیا) عرض کرد۔ وخواجہ حسن را نیز در وطلب دامنگیر شدہ"

"ودراں زودی ترک دکان کردہ۔ اگرچہ آں وقت مرید شیخ نشد اما بیشتر"
"از اول بکسب علوم وکمالات ظاہری مشغول گشتہ بخانقاہ شیخ متردد"
"گردید ومیان او وامیر خسرو الفت تمام بہم رسید۔ ہردو نوکری شاہزادہ"
"محمد سلطان خاں شہید بن بادشاہ غیاث الدین بلبن وقت حکومت"
"ملتان اختیار نمودند امیر خسرو مصحف دار شدہ وخواجہ حسن"
"دوات دار گردید۔ و چوں محمد سلطان خاں شہید بدہلی می آمد"
"ہردو عزیز از خدمت شہزادہ فراغ می یافتند اکثر اوقات در ملازمت شیخ"
"بسر می بروند۔ ورفتہ رفتہ عاشقی ومعشوقی ایشاں شہرت یافتہ بجائے"
"رسید کہ صاحب غرضاں بعرض شہزادہ رسانیدند کہ ہمہ خلق ایشاں را"
"بزبان گرفتہ از اہل ملامت میدانند، قابلِ خدمت نزدیک نیند۔"
"امیر خسرو دراں وقت غزلے کہ مطلعش ایں است گفت"
"زیں دل خود کام کارِ من برسوائی کشید   خسرو افرمان دل کردن ہمیں بار آورد"
"بعدہ، محمد سلطان خاں شہید از روے مصلحت خواجہ حسن را از"
"مصاحبت واختلاط امیر خسرو منع فرمود۔ اما چوں سررشتۂ محبت"
"میان ایشاں استحکام داشت براں منع سودے مترتب نشد۔"
"واہلِ غرض باز ایں معنی بمحمد سلطان خاں شہید عرض کردند۔ ودریں"
"کرت محمد سلطان اعراضی شدہ تازیانہ چند برخواجہ حسن زد۔ وخواجہ حسن"
"چوں ازانجا بیروں آمد راست بخانہ امیر خسرو رفت۔ وبمحمد سلطان خاں"
"شہید ہماندم ایں خبر رسید تعجب نمود ویکے از حضار مجلس کہ برحقیقت حال"

"مطلع بود معروض داشت کہ محبت مجازی ایشاں بزیور حقیقت آراستہ شدا ست"
"وجمال حال اینہا بہ پردہ عفت وصلاح پیراستہ۔ محمد سلطاں خاں شہید"
"کس فرستادہ امیر خسرو را طلب نمودہ پرسید کہ محبتِ شما از شائبہ ہوا مبرا"
"است یانہ۔ او جواب داد کہ دوئی از میانِ مارخت بربستہ۔ محمد سلطان خاں"
"شہید گواہ طلبید۔ امیر خسرو دست از آستین برآوردہ گفت۔"
"مصرع۔ گواہ عاشق صادق در آستیں باشد۔ پس محمد سلطان خاں شہید"
"دید کہ اثر تازیانہ برہماں موضع کہ بر خواجہ حسن رسیدہ بود بردستِ امیر خسرو"
"ظاہر است پس سکوت اختیار نمود۔ و امیر خسرو فی الفور ایں رباعی خواند۔

"عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست"
"تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست"
"اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت"
"نامیست مرا بر منُ باقی ہمہ اوست"

عہدِ جہانگیری کے تصنیفات میں مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار" (سنہ ۱۰۲۵ہجری) مشہور و معروف ہے اور علامہ مؤلف نے ایک حد تک روایات کی تنقید فرمائی ہے جس سے اس سے قبل کی اکثر تالیفات بالکل معرا نظر آتی ہیں۔ علامہ موصوف نے امیر حسن کا ذکر ایک مستقل عنوان میں کیا ہے۔ جو کچھ وہ تحریر فرماتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہے۔

اقتباس (۵)۔ "امیر حسن بن علاء سجزی دہلوی۔ او در میان فضلائے عصر"
"عزتے و مکانے دیگر بود، و درمیان مریدان شیخ نظام الدین بقربت و عنایت"

"شیخ امتیازے داشت و در حسن معاملت و صفائے سریرت و سائر صفات"
"حمیدہ یگانہ عصر بود، و باوصاف تصوف موصوف۔ او را بامیر خسرو"
"تقدم گونہ ہست اگرچہ ہر دو مصاحب و معاصر یکدیگر بودند، او را قصاید است"
"در مدح سلطان غیاث الدین بلبن و در کلام امیر خسرو در مدح این سلطان"
"کمتر چیزے نواں یافت۔ و اکثر اشعار امیر خسرو در زمان سلطان غیاث الدین"
"بلبن در مدح خان شہید است کہ پسر اوست و حاکم ملتان بود و امیر خسرو"
"در ملازمت او مے بود۔ و ایں خان شہید التماس قدوم شیخ مصلح الدین"
"سعدی شیرازی از شیراز نمودہ، شیخ التماس او را مبذول نداشتہ فرمود"
"پیر شدیم و میل سیر ہندوستان نماندہ۔ و آنکہ در باب ملاقات امیر خسرو"
"با شیخ سعدی سخنان گویند اصلے ندارد۔ و میر حسن را کتابے است مسمی"
"بفوائد الفواد در آنجا ملفوظات شیخ را جمع کردہ در غایت متانت الفاظ"
"و لطافت معانی آن کتاب در میان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین"
"دستورے است۔ گویند کہ امیر خسرو گفتے کاشکے تمام تصنیفات من"
"بنام میر حسن بودے و ایں کتاب از من بودے و ایں سخن ناشی از"
"غایت محبتے است کہ امیر خسرو را نسبت بہ پیر خود بود ...."
"............................."
"مولد و منشا امیر حسن مقام دہلی است و در مدت حیات خود مجردانہ"
"زیست و در آخر عمر در دیوگیر رفت و ہمانجا مدفن یافت روضۂ او"
"ہم در انجاست رحمۃ اللہ علیہ وفات او در سنہ ...... است۔"

اِس کے بعد جس قدر تذکرے اولیا یا شعراء کے لکھے گیے ان میں یہی واقعات اُلٹ پلٹ کے لکھے جاتے رہے جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ناقابلِ توجہ ہیں۔ البتہ عبدالرزاق المخاطب بہ **شاہ نواز خاں** کا تذکرۃ الشعراء موسوم بہ "بہارستان" جس میں قابل مؤلف نے ایک حد تک تنقید اور تقریظ سے کام لیا ہے، اِس قابل ہے کہ اس کے اقتباس کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ جو کچھ انہوں نے تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

اقتباس (٦)۔ "خواجہ حسن دہلوی لقب وے نجم الدین بن علاء سجزی است" "مولد و منشائے او در دہلی است۔ میان فضلائے عصر عزتے و مکانے" "داشت و در مریدان شیخ (نظام الدین علیہ الرحمہ) نیز بالتفات خاص" "مخصوص بود و بحسن معاملت و صفائے سریرت و سایر صفات حسنہ" "یگانہ زمانہ بود۔ آنچہ گویند در ابتدائے حال خواجہ کہ حسن و جمال وافر" "و فضل و دانش کامل داشت بر دکان خبازے نشست۔ روزے" "سلطان المشائخ باصحاب خود ازاں راہ میگوشت۔ امیر خسرو کہ در عنفوان" "شباب بود چنین حسن دلربا دیدہ شیفتہ گردید و نزدیک دکان رفتہ بپرسید" "کہ نان چگونہ میفروشی۔ حسن گفت نان در پلہ ترازو مے نہم و خریدار را" "میفرمایم کہ زر در پلہ دیگر گزارد۔ ہر گاہ زر گراں بر آید مشتری را" "راہی مینمایم۔ امیر خسرو گفت اگر خریدار مفلس باشد مصلحت چیست" "گفت درد و نیاز عوض مینمایم۔ امیر خسرو از حسن کلام حسن حیراں" "ماند۔ و کیفیت حال شیخ عرض نمود۔ بحسب اتفاق دراں زودی"

"حسن ترک دکان کردہ بیشتر از اول بحسب کمالات صوری اشتغال نمود"
"اگرچہ دراں وقت بخدمت شیخ مرید نشد، امّا آمد و رفت میکرد۔"
"ایں حکایت از اکاذیب است ۔ شیخ (عبدالحق) در اخبار الاخیار"
آوردہ کہ بقیاس چناں درمے آید کہ امیر حسن رانسبت بامیر خسرو"
"تقدم گونہ باشد، چہ امیر حسن را در مدح غیاث الدین بلبن قصائد غرا است"
"و از امیر خسرو در مدح سلطان موصوف کمتر چیزے تواں یافت اگرچہ"
"ہر دو معاصر و مصاحب یکدیگر بودند۔ چوں میانہ وے و امیر خسرو"
"الفت و محبت تمام بہم رسیدہ بود ہر دو نوکری سلطان محمد بن غیاث الدین"
"اختیار نمودہ بملتان رفتند۔ امیر خسرو بہ مصحف داری شہزادہ و خواجہ حسن"
"بدوات داری اختصاص یافتند۔ و بعد از شہادت شاہزادہ بدہلی آمدند"
"و امیر خسرو[1] در مرثیہ او نثرے نوشتہ و بیاراں دہلی فرستادہ۔ گویند خواجہ حسن"
"وقتیکہ شش از پنجاہ متجاوز بود بر حوض شمسی باجمعے بہ تجرع مشغول بود۔"
"ناگاہ سلطان المشائخ ازاں راہ میگزشت۔ خواجہ ایں دو بیت خواند"

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر ز صحبتہا اثر بودے کجا است
زہد تاں فسق از دل ما کم نکرد — فسق ما یاں بہتر از زہد شما است

"شیخ فرمود صحبت را اثر ہاست انشاء اللہ تعالےٰ روزی باد۔"
"چوں وقت انتباہ رسیدہ بود فوراً بپائے شیخ افتادہ از جمیع مناہی"
"توبہ نمود و مرید گشت و غزلے در سلک نظم کشید کہ مقطع اش این است"

اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند"

[1] بظاہر کتابت کی غلطی ہے یہاں بجائے خسرو کے حسن ہونا چاہیے۔

"کتاب فوائد الفواد کہ مشتمل بر احوال و اقوال شیخ است تصنیف اوست"
"در غایت متانت الفاظ و لطافت معانی۔ گویند امیر خسرو گفتے کاشکے"
"تمام تصانیف من بنام حسن بودے و ایں کتاب از من۔ و ایں سخن"
"از غایت محبتے است کہ نسبت بیر داشت۔ در شعر بسیار معتقد شیخ سعدی"
"بودہ و ہمیشہ تلاش آں روش میکرد چنانکہ خود گوید

حسن گلے زگلستان سعدی آوردہ است
کہ اہل معنی گل چیں ازاں گلستانند

"لہذا اورا سعدی ہندوستان می گفتہ اند و مولانا عبد الرحمن جامی"
"در بہارستان آوردہ کہ خواجہ حسن را در غزل طرز خاص است اکثر قافیہ ہائے"
"تنگ و ردیف ہائے غریب اختیار نمودہ لاجرم از اجتماع آنہا"
"شعر وے اگرچہ در بادی الرائے آسان می نماید اما در گفتن دشوار است بنا بریں"
"اشعار وے را سہل ممتنع گفتہ اند۔ صاحب تاریخ فیروز شاہی آوردہ"
"کہ من کسے را در لطافت و سلامت عقل، و تہذیب اخلاق مثل خواجہ حسن"
"ندیدہ ام سلاطین و اغنیا بوے توجہ خاص داشتند۔ در آخر عمر وقتیکہ"
"سلطان محمد تغلق شاہ دہلی را خراب نمودہ دیوگیر دکن را پائے تخت"
"خود قرار دادہ موسوم بدولت آباد ساخت وے نیز بدانجا شتافت"
"و در ہماں اوان بدار الجنان منزل گزید "مخدوم اولیا" تاریخ است"
"در اخبار الاصفیا سال رحلت سنہ ہفتصد وسی و ہفت نوشتہ کہ"
"یک سال ازاں تاریخ کم است و در بالا گھاٹ دولت آباد کہ اکثر"

"مشائخ چشت مثل شاہ منتجب الدین معروف بہ زری زر بخش و برادرش"
"شاہ برہان الدین غریب و شیخ زین الدین قدس اللہ اسرارہم درانجا آسودہ اند"
"مدفون گردید و دراں دیار مشہور بہ حسن شیر گشتہ۔ اشعار خواجہ مشہور است"

....

ان اقتباسات کے بعد ہم عنوانات مندرجۂ حاشیہ سے مختصراً بحث کرنا چاہتے ہیں۔

امیر حسن اور انکے والد کا نام | بعض مولفین نے حسن کا نام جلال الدین بھی لکھا ہے مگر اجماع اسی پر ہے کہ ان کا نام نجم الدین حسن تھا، اسی کا آخری جزلے کر خود انہوں نے یا ان کے اساتذہ نے ان کا تخلص قرار دیا اور وہ ان کے حسن انتخاب اور حسن نیت سے ایسا چمکا کہ صدیوں گزر جانے اور زمانے کے سیکڑوں پلٹے کھانے کے بعد بھی فارسی کی ادبی دنیا میں ابھی تک نہایت آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔

فوائد الفواد کے دیباچہ میں انہوں نے خود اپنے آپ کو "حسن علاء سجزی" لکھا ہے۔ یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ "علا" سے کیا مراد ہے۔ اور دوسرا لفظ "سنجری" ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہے یا "سجزی" ہے۔ مولانا شاہ عبد الحق صاحب اخبار الاخیار اور شاہ نواز خاں صاحب تذکرہ بہارستان نے "علا" کو ان کے والد کا نام قرار دے کر اس بحث کو مختصر کر دیا ہے، لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ لفظ علاء الدین یا کسی دوسرے لفظ کا امالہ یا اختصار ہے یا ان کا نام صرف اسی قدر تھا۔ اسپرنگر جس نے اودھ کے کتب خانۂ شاہی کی کتابوں کی فہرست نہایت محنت سے مرتب کی ہے، ان کے والد کا نام صاف طور سے

علاء الدین لکھا ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پاس اس کی کوئی سند بھی تھی یا محض "علا" کو علاء الدین کا اختصار سمجھ کر ایسا لکھ دیا ہے۔ یہ امر کہ اس سے سلطان علاء الدین خلجی سے انتساب مقصود ہے جس کے زمانہ میں انہیں ایک حد تک عروج ہوا بظاہر قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس بادشاہ کی دوسری انتسابی اشیاء کی طرح وہ بھی لفظ "علائی" سے ظاہر کیا جاتا نہ کہ محض لفظ "علا" سے۔

دولت آباد جو ممالک محروسہ سرکار آصفیہ حیدر آباد دکن کا ایک مشہور قصبہ اور امیر حسن کا مدفن ہے وہاں کے عوام الناس میں وہ "حسن شبر" کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک غزل میں وہ خود بھی فرماتے ہیں۔

شیر دل خواندن حسن را، لطف بود
نے سگِ خود خواں کہ جاہ دیگر است

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا اپنے مخصوص اور چہیتے مریدوں کو بعض اوقات بعض پیار کے ناموں سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر خسرو کو "ترک اللہ" فرماتے تھے۔ امیر موصوف خود ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بر زبانت چوں خطاب بندہ "ترک اللہ" رفت
دست "ترک اللہ" گیر وہم بہ آلہش سپار

ممکن ہے کہ امیر حسن کو بھی سلطان المشائخ نے کسی وقت ان کے ترک و تجرد کی بنا پر "شیر دل" فرمایا ہو جیسا کہ ان کے شعر مذکورہ بالا سے مترشح ہوتا ہے۔

اور وہ مختصر ہو کر صرف شیر رہگیا ہو، لیکن زیادہ تر رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس نے لفظ "شاعر" کو بگاڑ کر "شیر" کر دیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کی صحبت میں کئی بزرگ تھے جو حسن کے نام سے موسوم تھے۔ ان میں تمیز کرنے کے لیے ہر شخص کے نام کے ساتھ اس کی صفت بڑھا دیجاتی تھی، مثلاً ایک حسن شاعر کہلاتے تھے دوسرے حسن قوال کے نام سے مشہور تھے۔ یہ قوال سلطان المشائخ کے پسندیدہ اور مقبول قوالوں میں تھے اور اس قافلہ میں شریک تھے جسے دہلی چھڑوا کر قسمت دولت آباد کھینچ لائی تھی۔ اور اس لیے ان امتیازی الفاظ کا قایم رکھنا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہوگا۔

لفظ "سنجری" کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے اس لفظ نے یہ صورت اختیار کر لی ہے، ورنہ فی الحقیقت وہ "سجزی" ہے، جو "سگزی" کی معرب شکل ہے "فوائد الفواد" جو اسی سال قبل دہلی کے فخر المطابع میں چھپی ہے اور جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے اس میں صاف طور سے حسن علا سجزی لکھا ہے۔ ہندوستان کے شرفا کے خاندانوں کی تاریخوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اور بیشتر خاندان عرب سے نکل کر ایران، افغانستان اور دوسرے قرب وجوار کے ممالک میں آباد ہوئے اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً ہندوستان آتے رہے ہیں۔ ایسے خاندان شاذ ہی ہونگے جو براہِ راست عرب سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے ہوں۔ اس بناء پر قوی قیاس یہی ہے کہ حسن کا خاندان بھی عرب سے نکل کر پہلے سیستان یا سجستان میں آکر آباد ہوا اور اس کے بعد ہندوستان آیا۔ اس لحاظ سے انہیں "سنجری" نہیں بلکہ "سجزی" کہنا صحیح ہوگا۔ اس قیاس کی تائید

اس سے بھی ہوتی ہے کہ دنیائے اسلام میں کوئی شہر یا قصبہ "سنجر" کے نام سے موسوم نہیں ہے۔ سنجار البتہ ایک شہر ہے جس کی نسبت "صاحب معجم البلدان" لکھتے ہیں کہ وہ "جزیرہ (عراق عرب) کا ایک مشہور اور آباد شہر ہے۔ موصل سے تین روز کی مسافت پر ایک بلند پہاڑ کے دامن میں واقع ہے .... یہ شہر اکثر اہلِ علم وادب اور شعراء کا مولد اور مسکن رہا ہے۔ منجملہ ان کے ہمارے زمانہ میں اسعد ابن یحییٰ بن موسیٰ بن منصور شاعر ہیں، جو بہائے سنجاری کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں"۔ اگر حسن کے خاندان کا تعلق اس شہر سے ہوتا تو وہ بھی وہاں کے دوسرے باشندوں کی طرح "سنجری" نہیں بلکہ "سنجاری" کہلاتے۔ "صاحب معجم البلدان" سیستان یا سجستان کے متعلق جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی سُن لیجیے :-

"سجستان یا (سیستان) اقلیم سوم میں واقع ہے۔ اس کا صدر مقام زرنج ہے جو ہرات سے جانب جنوب اسّی فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ریگستانی حصّہ ہے جس میں کھجور کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے مضبوط قوی ہیکل اور بہادر ہوتے ہیں۔ رستم وہیں کا رہنے والا تھا۔ وہاں کے اہل علم جو مشہور ہوئے ہیں مثلاً ابو احمد خلف، ابی بکر الشافعی، وعلیج عبداللہ بن سلیمان وغیرہ وہ سب "سجزی" کہلاتے ہیں"

اب صرف ایک صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر حسن کے خاندان کا کوئی تعلق سُلطان سنجر سلجوقی یا اس نام کے کسی دوسرے شخص سے ہو اور اس نسبت سے اس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو "سنجری" لکھتے ہوں۔ لیکن اس کا پتا نہ کسی تاریخ سے چلتا ہے اور نہ کہیں انھوں نے اپنی کسی نظم یا نثر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لیے جب تک مزید انکشاف نہ ہو انھیں "سجزی" ہی کہنا مناسب ہوگا۔

امیر حسن کا مولد و منشا | تمام تذکرہ نویسوں نے ان کا مولد دہلی بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے خاقانی کے قصیدہ پر ایک قصیدہ لکھا ہے۔ "مجرا داشتہ و بینا داشتہ" جس میں اپنی نسبت فرماتے ہیں :-

پروردہ فضل ایزدش، ارشاد غیبی مرشدش
بودہ بدآیوں مولدش، دہلی است منشا داشتہ

پورا قصیدہ کلیات میں موجود ہے جو ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکا مولد دہلی نہیں بلکہ بدایون تھا۔ بدآیون اس زمانہ میں قبۃ الاسلام کہلاتا تھا اور ایک صوبہ کا صدر مقام اور مہتم بالشان شہر تھا۔ یہ بتانا کہ ان کے والد وہاں کے مستقل باشندے تھے، یا کسی کاروبار کے سلسلے میں وہاں مقیم تھے اور امیر حسن کس عمر تک وہاں رہے، بغیر کسی مزید مواد کے محال ہے۔ شیخ جمالی نے اپنی کتاب سیر العارفین میں یہ فقرہ لکھا ہے۔

"خواجہ علا سجزی با جمع یاران خود در کنارہ حوض شراب میخورد، و او را با حضرت شیخ (حضرت نظام الدین اولیا، علیہ الرحمہ) در مبدء حال در بدایون آشنائی و صحبت بودہ است پیدا گشت"۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن بدآیون میں اتنی عمر تک رہے کہ ان پر بدآیون میں حضرت شیخ سے آشنائی اور ہم صحبتی کا اطلاق ہوسکتا ہے، لیکن یہ بالکل لغو ہے۔ حضرت سلطان المشایخ سنہ ۶۳۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور (۱۶) سال کی عمر یعنی سنہ ۶۴۹ ہجری میں دہلی تشریف لے آئے۔ اس سے دو تین سال بعد امیر حسن پیدا ہوئے جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے۔ پس حسن کا مبدا ر

ہ سیر الاولیاء مولفہ امیر خورد

حال میں بدایون میں حضرت شیخ سے آشنا اور ہم صحبت ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ واقعہ بھی شراب خواری کے واقعہ کی طرح جس سے ہم آئندہ بحث کرینگے، بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ دہلی میں ان کا نشو و نما ہونا مسلم ہے جیسا کہ خود ان کے بیان سے ظاہر ہے۔

سال پیدائش اور امیر خسرو سے عمر کا مقابلہ

امیر حسن کا سال پیدائش کسی تذکرہ یا کتاب میں نہیں ملتا۔ ہمارے اکثر تذکرہ نویس حضرات اسے ایک غیر ضروری امر خیال فرماتے رہے ہیں حالانکہ کسی شخص کی سیرۃ یا تذکرہ میں اس کا ظاہر کرنا لازم اور ضروری ہے۔ ہم نے اس بارہ میں جو کاوش کی تھی وہ بھی قابل ذکر ہے۔ ہمارا سلسلۂ استدلال اس طرح تھا کہ امیر حسن حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات موسوم بہ "فوائد الفواد" میں جو ۷۰۷ھ ہجری سے شروع ہوتی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال قبل جب سے میں مرید ہوا ہیں نے شیخ کے ملفوظات لکھنے شروع کیے ہیں۔ اس سے بلا شک و شبہ مرید اور تائب ہونے کا سال ۷۰۶ھ ہجری قرار پاتا ہے شاہ نواز خاں، صاحب تذکرہ "بہارستان" جو ہماری رائے میں تمام متاخر تذکرہ نویسوں میں سب سے زیادہ معتبر اور مستند ہیں مرید ہونے کے وقت ان کی عمر ۵۶ سال اور وفات کی تاریخ "مخدوم الاولیا" یعنی ۷۳۸ھ ہجری قرار دیتے ہیں۔ گویا ۷۰۶ھ ہجری یعنی مرید ہونے کے بعد ۷۳۸ھ ہجری تک امیر موصوف ۳۲ سال بقید حیات رہے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۳۲ + ۵۶ = ۸۸ سال قرار پاتی ہے۔ اتنا معلوم ہو جانے کے بعد ان کے سال پیدائش کا دریافت کر لینا کچھ مشکل نہ تھا اگر ۸۸ کا عدد ۷۳۸ سے منہا کر دیا جائے تو سال پیدائش ۶۵۰ھ نکل آتا ہے۔ لیکن ہمارے اس حساب میں دو سال کی کمی رہ گئی تھی جیسا کہ ہمیں بعد کو معلوم ہوا۔

انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست کتب فارسی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، امیر حسن کے دیوان کا جو قلمی نسخہ وہاں موجود ہے اس کا دیباچہ خود انہوں نے نثر میں لکھا ہے، جس میں منجملہ دوسرے امور کے تحریر فرماتے ہیں کہ "۷۱۵ھ ہجری میں جبکہ میری عمر ۶۳ سال کی تھی میں نے یہ دیوان مرتب کیا۔ اس حساب سے ۶۳ کے عدد کو ۷۱۵ سے خارج کردیا جائے تو ۶۵۲ھ ہجری مطابق ۱۲۵۴ء نکل آتا ہے جو ان کی پیدائش کا صحیح سال ہے۔ حضرت امیر خسرو کا سالِ پیدائش مسلم طور سے ۶۵۱ھ ہجری ہے، جیسا کہ وہ خود ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

کنوں کہ شصد و ہشتاد و چار شد تاریخ

مرا ز سی و سہ آمد نوید سی و چہار

یعنی ۶۸۴ھ ہجری میں میرا چونتیسواں سال شروع ہوتا ہے۔ اس لیے مولانا شیخ عبدالحق، صاحب اخبار الاخیار کا یہ فرمانا کہ "امیر حسن را بر امیر خسرو گونہ تقدم ہست" (ملاحظہ ہو انتخاب نشان ۵) صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے بلحاظ عمر امیر حسن، امیر خسرو سے ایک سال چھوٹے تھے۔ شیخ صاحب جس دلیل سے اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے شیخ صاحب کا استدلال یہ ہے کہ "امیر حسن کے قصیدے غیاث الدین بلبن کی تعریف میں ہیں مگر امیر خسرو کے کلام میں انکا کہیں پتا نہیں چلتا۔ شیخ صاحب کا یہ استدلال مختلف وجوہ سے کمزور اور محل نظر ہے۔"

اول تو محض کسی بادشاہ کی مدح نہ کرنے سے لازمی طور سے عمر یا زمانہ کا تخمینہ یا اندازہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ امر آسانی ممکن ہے کہ دو شاعر ایک ہی وقت اور زمانہ میں

ہوں اور ایک نے بادشاہِ وقت کی مدح میں قصائد لکھے ہوں اور دوسرے نے نہ لکھے ہوں۔ محض تقدم اور تاخر کا معیار یہ نہیں قرار پاسکتا۔

دُوسرے یہ کہ امیر حسن کے جتنے کلیات ہماری نظر سے گذرے اور جن کی تعداد نو دس سے کم نہیں، اور جن میں سے اکثر مختلف شاہی کتب خانوں کے نسخے تھے ان میں سے کسی ایک نسخہ میں بھی غیاث الدین بلبن کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں پایا گیا، نہ بحیثیت سلطان ناصر الدین کے وزیر اور مختار کل کے اور نہ بحیثیت بادشاہ کے۔

تیسرے۔ اور سب سے اہم امر یہ ہے کہ غیاث بلبن ۶۶۴ھ ہجری میں بادشاہ ہوا۔ اس وقت امیر خسرو کی عمر تقریباً ۱۳ سال اور امیر حسن کی تقریباً ۱۲ سال کی تھی۔ امیر حسن اپنے اس دیوان کے دیباچہ میں جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے تیرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اس لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ انھوں نے ۶۶۴ھ ہجری سے پہلے جبکہ غیاث الدین بلبن صرف الغ خاں کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا اس کی مدح میں کچھ لکھا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ امیر حسن کے کسی دیوان میں بھی جو ہماری نظر سے گزرے ہیں بجز سُلطان علاء الدین اور اس کے خاندان کے کسی بادشاہ یا امیر کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں ہے۔ خود ان کے مرتبہ کلیات میں بھی جو انڈیا آفس میں ہے، غیاث الدین بلبن کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں پایا گیا۔

مولانا شیخ عبدالحق ان لوگوں میں نہیں ہیں، جن کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ انھوں نے بغیر کسی بنیاد کے یوں ہی ایک لغو بات لکھدی ہوگی۔ اس خلش کو دور کرنے اور اس معمے کو حل کرنے کے لیے ہمیں بہت زحمت اُٹھانی پڑی۔ مختلف تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی کے بعد جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ "الغ خاں"

کے خطاب نے مولانا موصوف کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ سُلطان ناصرالدین محمود جو سُلطان شمس الدین التمش کا چھوٹا بیٹا تھا۔ سنہ ۶۴۴ ہجری م سنہ ۱۲۴۰ء میں اپنے بھتیجے سُلطان علاءالدین مسعود کی جگہ پادشاہ ہوا۔ ناصرالدین ہندوستان کے ان مسلمان بادشاہوں میں تھا جن کی زندگی خلفائے راشدین کی زندگی کا نمونہ تھی۔ شجاع، عابد، زاہد اور بیحد خدا ترس تھا۔ تخت نشینی کے دن اس نے ملک غیاث الدین بلبن کو جو سُلطان شمس الدین التمش کے "بندگان چہل گانی" میں اور اس کا داماد تھا اور مختلف بادشاہوں کے زمانہ میں باز دار خاصہ، میرشکار اور امیر حاجب رہ چکا تھا اپنا وزیر بنایا اور خانِ اعظم "الغ خاں" کا خطاب دیکر تمام سلطنت کا کاروبار اس کے سپرد کردیا۔ سلطان ناصرالدین کی بیس سالہ حکومت میں تمام سلطنت کا نظم ونسق اسی کے ہاتھ میں تھا اور وہی مختارِ کُل تھا۔ اور عام طور سے "الغ خاں" کے خطاب سے پکارا جاتا تھا۔ سلطان ناصرالدین کی وفات کے بعد خود پادشاہ ہوا۔ غیاث الدین بلبن کے پوتے سلطان معزالدین کی سہ سالہ پادشاہی کے بعد "خاندان غلامان" کا خاتمہ ہوگیا۔ اور خلجیوں کا ستارۂ اقبال چمکا۔ اِن میں پہلا پادشاہ سلطان جلال الدین خلجی تھا۔ اِسے فریب اور دغا سے اس کے بھتیجے اور داماد علاءالدین نے مار ڈالا۔ علاءالدین نے سنہ ۶۹۵ ہجری میں ملک کو دوسرے دعویداروں سے پاک وصاف کرکے سریرِ سلطنت پر قدم رکھا اور اپنے چھوٹے بھائی الماس بیگ کو جس کا جلال الدین کے قتل میں بڑا حصّہ تھا "الغ خاں" کا خطاب دیا اسے سلطنت کے انتظام میں بڑا دخل تھا اسی لحاظ سے بیچارے شعرا کو اس کی خوشامد بھی کرنی پڑتی تھی۔ یہی خطاب ہے جس سے مولانا شیخ عبدالحق کو غلط فہمی واقع ہوئی۔ امیر حسن کے متعدد قصائد اور

قطعات اسی "الغ خاں" یعنی الماس بیگ کی مدح میں ہیں نہ کہ غیاث الدین بلبن کی مدح میں۔ اس دعوے کی تائید میں بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ "الغ خاں" کی مدح کے چند اشعار پیش کر دیے جائیں جس سے یہ معاملہ صاف ہو جائے۔ پہلی نظم جو امیر حسن کے دیوان میں "الغ خان" کی مدح میں ملتی ہے وہ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

مدار ملک کشور گیر عالم ۔۔۔ معز الحق "الغ خان" معظم
گرامی گوہر الماس کوکب ۔۔۔ ورا نصرٌ من اللہ نقش خاتم

"الماس" کا لفظ صاف طور سے "الماس بیگ" کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

معز الحق والدنیا "الغ خان" زمان داور ۔۔۔ کہ دارد از تائید ازل از لا امکاں دولت
فلک سر بر در ایں خانہ می مالد چو می داند ۔۔۔ کہ ہرگز سر نہ پیچد زیں مبارک خانداں دولت

"خانہ" اور "خاندان" دونوں الفاظ بتا رہے ہیں کہ شاعر کا ممدوح یعنی "الغ خاں" اور بادشاہ وقت دونوں ایک ہی خاندان کے ارکان تھے۔ یہ کیفیت اگر پائی جاتی تھی تو علاء الدین اور الماس بیگ میں پائی جاتی تھی۔ سلطان ناصر الدین اور غیاث الدین بلبن گو رشتہ دار ہوں مگر نسلاً ایک خاندان کے ارکان نہ تھے۔

تیسرا انتخاب اور زیادہ صحیح اور صاف ہے۔

خلق در سایۂ اقبال الغ خانی باد ۔۔۔ سایۂ دولتِ شہ بر سرش ارزانی باد
شہ تاریخ ازل ثانی اسکندر رشد ۔۔۔ شاہ اقبال تو تا حشر ہمہ ثانی باد

اس میں "ثانی اسکندر" کے الفاظ اس خطاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو سلطان علاء الدین نے متواتر کامیابیوں کے نشہ سے مست ہو کر اپنے لیے مقرر کیا تھا اگر مزید ثبوت کی ضرورت رہ گئی ہو تو یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

بزور بازواں عالم کشادی | ازیں اقبال برخوردار بادی
مقرر بر تو ہر چہ از بازوت خاست | الغ خانِ معظم بازوئے راست
خضر خان و مبارک شمع گلشن | دو چشم ملک ملک از ہر دو روشن

خضر خاں اور مبارک خاں سلطان علاء الدین کے بیٹے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اشعار ہیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ امیر حسن کا ممدوح "الغ خاں" الماس بیگ تھا نہ کہ غیاث الدین بلبن اور مولانا شیخ عبدالحق صاحب جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ غلط ہے۔

نسب و مذہب ہمارے مکرم اور معظم دوست مولانا مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی یہ سنکر بہت خوش ہوئے تھے کہ امیر حسن کا مولد بدایون تھا اور فرمایا تھا کہ ان کا نسب معلوم ہوجائے تو شاید ہم لوگ اس کا پتا چلاسکیں کہ آیا ان کا خاندان وہاں کا باشندہ تھا یا ان کے بزرگ بہ سلسلۂ ملازمت وغیرہ وہاں مقیم تھے جویندہ یابندہ ان کے کلیات کو بنظر امعان دیکھنے سے بعض اشعار ایسے مل گئے جن میں انھوں نے اپنے نسب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک فخریہ قطعہ میں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اعتراض کا جواب ہے۔ فرماتے ہیں۔

بحر را مایہ از چو من ابریست | بہتریں دُر و کہتریں مطرم
از سخن آبم از تواضع خاک | لاجرم مہربان و مہر درم
شکم از غصہ پارہ کرد صدف | چوں شنید آبدارئ گہرم
باز بعضے خسان و بددہناں | زیں دُرر منکر اند و زیں غدرم
طعن ایں در سخن کنند مباد | ضرب شاں چیست یک شبہ سپرم

چار ما در کنند و ہفت پدر | من زیک مادر و زیک پدرم
دست در شاخ من زنند، مباد | کہ بہ بیخ کسے رسد تبرم
در دنیا سرائے بولہبیت | من بہ عزت ازیں سرا بدرم
خانۂ بولہب چہ جائے قرار | چوں در مصطفےٰ است مستقرم
قرشی الاصل، ہاشمی نسبم | کز ہوایش برآمد ایں شجرم

اس سے ان کا ہاشمی النسب ہونا ظاہر ہے۔ امید ہے کہ جناب مولانا عبدالقدیر صاحب بدآیون کے سادات کے شجرے ملاحظہ فرما کر اس مسئلہ پر کوئی مزید روشنی ڈال سکیں گے۔ ان کا زمانہ ان کا کلام، ان کی صحبت، اور ان کی ارادت صاف بتا رہی ہے، کہ وہ صوفی اور حنفی المذہب تھے۔

تعلیم سلطان غیاث الدین بلبن کا عہد جو ۶۶۴ھ ہجری م ۱۲۶۶ء سے شروع ہو کر ۶۸۵ھ م ۱۲۸۶ء میں ختم ہوتا ہے، امیر حسن اور امیر خسرو دونوں کی تحصیل علم کا زمانہ تھا۔ امیر خسرو کی تعلیم کے متعلق باوجود خود اُن کی کشادہ بیانی اور باوجود ان کے حالات سے طبقۂ شعراء اور صوفیہ کو اس قدر دلچسپی کے آج تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انہوں نے کیا کیا علوم پڑھے اور کن کن استادوں سے پڑھے تھے تو بیچارے حسن سے بستہ زبان اور بتا بلا اپنے دوست امیر خسرو کے غیر معروف شخص کی تعلیم کے متعلق یہ بتانا کہ ان کی تعلیم میں کن کن بزرگوں نے حصہ لیا اور وہ کس حد تک تھی، تقریباً محال ہے۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ یہ زمانہ علمی اور ادبی ترقی کے لحاظ سے ایک غیر معمولی زمانہ تھا۔ غیاث الدین بلبن کی خوش قسمتی اور اقبال مندی تھی کہ اس کے عہد حکومت میں ایشیا کے تیس چالیس ایسے حکمران جنہیں تاتاری مغلوں کے

قیامت خیز طوفان نے اپنے ممالک سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا دہلی میں مقیم اور اس کی دربار کی زیبایش اور رونق تھے۔ بلبن ان سب کی تعظیم و تکریم میں بیحد مبالغہ کرتا تھا، اور سب کے لیے معقول وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ ان میں سے بعض حکمران خود ذیعلم تھے اور اکثروں کے ساتھ ایسے لوگ تھے جس کا شمار علماء اور فضلاء میں ہوتا تھا۔ انھوں نے خود دہلی کے اہل فضل وکمال کے ساتھ ملکر ایک ایسا علمی مجمع قایم کر دیا تھا جس کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ مولانا ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "اس عاصر کو خیرالاعصار کہیں تو کچھ بیجا نہیں کیونکہ وہ بڑے بڑے معتبر سادات مشہور علماء اور ذی ہمت امراء کی ذات بابرکات سے مزین تھا۔ سادات میں قطب الدین شیخ الاسلام شہر (جد بزرگوار قاضیان بدایون) اور سید منتجب الدین وسید جلال الدین پسر سید مبارک وسید عزیز وسید معین الدین سامانہ وسادات کردیزد وسادات عظام کیتھل، سادات جنجیر وسادات بیانہ وسادات بدآیون وغیرہ صحت نسب اور بزرگی حسب میں عدیم المثال تھے۔ طبقۂ علما اور صوفیہ میں مولانا برہان الدین بلخ مولانا برہان الدین بزاز، مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد مولانا فخرالدین رازی، مولانا سراج الدین سجزی، مولانا شرف الدین دیوالجی، صدر جہاں منہاج الدین جرجانی قاضی رفیع الدین کازرونی، قاضی شمس الدین مراحی وقاضی رکن الدین سامانہ سے بزرگ شریک تھے"۔

اس علمی فضا اور اس ماحول میں امیر حسن، امیر خسرو اور شاہزادہ سلطان محمد (جس کے حالات سے ہم آئندہ بحث کرینگے) نے پرورش اور تعلیم پائی تھی۔ گو ہم امیر حسن کے اساتذہ کے نام اور ان کی تحصیل علم کی حد نہ بتا سکیں مگر جو کچھ ان کی

تصنیفات اور تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فارسی کی نظم و نثر پر وہ بدرجہ کمال قدرت رکھتے تھے فارسی اس زمانہ کے مسلمانوں کی تقریباً مادری زبان تھی۔ عربی میں اگرچہ ان کی کوئی معتدبہ نظم یا نثر ہماری نظر سے نہیں گذری مگر جس طرح وہ عربی کے فقرے جابجا اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان پر بھی عبور تھا۔ میرے والد مرحوم مولانا احمد علی سابق سررشتہ دار کمشنری و رزیڈنسی دہلی، صاحب "قصر عارفان" جو سلاسل اور حالات صوفیہ میں نایاب کتاب ہے تحریر فرماتے ہیں کہ امیر حسن کی "قواعد النحو" نحو عربی میں ایک مشہور اور معروف کتاب تھی۔ اس سے ان کی عربی دانی کا مزید ثبوت ملتا ہے۔ مولانا ضیاء برنی ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ انہیں اخبار سلاطین واکابر علمائے بزرگ دہلی کے حالات سے بڑی واقفیت تھی جس کے معنی یہ ہوئے کہ انہیں تاریخ پر بھی نظر تھی اس سے زیادہ ان کی تعلیم کے متعلق ہم کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے۔

امیر حسن اور امیر خسرو کی ملاقات

اقتباس نشان (۴) ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحب "تاریخ فرشتہ" کی روایت کے مطابق ایک دن حضرت سلطان المشائخ مع اپنے ساتھیوں کے بازار سے گزر رہے تھے۔ امیر خسرو کی جوانی کا زمانہ تھا وہ بھی ہمراہ تھے۔ خواجہ حسن شاعر جو بڑے صاحب حسن جمال تھے ایک نان فروش کی دکان پر بیٹھے تھے امیر خسرو انکا حسن جمال دیکھ کر فریفتہ ہو گئے دکان کے پاس جاکر پوچھا کہ روٹی کس انداز سے بیچتے ہو حسن نے کہا کہ ترازو کے ایک پلڑے میں روٹی رکھتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دوسرے پلڑے میں نقد رکھے جب نقد کا پلڑا جھک جاتا ہے تو خریدار کو چلتا کر دیتا ہوں۔ امیر خسرو نے کہا اگر خریدار نادار ہو تو کیا کرتے ہو

کہا نقد کی جگہ درد و نیاز بھی قبول کرلیتا ہوں۔ امیر خسرو خواجہ حسن کا یہ انداز بیان اور حسن کلام سنکر حیران رہ گئے اور یہ کُل کیفیت شیخ کی خدمت میں عرض کی۔ ادھر حسن کو دردِ طلب دامنگیر ہوا، اسی زمانہ میں دکان بند کر کے علوم اور کمالات ظاہری کے حصول میں کوشش کرنے لگے اگرچہ اس وقت مرید نہیں ہوئے مگر شیخ کی خانقاہ میں آنے جانے لگے اور ان میں اور امیر خسرو میں گہری دوستی ہوگئی"۔

جہانتک ہم واقف ہیں اس افسانہ کو سب سے پہلے ابو القاسم فرشتہ ہی نے شروع کیا اور وہ ایسا عام ہوگیا کہ اس سے ہمارے زمانہ کے ایسے اصحاب بھی جن سے تنقید کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی نہ بچ سکے۔ شاہ نواز خاں صاحب "تذکرہ بہارستان" نے البتہ اس حکایت کو "اکاذیب" میں شمار کیا ہے لیکن اس کے وجوہ نہیں بتائے۔ ہمیں اس معاملہ میں شاہ نواز خاں کی رائے سے پورا اتفاق ہے اور اس کے جو وجوہ ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ عرض کرتے ہیں۔

اول۔ فرشتہ نے مطلق یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ حکایت کہاں سے ملی اور اس کے پاس اس کی صحت کی کیا سند ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فارسی مورخ اور تذکرہ نویس اور خصوصاً سیر الاولیا، کے مؤلفین ماخذ یا سلسلہ روایت کی مطلق پروا نہیں کرتے مگر ان کی اس عادت کی بنا، پر ان کی ہر لکھی ہوئی حکایت قابل اعتبار نہیں متصور ہو سکتی۔

دوسرے۔ یہ حکایت ایسی دلچسپ ہے کہ اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو مولانا ضیاء الدین برنی اور امیر خورد جنھوں نے امیر حسن کے چشم دید حالات لکھے ہیں کبھی اسے چھوڑ نہ سکتے تھے۔ امیر خورد نے سیر الاولیا، میں حضرت سلطان المشایخ کی کرامتوں کا

ایک عنوان قایم کیا ہے اگر فی الحقیقت اس روایت کی کوئی حقیقت ہوتی تو امیر خورد ضرور اسکا ذکر کرتے۔ ایک نان پز کے دل میں ایک نگاہ سے درد طلب کا پیدا کر دینا کیا کم کرامت ہوسکتی ہے۔

تیسرے۔ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن اور امیر خسرو میں ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ حالانکہ مولانا ضیاء الدین برنی جوان دونوں حضرات کے معاصر اور ہم صحبت دوست تھے فرماتے ہیں کہ ان دونوں استادوں میں میل جول اور آمد و رفت اور دوستی کا سبب میں ہوا ہوں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ باہم تعارف کا سبب مولانا ضیاء الدین تھے نہ کہ وہ بازاری ملاقات جس کا ذکر فرشتہ کرتا ہے۔

چوتھے۔ امیر حسن کے حُسن و جمال کا تذکرہ کسی معاصر مورخ نے نہیں کیا ہے، اگر ایسا ہوتا تو ان میں سے کوئی شخص ضرور اس کی طرف اشارہ کرتا جیسا کہ ان کے حُسن اخلاق، عمدہ عادات یا ترک و تجرد کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں۔ فرشتہ نے یہ حکایت جن الفاظ میں کی ہے، اس سے خود اس کی خامی اور عدم صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "خواجہ حسن ..... در دکان خباز ے نشستہ بود" اس سے ہرگز یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ وہ "نان فروشی" کرتے تھے اور جب وہ نان فروش نہ تھے تو امیر خسرو کا ان سے مزاحاً بھی یہ سوال کرنا کہ "نان چگونہ میفروشی" کس قدر بے موقع، خلاف تہذیب اور غیر قرین قیاس ہے۔

چھٹے۔ جو لوگ سلطان المشایخ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے مریدوں کے اعتقاد اور طریقہ عمل سے واقف ہیں اور جس کی شہادت مختلف

کتابوں سے ملتی ہے وہ ایک لحظہ کے لیے بھی یہ باور کرنے کے واسطے آمادہ نہ ہونگے کہ سلطان المشائخ مع اپنے خاص مریدں کے بازار سے گذر رہے ہوں اور ان میں کوئی بھی اس کی جرأت کرسکے کہ ایک نوجوان لڑکے کو نان بائی کی دکان پر بیٹھا دیکھ کر اس سے چہل اور مذاق کرنے کے لیے حضرت کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے۔ اور وہ بھی امیر خسرو سے مرید جو ابتدائے ارادت سے آخر دم تک سلطان المشائخ کے شمع جمال کے پروانے تھے اور خلوت وجلوت میں سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ ان مریدوں اور معتقدوں کی ارادت اور ان کا ادب ان ابتدائی عربوں سے بالکل مختلف تھا جو حضرت سرور کائنات کو کھڑا چھوڑ کر خرید و فروخت کرنے اور کھیل تماشا دیکھنے کے لیے چلے جاتے تھے جس کی طرف کلام پاک میں ان الفاظ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْلَھْوَا اِنْفَضُّوْا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا۔ ان وجوہ سے ہم فرشتہ کی اس روایت کو بھی اس کی دوسری روایت تازیانہ کی طرح، جس سے ہم آگے بحث کرینگے بالکل مہمل اور لغو سمجھتے ہیں۔

ملازمت | غیاث الدین بلبن کی اولاد میں سلطان محمد اس کا بڑا بیٹا ان لوگوں میں ہے جنھیں تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اس نے جس آب وہوا میں پرورش پائی تھی اسکا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے وہ خود تعلیم یافتہ اور علم و فضل کا دلدادہ تھا۔ بادشاہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ ۶۶۸ یا ۶۶۹ھ میں غیاث الدین بلبن کا چچازاد بھائی شیر خاں جو سلطنت کا رکن اعظم اور ملتان کا گورنر تھا فوت ہوگیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان تاتاری مغلوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ان کی روک تھام کے لیے سرحد پر ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جری، شجاع، مدبر اور قابل اعتبار ہو۔

سلطان بلبن نے تمام امور پر غور کر کے بالآخر شہزادہ سلطان محمد کو اس خدمت کے لیے منتخب کیا، اور اسے "قاآن الملک" کا خطاب اور ولیعہدی کا چتر و تاج دیگر کثیر اتباع اور بہت سی فوج کے ساتھ ملتان روانہ کیا۔ سلطان محمد نے ملتان پہنچکر سرحد کا انتظام شروع کیا۔ مغلوں کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور بہت سے اقطاع ان کے ہاتھ سے نکال لیے۔

سلطان محمد کا قاعدہ تھا کہ ہر دوسرے تیسرے سال اپنے باپ کی زیارت اور قدمبوسی کے لیے ملتان سے دہلی آتا رہتا تھا۔ ۶۷۸ھ ہجری کے دورہ میں وہ امیر خسرو اور امیر حسن کو جو اس وقت شاعری اور نام آوری کی اُفق پر روشن ستاروں کی طرح چمکنے لگے تھے، علی الترتیب مصحف داری اور دوات داری کی معزز خدمات پر مامور کر کے اپنے ساتھ لے گیا یہ لوگ پانچ سال یعنی ۶۷۸ھ ہجری سے ۶۸۳ھ ہجری تک سلطان محمد کے ساتھ رہے اس شہزادہ کے عادات اور اطوار کے متعلق مولانا ضیاء الدین برنی جو اس شہزادہ کے معاصر اور دربار رس لوگوں سے ہم صحبت تھے جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ "یہ شہزادہ بیحد مودب اور مہذب تھا اُس کی صحبت ہمیشہ دانشمندوں، معتبروں فاضلوں اور ہنرمندوں سے معمور رہتی تھی، اور اس میں شاہنامہ، دیوان سنائی، دیوان خاقانی خمسہ نظامی پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحثیں ہوتی تھیں اور امیر خسرو اور امیر حسن اس کے دربار کے ملازم تھے ان لوگوں نے پانچ سال ملتان میں رہ کر اس شہزادہ کی خدمت کی ہے اور اسکے ندمائی حیثیت سے تنخواہیں اور انعامات پائے ہیں۔ اس شہزادہ کی دانشمندی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس نے چند صحبتوں میں ان دو شاعروں کے لطائف و فضائل

اور دانش و ہنر دریافت کرکے انہیں اپنے تمام ندما میں منتخب کرلیا۔ انکے کلام کو پسند کرتا، اور ان کے ساتھ دوسرے ندیموں سے زیادہ مہربانی کرتا تھا اور انہیں زیادہ انعام اور بہتر خلعت دیتا تھا۔ میں نے خود امیر خسرو اور امیر حسن کو یہ کہتے سُنا ہے کہ خان شہید سا مؤدب اور مہذب شہزادہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے دربار میں تمام تمام دن ایک نشست سے مؤدب بیٹھا رہتا اور زانو نہ بدلتا تھا ایسے مواقع پر ہم نے کبھی اسے چار زانو بیٹھے نہیں دیکھا اور نہ کسی مجلس میں اسکے مُنہ سے کوئی لغو، بیہودہ یا فحش بات سُنی۔ قسم بھی اگر کبھی کھاتا تو وہ "حقا" کے لفظ سے زیادہ نہ ہوتی تھی ...... ملتان کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ اس نے شیخ عثمان اور شیخ قدوہ فرزند حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا کو بلاکر عربی غزلوں کا سماع کرایا۔ ان بزرگوں اور ان کے ساتھی درویشوں کو خوب وجد ہوا جس وقت تک ان کی یہ حالت رہی شہزادہ برابر ہاتھ باندھے کھڑا روتا رہا اس کی مجلس میں اگر شعرائے قدیم کا وعظ اور نصیحت کا کوئی شعر پڑھا جاتا تھا تو اسے بجید توجہ سے سنتا تھا اور اس طرح روتا تھا کہ لوگ حیران رہجاتے تھے۔ علم کا شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ملتان سے دو مرتبہ آدمی اور خرچ بھیجکر شیخ سعدی کو شیراز سے بلایا مگر ضعف پیری کی وجہ سے خود نہ آسکے اور ہر مرتبہ اپنا کلام اپنے قلم سے لکھ کر بھجوایا اور معذرت کی۔"

انتخاب نشان (۴) کے ملاحظہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حسب روایت فرشتہ امیر خسرو امیر حسن پر عاشق تھے اور ان کے ان تعلقات کی نسبت لوگوں کے خیالات بُرے تھے۔ اگر عشق کے معنی دوستی اور محبت کے نہ لیے جائیں تو یہ عاشقی

اور معشوقی اور حسن کو کوڑوں سے پٹوانے کا افسانہ بھی فرشتہ کی نان پزی یا نان فروشی کی روایت کی طرح بالکل بے سروپا نظر آتا ہے۔ اہلِ ہوس کے وہ تعلقات جن پر لوگوں کو نکتہ چینی اور ملامت کا موقع ملتا ہے عموماً زیادہ عمر والوں کی طرف سے کم عمروں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہاں یہ معاملہ مطلق نہیں دونوں حضرات تقریباً مساوی العمر تھے۔ اور سلطان محمد کی ملازمت میں داخل ہونے کے وقت تقریباً ۲۷، ۲۸ سال کے تھے۔ دونوں کے ڈاڑھی مونچھیں نکل آئی ہونگی۔ پڑھے لکھے، معزز خدمتوں پر مامور تھے۔ محمد سلطان کا جس کی تہذیب اور متانت کا حال آپ سن چکے ہیں ان حضرات کے باہمی تعلقات کو قابلِ ملامت و سرزنش باور کر کے امیر حسن کو امیر خسرو سے نہ ملنے کا حکم دینا اور امیر حسن کے نہ ماننے پر انہیں کوڑوں سے پٹوانا، اور ان کوڑوں کے نشانات کا امیر خسرو کے ہاتھ پر نمایاں ہونا ایسے امور ہیں جنہیں کوئی ذی عقل انسان ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر فرشتہ نے ان دونوں حضرات کی عمروں، ان کے علم و فضل، تعلیم و تربیت اور سلطان محمد کے عادات و اطوار اور تہذیب و اخلاق پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہوتا تو یہ لغو اور مہمل روایت اس کی تاریخ میں جگہ نہ پا سکتی تھی۔

شہزادہ سلطان محمد کی اس علمی اور ادبی مجلس کو قائم ہوئے چودہ پندرہ سال (از ۶۶۹ھ تا ۶۸۳ھ) بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ زمانہ نے اپنے قاعدہ کے مطابق کروٹ لی، اور چشم زدن میں اس پُرلطف اور دلچسپ صحبت کو درہم و برہم کر دیا۔ سلطان محمد نے جو شکستیں تاتاریوں کو وقتاً فوقتاً دی تھیں ان کا داغ ان کے دلوں پر تھا۔ جب ارغوں خاں ہلاکو کا پوتا ایران کا فرمانروا ہوا

تو تیمور خاں نامی ایک چنگیز خانی امیر جو افغانستان کا حاکم تھا لوٹ مار، اور اپنے قوم کے دامن سے شکستوں کی بدنامی کا داغ مٹانے کے لیے بیس ہزار سواروں کے ساتھ دیپال پور اور لاہور کے علاقہ جات پر حملہ آور ہوا اور انہیں تاخت و تاراج کرتا ہوا ملتان کی طرف بڑھا۔ سلطان محمد نے نہایت جرأت اور مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا، اور ایک گھمسان لڑائی کے بعد اُسے شکست دیدی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی اس شکست کے بعد شہزادہ سلطان محمد اپنی فوج کے پانسو فتح مند سپاہیوں کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک تاتاری مغل جو دو ہزار سواروں کو لیے کمیں میں بیٹھا تھا باہر نکل آیا، اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر اس مختصر اور باخدا جماعت پر حملہ آور ہوا۔ کچھ لوگ نماز ختم کر چکے کچھ لوگ نماز میں تھے۔ یہ ناگہانی حملہ بھی سُلطان محمد کو حواس باختہ نہ کر سکا، وہ سنبھلا اور اپنی مختصر جمعیت کو مرتب کر کے تاتاریوں کے حملوں کا جواب دینے لگا۔ اور اس نے کئی مرتبہ غنیم کے پروں کو توڑ دیا۔ مگر امیر حسن نے جو ملتان میں موجود اور غالباً اس معرکہ میں شریک تھے اپنے مرثیہ میں نماز کے واقعہ کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے وہ اپنے مرثیہ میں لکھتے ہیں کہ

"غزات اسلام از ملوک ترک و خلج و معارف ہندوستان و سائر سپاہی در نماز گاہ معرکہ ازاں جہت کہ مصطفے علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد را با صلوٰۃ نسبت فرمود کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر، تکبیر گویان دست برآوردند ......" عجب نہیں کہ "نماز گاہ معرکہ" کے الفاظ نے بعد کے مورخین کو اس روایت کے بنا لینے پر مائل کیا ہو۔ امیر خسرو کے مرثیوں میں اور مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ میں

کہیں نماز کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو ایسے مضمون کو نہ امیر حسن چھوڑ سکتے تھے اور نہ امیر خسرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس معرکہ میں جو صبح سے شام تک قایم رہا ایک تیر سلطان محمد کے سینہ پر ایسا لگا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہوسکا اور اس طرح اس ہونہار اور بے مثل شہزادہ کا عین شباب میں خاتمہ ہوگیا۔ اسی واقعہ کی بناء پر سلطان محمد تاریخوں اور تذکروں میں "خان شہید" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معرکہ میں خان شہید کے ساتھ دہلی کی فوج کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور بہت سے لوگوں کو تاتاری گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس معرکہ میں امیر خسرو کا شریک اور ان کا ایک مغل کے ہاتھ پڑجانا اور دو سال کے بعد اس کی قید سے رہا ہوکر دہلی پہنچنا مسلم ہے، لیکن امیر حسن کے متعلق ہمیں ابتک کوئی ایسا مواد نہیں ملا جس بناء پر ہم یہ کہہ سکیں کہ وہ بھی قطعاً شریک معرکہ اور گرفتاری اور قید میں امیر خسرو کے ساتھی تھے۔ ہمارے مکرم استاد مولانا شبلی مرحوم نے "حیات خسرو" میں ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حسن کو بھی تاتاری گرفتار کرکے بلخ لے گئے تھے۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ "امیر صاحب اور خواجہ حسن دہلوی بھی اس معرکہ میں شریک تھے، چنانچہ تاتاری ان کو گرفتار کرکے بلخ لے گئے"۔ اگر مولانا مرحوم کا مقصد دونوں حضرات کی گرفتاری سے ہے تو غالباً مولانائے موصوف نے کسی سند کی بنیاد پر ایسا تحریر فرمایا ہوگا جس سے ہم ناواقف ہیں۔ امیر خسرو نے اپنی گرفتاری کا ذکر بعض نظموں میں کیا ہے مگر حسن کے کلام میں کہیں اس کی طرف اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اس حادثہ جانکاہ سے مسلمانوں کو مختلف حیثیتوں سے سخت صدمہ

اٹھانا پڑا۔ اس پر امیر خسرو نے نظم میں اور امیر حسن نے نثر میں نوحہ خوانی کی ہے۔ امیر خسرو کے ترکیب بند کے ہر بند کے پانچ پانچ شعر اور امیر حسن کی نثر بتمامہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ترکیب بند امیر خسرو

واقع است ایں یا بلا از آسماں آمد پدید
آفتست ایں یا قیامت در جہاں آمد پدید

مجلس یاراں پریشاں شد چو برگ گل ز باد
برگ ریزے گوئی اندر بوستاں آمد پدید

بسکہ آب چشم خلقے شد رواں از چار سوے
پنج آب دیگر اندر مولتاں آمد پدید

خواستم تا ز آتش دل برزباں آرم سخن
صد زبانِ آتشینم در دہاں آمد پدید

جمع شد سیارہ در چشمم مگر طوفاں شود
چوں ببرج آبی انجم را قراں آمد پدید

من نخواہم جز ہماں جمعیتِ ایں کے شود
خود محالست ایں بنات النعش پرویں کے شود

تا چہ طالع بد کہ شاہ از مولتاں لشکر کشید
تیغ کافرکش برائے کشتن کافر کشید

چوں خبر کردندش از دشمن بداں قوت کہ داشت
بے محابا خشم در سر کرد و رایت بر کشید

انچہ حاضر بود لشکر لشکرے دیگر نجست
زانکہ رستم را نشاید منت لشکر کشید

آنچناں زنگیں بخم امسال خاک از خونشاں
کز زمیں باید شفق را گونۂ احمر کشید

او دریں تدبیر و آگہ نہ کہ تقدیر فلک
صفحۂ تدبیر را خطِ مشیت در کشید

آں چہ ساعت بد کہ کافر بر سر لشکر رسید

جوق جوق از آب بگذشتند و ناگہ در رسید

جنگ شہ دیدی و بر گردوں غبار انگیختن	باد پا بر کافراں خاکسار انگیختن
غلغلہ در انجم از جوشش سپاہ انداختن	زلزلہ در عالم از سیر سوار انگیختن
ضربت مردانہ در پہلوئے نامرداں زدن	شعلۂ آتش ز تیغ آبدار انگیختن
دیو بندی را علم جمشید وار افراختن	ملک گیری را فرس خورشید وار انگیختن
آسماں اندر تضرع زاں فزع برداشتن	آفتاب اندر تیمم زاں غبار انگیختن

اندراں وقتے کہ فرق از مرد تا نامرد بود
اے بسا کس را کہ لبہا خشک و رو ہا زرد بود

روز را تاریکی آمد چوں بہم بر بافتند	زرد شد خورشید چوں خنجر بہ خنجر بافتند
روز نزدیک فرو رفتن شدہ از رزم تیغ	آسمانے بر سر خورشید لشکر بافتند
آبگوں شد خاک چوں جوشن بجوشن دوختند	گلستاں شد دست چوں اسپر در اسپر بافتند
کشتگاں افتادہ در صحرائے از اطراف سر	ہمچو صورتہا کہ در دیبائے اخضر بافتند
خواست شہ تا نطع نصرت گستر و لیکن چہ سود	کز فلک آں نطع را بر شکل دیگر بافتند

یکزماں شمشیر قتالش نیاسود از قتال
از زوال روز تا شب اندراں روز زوال

یارب آں خوں بود کاندر روئے صحرا میدوید	یا بسوئے تشنگاں موجے ز دریا می دوید
کشتہ اندر خاک جاں میکند و بر خود می طپید	در گلویش موج می زد خون و بالا می دوید

این چه و نسخ برد آب آن کثرت بر روی
شاه لشکرکش بترتیب صف آیین جنگ
پاے پس ہی برد گردوں بو گرفته فتح را

گرچه خوان گبر و مومن بر دو یکجا می دوید
سید و اشید اشب اقبال را تا می دوید
فتح ہر چند از طلایس جانب ما می دوید

کافر اندر استطراب کہ تا بیروں شود
ناگہاں میزان مارا پله دیگرگوں شود

تا چه شب بود آں کہ از چرخ آفتاب افتاده بود
روز چوں باقی نبود آں آفتاب تحت را
گر حسین کربلا را رہ بے آبی فتاده
کافر اندر خوں چو خوردہ پار گیں نطفیده بود
فصل ایں گرگ کہن جنگ کہ روز وحشت سلاله

دو آتش در جہاں میزد شہاب افتاده بود
روز باقی بود چیزے کآفتاب افتاده بود
او محمد بود کہ در آتش تا ب افتاده بود
مومن اندر گل چو کرد ہر در طلاب افتاده بود
شیر در زنجیر و فیل اندر طناب افتاده بود

بے فرع بود آں قیامت را حسین دیده ام
گر قیامت را نشاں نیست پس من دیده ام

واردات آسمانی گردش پرکار کرد
ذرہ را دیدی کہ تب چشمه خورشید بود
با مغل بہر حال بہر دیں سر و کارش بود
دست تیغ راست گر غل دیده و جانش بود
شیر را از غش نمی صد خوش شب

مرکز اسلام را سرگشته چوں پرکار کرد
سنگ را دیدی کہ کار لولوی شہوار کرد
عاقبت جان گرامی در سر ایں کار کرد
تا تو آنگه عالم تواں گفت اقرار کرد
ییل سے از گل غار سے صد حاں کرد

جمعہ بود و سلخ ذی حجہ کہ بود آں کار زار
آخر ہشتاد و سہ آغاز ہشتاد و چہار

مہر و مہ بر روئے آں فرخ لقا بگریستند — روز و شب بر سال آں انک بقا بگریستند
بس کہ اندر عہد او ماہی و مرغ آسودہ بود — ماہیاں در آب و مرغاں در ہوا بگریستند
خلق ملتاں مرد و زن مویہ کناں و موکناں — کو بکو و سو بسو و جا بجا بگریستند
از خروش گریہ و بانگ دہل شب کس نخفت — بس کہ در ہر خانۂ اہلِ عزا بگریستند
ور ازاں بند بلا ناگہ اسیرے باز گشت — روئے او دیدند ہر کس بے ریا بگریستند

گریہ چنداں شد کہ موج دیدہ از جیحوں گزشت
حالِ من ایں بود حال دیگراں تا چوں گزشت

دست مالم یا خود از دنداں کنم بازو کبود — یا بپوشم جامہ زیں مینائے چوں مینو کبود
ہم سیاہے شد ز ہند و ہم سفیدی شد ز ترک — بس کہ می پوشد کنوں ہم ترک ہم ہندو کبود
نیلگر را خود عروسے شد بخانہ بس کہ شد — برمثال نوعروسے در عزائے شو کبود
خوبرویاں را کہ پیشانی زدند و خوں گریست — زیر ابرو سرخ شد بالا تر از ابرو کبود
بس کہ می کندند مو از فرق نازک سر بسر — شد ز آزارِ چناں کندن تہ ہر مو کبود

موئے سر تا چند ازیں غم زار و گریاں برکنم
ایں تن چوں موے بارے از سر جاں برکنم

وہ کہ دل یکبارگی خوں شد برائے دوستاں — آہ ازاں جمعیت راحت فزائے دوستاں

بسکه خون بے بها خورده است خاک از دوستان
واجب است از خاک جستن خونبهائے دوستان

خسروا هر بار میگوئی فراخواهم درید
جامهٔ جان تا بدامن در عزائے دوستان

جان که صد جا پاره شد از غم کجا باشد روا
پارهٔ را پاره کردن از برائے دوستان

دوستان رفتند از بهر که میگوئی سخن
ختم مطلق کن سخن را از برائے دوستان

یاد میکن رفتگان را خاصه در حال دعا
کت برحمت یاد بنماید مگر دال دعا

یارب آن خورشید رحمت نور در جان بادشان
جان ز فیض نور چون خورشید تابان بادشان

بود شان در روز هیجا خانِ اعظم پیشوا
پیشوائے جنت الفردوس هم خان بادشان

تشنگانے را که جانها شان زبے آبی برفت
بر سر از ابر کرم هر لحظه باران بادشان

بستگانے را که دشواری برایشان دیر ماند
یارب امید رهائی زود آسان بادشان

وانچه باقی مانده اند وزان بلا باز آمده
فضل یزدان بادشان احسان سلطان بادشان

چون محمد رفت شه را عاقبت محمود باد
کیقبادش اسعد و کیخسروش مسعود باد

مرثیه امیر حسن

دیرباز است تا سپهر ستمگر اگرچه مدتے عقد موافقت می بندد و عهد مصادقت می پیوندد برمی گردد و روزگار ناسازگار اگرچه رسم رضا می نهد و وعدهٔ وفا می دهد درمیگذرد

آسمان شوخ چشم کہ مردمک مردمی او بجنس خساست معیوب است اگرچہ اول چوں مستاں بے آنکہ ہیچ
کرمے باعث باشد چیزے می بخشد ولیکن آخر چوں طفلاں بے آنکہ ہیچ خیانتے مانع آید
بازمی ستاند عادات و معہودات زمانۂ جافی ہمبریں منوال چہ بتجارب وچہ بتسامع دیدہ
وشنیدہ آمدہ است کہ ہر کرا چوں ماہ برآمدہ می بیند میخواہد کہ روے کمال اورا بداغ
نقصان سیاہ کند و ہر کرا چوں ابر برسر آمدہ می یابد دراں می کوشد کہ جوہر اورا پارہ
پارہ در اطراف آفاق پراگندہ کند دریں باغ حیرت و بستان حسرت چنانکہ ہیچ
گلے بے خار نرست ہیچ دلے از خار خار نرست اے بسا سبزۂ نورستہ کہ از خزاں آفت
درمقام لطافت زرد روئے ماندہ واے بسا نہال نوخاستہ کہ از تندباد اجل درخاک
زمیں پہلو نہادہ ؎

در باد خزاں بیں کہ چہ حد سردی کرد　　　برسرو جواں چہ ناجوانمردی کرد

یکے از امثال ایں تمثیل واقعہ خسرو ماضی قاآن ملک غازیست انار اللہ برہانہ
وثقل بالحسنات میزانہ روز آدینہ سلخ ماہ ذی حجہ سنہ ثلث وثمانین وستمایۃ (۶۸۳)
کہ ماہ چوں مہر در دل کافر ہیچ جا پدید نبود آفتاب بمصاحبت لشکر اسلام تیغ زناں
برآمد وشہزادہ اعظم کہ آفتاب آسمان ملک بود نورانیت غزا در غرۂ غرائے او
لایح و جہد افراط جہاد در ضمیر منیر او ثابت پائے مبارک در رکاب آورد و شابانہ بررائے
مشکل کشائے عرضداشتند کہ ایتمر باتمامی لشکر بسہ فرسنگی فرود آمدہ است چوں
بامداد شد بر عزیمت کوچ ازاں مقام نہضت فرمود و بیک فرسنگی آں لاعین پیش
باز آمدہ بموضع مصاف در حدود باغ سرپر برکرانۂ آب لاہور اختیار کرد۔ چنانچہ
متصل آب دیہی بزرگ بود آنرا حصن حصین ساخت وصورت بست کہ چوں کفار

لہ سرپر یا پیرو

مقابل شوند ہر دو آب درعقب لشکر باشد تا نہ ازیں حملہ کسے رو بفرار تواند نہاد و نہ از اں مخاذیل ساقۂ لشکر را آفتے تواند رسید والحق آں اختیار از غایت حزم و نہایت کاردانی اُن خان جہاں ستاں بود اما چوں قضائے بد میرسد سررشتۂ ہمہ مصالح در تاب میرود و سلک ہمہ تدبیرہا از انتظام می شود ؎

ہر کرا از بخت بد رہ او فتد　　کار او درکام بدخواہ او فتد

بخت چوں دیوانہ از رہ گم شود　　عقل چوں شب کور در چاہ او فتد

قضارا آں روز ماہ و آفتاب کہ نسبت بہ ملوک دارند نشانۂ ماہی آویختہ بودند و مریخ کہ در سرخروئی او ہمہ از خون اعیان مملکت است ہمہ از ترکش آں برج خدنگ خذلان لطعانہ طغیان می کشاد خان جوزا کمر را کہ اسدے بود از برج آبی خانۂ خوف وخرابی و دلائل فتن و محایل فتور بریں نوع ظاہر و باہر و رمز و اشارات جاءالقضاء ضاق القضاء در سیاق اوراق تحریر افتاد۔

القصہ نیمروز است کہ سوار چرخ در ولایت نیمروز رسید و روز آں شاہ گیتی فروز را وقتِ زوال نزدیک شد ناگاہ گروہے از سمت آں کفرہ پدید آمد خان غازی ہماں زمان سوار شد و مثال داد کہ تمامی خیل و خدم و حاشیہ وحشم او بر قضیۂ اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً صفے صد بار قوی تر از سد سکندر برکشیدند بعد از ترتیب میمنہ و ترکیب میسرہ بذاتِ عالی صفات در قلب گاہ چوں در جمع کواکب ماہ بجا دایستاد و کفار تتار علیہم الخذلان والخسران از آب لہاور عبرہ کردند و مقابل صف اسلامیان درآمدند ازیں وحشیان خرابی دوست بیاباں زادہ پرہائے بوم برسرہائے شوم خود نہادہ و غزات اسلام از ملوک ترک و خلج و معارف ہندوستان

وسایر سپاہی در نماز گاہ معرکہ از اں جہت کہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد را باصلوٰۃ نسبت فرمود کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر تکبیر گویان دست بر آوردند و در اول حملہ چندیں زبردستان را از خیل مغل زیر تیغ گزرانیدند و نیزۂ ملوک درگاہ در اعضائے اعدا چناں می نشست کہ نیزہ وار از بالائے ہر یک خون بر می خاست و شست ترکان خاص در تیر تافتن چناں می بود کہ جامۂ بود براہل تتار تار تار می شد۔ ؎

در اول تگ خدنگ شہ جست	گشتند تتاریاں ہمہ پست

خدایگان شیر دل شمشیر زن با شمشیرے چوں عقیدت خود صاف از میان مصاف ہر بار کہ حملہ می آورد شمشیر گوئی دراں حرگاہ بر شمایل آں شاہ می لرزید و ہمہ تن زبان شدہ باوی می گفت کہ امروز دفع ایں ملاعین بہ بندگان دولت حوالہ کن و بنفس نفیس خود حرکت مفرمائے کہ شمشیر دو رویہ است و تیغ اجل را ز خمے بے محابا نتواں دانست کہ از تقدیر قادر بر کمال بکہ رسد من از عین الکمال چشم می زنم۔ ؎

مرو تا خاک تو بر چشم بندم	مکن کز چشم بد اندیشہ بندم
فلک روئے چناں روشن ندیدہ است	من از دیدہ براں آتش سپندم

تا زمانے کہ در میدان سیر غزا و رسوم ہیجا با قامت میر سانید ہر یک از اسلحہ بزبانِ حال در مقال آمدہ نیزہ می گفت کہ شاہا امروز دستِ از من کوتاہ کن کہ زبان سنان من از بسیاری جدال و قتال کند شدہ و مرا در روئے خصم مجال طعن نماندہ مبادا کہ برہم و حرکت پریشان از من بظہور آید و تیر می گفت اے عقد شست تو عقدہ جوزا بر کشادہ بقصد ایں عندہ پیش مرو من خود در رفتن مہلکہ خاک بر سر

میکنم نباید تنگ چشم فلک کہ بر بام پنجم است و بر در خانۂ ہشتم در گوشۂ کمین از کمان کید و کین بر سبیل جسارت وجفا بر تو خدنگ خطا رواں کند، و کمند می گفت کہ امروز سر رشتۂ تدبیر از دست تفکر نمی باید داد کہ من ازیں جنگ بے درنگ و رزم بے حزم تو بر خود می پیچم ساعتے توقف کن کہ اسلام و اسلامیان چوں طناب بر بستۂ خیمۂ نعم تواند اللہ اللہ با ایں طائفہ رسم طناب اندازی را چندیں اطناب مدہ

من برغبت پیش تو سر بر طناب آوردہ ام

تو کمند از زلف اندازی کمند انداز من

فی الجملہ آں شاہ دیں پناہ کفر کاہ بہمہ قلب سپاہ باایں گروہ گمراہ از نیم روز تا شامگاہ غزوے بے اجبار و اکراہ میکرد و غوغائے غالبان وغا و غلیان طالبان غزا گوش گیتی و اصماغ سماکر گردہ زبانہائے آتشیں کہ از سرنیزہ غزا مغز می خاست و زباں ہائے تیغ کہ در گذاردن پیغام اجل یک حرف خطا نمیکرد دراں قیامت ہمہ بدیں آیہ رواں بود کہ یوم یفر المرءُ من اخیہ پشت زمیں چوں چشم پیران بصر بباد دادہ پر خوں، و روئے آسمان چوں فرق پسران پدر گشتہ پر گرد

آہن شمشیر چوں آتش چہ تابی اے پدر

یا مرا داغ یتیمی بر جگر خواہی نہاد

ہم درعین ایں عناد اثنائے ایں آشوب و بلا ناگاہ تیرے از شست قضا بربال آں شہباز فضائے غزا رسید و مرغ روح از قفس قالب آنحضرت بجانب گلشن وروضۂ رضوان نقل کرد اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ہماں زماں پشت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چوں دل یتیماں زار شکست و سد ملت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم

چو گورِ غریباں پست بیفتاد و اعتضادوے کہ بازوے ملک را بود از دست بشد و اعتمادی کہ بیضۂ اسلام داشت از جائے برفت راست وقت غروب آفتاب عمر آں شاہ کہ آفتابش زرد شدہ بود بمغرب فنا فرو رفت و گردوں بر شعار سوگواراں جامہ در نیل زدہ و اشک سیارہ بر اطراف رخسارہ رواں گردیدن گرفت، زحل بر وقف قضائے وفا و شرط عزا کسوت سیاہ گردانید و از مرگ او بر اہل ہندوستان نوحہ می کرد، و مشتری بر دریغ آں اندام گرد اندود قبائے خون آلود و دراعہ چاک میکرد و دستار بر خاک می زد، و مریخ کہ دستِ قوت او چوں چشم ترکاں و روئے معیشت او چوں جعد زنگیاں تنگ و تاریک باد از تاسف آں خار خار کہ در دل خوں انگیخت چوں حوت در پیش آفتاب و چوں حمل در قبضۂ قصاب می طپید، و آفتاب از شرم آنکہ چرا در دفع ایں حادثہ و قمع ایں واقعہ نکوشید بر نیامد و در زمین فرو شد، و زہرہ چوں دید کہ اجرام از چنگ ایام چہ زحمت یافتند زاد فی الطنبور نغمہ دف را ورق بگردانید و سماع در پردۂ دیگر آغاز کرد و بر وفاتِ آں شاہ بندہ نواز خود بجائے ساز نالیدن گرفت، و عطارد کہ در غزوات و فتوحات بر موافقت کاتب فتحنامہا در قلم می آورد، دراں نظم سم از سواد دوات خود روئے سیاہ می کرد و از اوراق دفترِ خویش پیراہن کاغذیں می پرداخت، و ماہ حالے در صورت ہلالے با قامت منحنی دراں قیامت زمین سر بر دیوار و در افق میزد و مراتب مراثی نگاہ می داشت. نظم

روئے بخاک می نہی وہ کہ چنیں نخواہمت ماہِ زمانۂ مرا زیر زمیں نخواہمت
گر بشکار میروی جان منست خاک تو خلوت خاک خوش بود جان من ایں نخواہمت

حق تعالیٰ و تبارک روح مطہر و مطیب آں شاہزادۂ غازی را بمدارج اعلیٰ

ومراتب والا برساناد ودمبدم جام مالامال تجلی جمال وجلال خویش بخشاد وہر شفقت ومرحمت وعاطفت وتربیت کہ درحق ایں شکستہ بیکس داشت سبب مزید درجات ومحو خطیات او گرداناد۔ آمین یارب العالمین۔“

یہ نظم ونثر دونوں مدتوں اس زمانہ کے اہلِ علم کی صحبتوں میں پڑھی جاتی اور مقتولین کے عزیزوں کو رُلاتی رہی ہیں۔

امیر خسرو کی نظم خواجہ حسن کی نثر سے صاف اور واضح تر ہے۔ ہر زمانہ کا ایک خاص طرزِ تحریر ہوتا ہے جس کی پابندی ایک حد تک ہر شخص کو کرنی پڑتی ہے۔ امیر حسن کی نثر میں بجائے واقعات کے زیادہ تر زور عبارت آرائی پر دیا گیا ہے جو اس زمانہ کے مذاق کے مطابق نہیں ہے۔ امیر حسن کی نظم کی صفائی اور سادگی اور فوائد الفواد کی نثر کی روانی دیکھ کر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ انہوں نے یہ طرزِ تحریر اوائل عمر میں اختیار کیا تھا اور آگے چل کر اُسے ترک کر دیا۔ سلطان محمد کی شہادت اور اس کی علمی اور ادبی مجلس کے درہم برہم ہوجانے کے بعد ملتان میں قیام کی کوئی وجہ نہ تھی۔ امیر خسرو اور امیر حسن دونوں دہلی چلے آئے۔ سلطان محمد کے حادثہ نے سلطان غیاث الدین کو زندہ درگور کر دیا تھا، اگرچہ بادشاہ اپنی شکستہ دلی اور رنج وغم کو چھپانے کی بہت کوشش کرتا تھا مگر اندر ہی اندر اس غم میں گھلتا جاتا تھا۔ دہلی پر مردہ دلی اور افسردگی کی ایک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ فضا عموماً شعر وشاعری کے مناسب اور موافق نہیں ہوتی چنانچہ ملتان سے آکر امیر خسرو اپنے وطن پٹیالی اور امیر حسن دہلی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ سلطان محمد کے حادثہ پر پورے تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان غیاث الدین کا ۶۸۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

اگرچہ سلطان غیاث الدین کی وصیت یہ تھی کہ اس کے بعد "خان شہید" کا بڑا بیٹا کیخسرو پادشاہ ہو، مگر امرائے دولت اور اعیان سلطنت نے سلطان کے دوسرے فرزند بغرا خاں کے بیٹے کیقباد کو جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی پادشاہ بنایا۔

یہ شہزادہ بقول مولانا ضیاء الدین برنی کے طبعاً سنجیدہ، خوش اخلاق اور خوبصورت تھا، شعر و سخن سے اسے مناسبت تھی۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام کیا تھا۔ رات دن استاد، اتالیق اسے گھیرے رہتے تھے۔ شراب اور عورتوں کی صحبت سے سختی کے ساتھ روکا جاتا تھا۔ بعض طبیعتوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے جتنا زیادہ روکے جاتے ہیں اسی قدر اس کے دلدادہ اور فریفتہ ہوتے جاتے ہیں۔ کیقباد انہیں لوگوں میں تھا۔ ایک وسیع اور بنی بنائی سلطنت کا مالک ہو کر ایسا بدمست اور سرشار ہوا، اور اس طرح عیش و عشرت میں پڑ گیا کہ اسے دین و دنیا کا ہوش نہ رہا۔ اس کے دیکھا دیکھی وہ امرائے دولت اور اعیان سلطنت جو اب تک سطوت بلبنی کے ڈر سے اس قسم کے جذبات کو روکے ہوئے تھے کھل کھیلے۔ اور ہر طرف خوبرویوں کے جمگھٹے، اور شراب، و کباب کی صحبتیں قایم ہو گئیں۔ شہر میں ایسے جلسے خاطر خواہ نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے پادشاہ نے "لعل کوشک" چھوڑ کر "کیلوکھری" میں جمنا کے کنارے ایک عالیشان قصر اور باغ تیار کرایا، اور اپنے مصاحبوں، خاصوں اور ملازمین کے ساتھ وہاں رہنا شروع کیا، اور تمام ملک کے چیدہ اور برگزیدہ مطرب اور تقوی و توبہ شکن شاہد آ کر اس پرستان میں جمع ہو گئے۔ مسجدیں ویران اور میخانے

آباد ہو گئے۔ اس عیش اور کامرانی میں جہانداری اور جہانبانی کا کسے خیال تھا۔ ملک کا تمام نظم و نسق ملک نظام الدین نامے ایک امیر کے ہاتھ میں تھا، نظام الدین کا خسر اور چچا ملک الامرا فخر الدین دہلی کا کوتوال اور اس کی بیوی پادشاہ کی مُنہ بولی ماں تھی۔ غرض کہ اندر باہر کُل کا مختار ملک نظام الدین تھا۔ ملک نظام الدین کے متعلق مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا عالی ہمت، قدر دان علم و ہنر، مردم شناس اور مخیر تھا۔ مگر دنیا کی طمع نے اسے اندھا اور بہرا کر دیا تھا۔ اور وہ اس وقت اس فکر میں تھا کہ کسی طرح معز الدین کا کام تمام کر کے خود پادشاہ ہو جائے۔ اس منصوبہ سے خاندان بلبنی کے ارکان اور اس خاندان کے ہوا خواہ منتشر و متفرق اور نیست و نابود کیے جا رہے تھے کیخسرو خان شہید کا بڑا بیٹا جسے سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا مع اپنے ساتھیوں کے ملتان سے آتے ہوئے رہتک میں جانوروں کی طرح ذبح کرا دیا گیا۔ خواجہ خطیر سا نیک نام وزیر اور امرائے دولت کی ایک بڑی جماعت معزول، معطل اور منتشر ہو گئی۔ اس اثر اور قوت کے زمانہ میں ایسے لوگوں کے لیے جو "خان شہید" کے نمک خوار رہ چکے تھے اور اس کے خاندان کی ہوا خواہی کا دم بھرتے تھے کیا گنجائش تھی۔ امیر خسرو اور امیر حسن اُسی زمرہ کے لوگوں میں تھے جن سے ملک نظام الدین کھٹکتا رہتا تھا۔ اس لیے معزی دربار کے ابتدائی نقشہ سے یہ دونوں درخشاں تصویریں غائب ہیں۔ اس زمانہ میں امیر خسرو نے "خاں جہاں" نامی ایک امیر کی ملازمت اختیار کر لی، اور امیر حسن بھی ممکن ہے کہ کسی امیر کے مصاحب ہو گئے ہوں لیکن

نہ وہ خود اسبارہ میں کچھ کہتے ہیں اور نہ کسی تاریخ یا تذکرہ سے اس کا پتا چلتا ہے۔
سلطان معزالدین کی غفلت اور ملک نظام الدین کی بے اعتدالیوں او
اُمرائے ملک کی تباہی کا حال جب سلطان معزالدین کے باپ بغرا خاں کو جو
پہلے لکھنوتی کا گورنر اور معزالدین کے بادشاہ ہو جانے کے بعد وہاں کا خود مختار
فرمانروا ہو گیا تھا۔ معلوم ہوا تو وہ ایک طویل خط و کتابت کے بعد ایک کثیر جمعیت
کے ساتھ بیٹے سے ملنے اور اُسے سمجھانے کے لیے لکھنوتی سے چلا۔ قرار یہ پایا کہ
باپ بیٹے اودھ میں آکر ملیں۔ اس قرارداد کے مطابق باپ اپنے خدم اور حشم
کے ساتھ اودھ پہنچکر دریائے سرجو کے ایک کنارے پر اور بیٹا اپنے لاؤ لشکر
کے ساتھ دوسرے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ طویل گفت و شنید اور قاصدوں کی
آمد و رفت کے بعد یہ طے پایا کہ باپ دریا عبور کر کے بیٹے کی قیام گاہ میں آئے
اور وہ تمام آداب اور مراسم بجالائے جو بادشاہ دہلی کے شایان شان ہیں۔
باپ نے فطری محبت اور مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ سب ذلتیں سہنا
قبول کیا۔ بیٹے کا دربار نہایت تزک و احتشام اور شان و شوکت سے مرتب
کیا گیا۔ بغرا خاں حسب قرارداد داخلہ کے دروازہ سے پاپیادہ سراپردہ میں داخل
ہوا' اور "زمین بوس" کے مختلف مقامات پر آداب بجالاتا ہوا بیٹے کے سامنے
آیا۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر بیٹے سے نہ رہا گیا۔ بیتاب ہو کر تخت سے اترا اور
باپ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ بعد اصرار اور تپاک سے اسے تخت پر بٹھایا' اور
خود زانوئے ادب تہ کر کے اُس کے سامنے بیٹھا۔ چند روز باہم ملاقاتوں اور جشنوں کے
سلسلے جاری رہے۔ بغرا خاں نے بیٹے کو ملک داری اور جہانبانی کے متعلق

بہت سی نصیحتیں کیں اور اشارۃً اور کنایتہً سمجھا دیا کہ ملک نظام الدین کا وجود اس کی سلامتی اور بقا کے لیے سخت مضر اور خوفناک ہے۔ معز الدین چند روز باپ کی نصیحتوں کا پابند رہا۔ شراب و کباب اور رقص و سرود کے جلسے چند روز موقوف رہے مگر یہ کمبخت عادتیں جب راسخ ہو جاتی ہیں تو ان کا چھوٹنا دشوار بلکہ محال ہو جاتا ہے۔ ذرا سی تحریک سے معز الدین کی توبہ ٹوٹ گئی اور پھر وہی عیش کی راتیں اور عشرت کے دن لوٹ آئے۔ سلطان معز الدین نے اگرچہ چند ہی روز میں باپ کی سب نصیحتیں بھلا دی تھیں مگر باپ کی درد انگیز اور عبرت خیز ملاقات کی یاد تازہ تھی اور چاہتا تھا کہ اس کے تمام واقعات نظم کے پیرایہ میں آجائیں۔ ملک نظام الدین اگرچہ ابھی تک زندہ تھا مگر اس کا درباری اثر زائل ہو چکا تھا اس لیے لوگوں نے اس کام کے لیے امیر خسرو کا نام لینے کی جرأت کی۔ ہمارا قیاس یہہ ہے کہ امیر خسرو اس زمانہ میں خان جہاں کے ساتھ اودھ ہی میں تھے اور وہ باپ بیٹے کے اتحاد اور مصالحت پر ایک قصیدہ بھی لکھ چکے تھے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

زہے ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
پسر پادشاہے پدر نیز سلطاں کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد

معز الدین نے اس مشورہ کے مطابق امیر خسرو کو بلا کر یہ کام ان کے سپرد کیا اور امیر موصوف نے چھ مہینے کے اندر مثنوی "قران السعدین" تمام کی۔ اس زمانہ میں امیر حسن کا کہیں پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں اور کس شغل میں تھے۔ بظاہر ان کا کوئی تعلق دربار شاہی کے شعراء یا ندماسے نہ تھا۔ خود امیر خسرو کا تعلق

معزی دربار کے ساتھ ایک سال سے زیادہ نہیں رہا۔ کیونکہ ۶۸۶ھ ہجری میں "قران السعدین" کا کام ان کے سپرد ہوا اور ۶۸۹ھ میں سلطان معز الدین تین سال اور چند ماہ حکومت کرکے مرگیا۔ سلطان معز الدین کے مرنے کے بعد تین چار مہینے کے اندر ہی ترکوں کی ترکی تمام ہوگئی اور خلجیوں کا ستارہ چمکا۔

خلجیوں میں پہلا تاجدار سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر (۷۰) سال کی تھی۔ یہ بادشاہ مکارم اخلاق، دینداری، جوانمردی، علم و بردباری، عدل گستری میں اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ شعر و سخن کا قدردان اور خود بھی شعر کہتا تھا۔ صاحب "منتخب التاریخ" نے اس کے یہ شعر نقل کیے ہیں ؎

ای زلف پریشانت ژولیدہ نمیخواہم　　وان روئے چو گلنارت تفسیدہ نمیخواہم
بے پیرہنت خواہم یک شب بکنار آئی　　ہاں بانگ بلند است ایں پوشیدہ نمیخواہم

گوالیار کے محاصرہ کے زمانہ میں وہاں ایک عالیشان گنبد بنوایا تھا اور اس کے کتبہ کے لیے خود یہ رباعی تصنیف کی تھی۔

مارا کہ قدم بر سر گردوں ساید　　از تودۂ سنگ و گل چہ قدر افزاید
ایں سنگ شکستہ زاں نہادیم درست　　باشد کہ دل شکستہ آسایَد

یہ رباعی سعد منطقی اور دوسرے درباری شعراء کو سنائی اور ان سے چاہا کہ اسکے عیب و صواب بیان کریں۔ درباری شعراء سے بجز تعریف اور توصیف کے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ میری خاطر سے ایسا کہتے ہیں۔ اس رباعی میں جو خامیاں رہ گئی ہیں انہیں میں خود ایک دوسری رباعی سے رفع کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد یہ رباعی کہی۔

باشد کہ درایں جا گزر کس باشد کش خرقہ ردائے چرخ اطلس باشد
شاید کہ زمین قدم میبوسش یک ذرہ بما رسد ہماں بس باشد

صاحب تاریخ "فیروز شاہی" لکھتے ہیں کہ "جلال الدین کی لطافت طبع اور شناخت ہنر کی اس سے بہتر اور روشن تر دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے امیر خسرو پر جو شعرائے اولیں و آخرین کے سر دفتر ہیں، اپنے عرض ممالکی کے زمانہ میں خاص توجہ مبذول کی تھی اور بارہ سو تنگہ جو اُن کے والد کی مواجب تھی ان پر جاری کردی تھی اور خلعت گھوڑا اور انعام اپنی طرف سے دیا تھا' ان کے حال پر بیحد نوازش اور مہربانی اور عنایت کرتا تھا۔ بادشاہ ہونے پر انہیں اپنا مقرب اور مصحف دار بنایا' اور جو خلعت امرائے عظام کے لیے مقرر تھا وہی امیر خسرو کے لیے مقرر کیا اور اسی بنا پر ان کے نام کے ساتھ امیر کا خطاب مستعمل ہونے لگا سلطان جلال الدین کے ہم صحبت اور ہمنشین اس زمانہ کے چیدہ اور منتخب لوگ تھے مثلاً ملک تاج الدین کوچی' ملک اعزالدین غوری' ملک قیر' ملک نصرت صباح ملک چیپ' ملک کمال الدین ابو المعالی' ملک نصیر الدین کہرامی' ملک سعد الدین منطقی یہ لوگ ظرافت و لطافت طبع میں مشہور روزگار تھے۔ طبقۂ ندما میں تاج الدین عراقی' امیر خسرو' موید جاجرمی' پسر ابیک دعاگو' موید دیوانۂ صنعت عالی، امیر ارسلان کلاہی' اختیار باغ اور تاج خطیب سے انشاء پرداز دانشور' مورخ اور آداب داں لوگ شریک تھے۔ امیر خسرو روز نئی نئی غزلیں کہہ کر لاتے تھے' بادشاہ کو ان کے کلام کے ساتھ ایک قسم کی شیفتگی ہوگئی تھی وہ امیر موصوف کو بے شمار انعام اور اکرام دیتا تھا سلطان کے

دربار کے غزلخواں، ساقی، اور مطرب بھی ایسے ہی مشہور و معروف اور بے مثل لوگ تھے۔ غرضکہ سلطان جلال الدین کی یہ صحبتیں ایسی پر لطف اور دلکش ہوتی تھیں کہ دنیا میں ان کی مثال کا ملنا مشکل تھا۔"

اس دلکش اور لطف انگیز مرقع میں کہیں امیر حسن کی صورت نہیں نظر آتی اور نہ کہیں ان کا نام ملتا ہے۔ البتہ علامہ بدایونی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "امیر خسرو سلطان معز الدین کے انتقال کے بعد سلطان جلال الدین کے ہمنشین ہوئے، شاہی قرآن ان کی تحویل میں رہتا تھا اور ہر سال ایک بھاری خلعت پاتے تھے۔ اسی طرح امیر حسن بھی اس کے ندیموں میں داخل تھے۔" علامہ موصوف نے امیر حسن کے ندما میں شریک ہونے کا واقعہ معلوم نہیں کہاں سے لیا ہے۔ ضیاء الدین برنی جو امیر حسن کے بے تکلف دوست اور بے حد مداح ہیں، اور جنھوں نے سلطان جلال الدین کے ساقیوں، غزلخوانوں اور مطربوں کا نام بنام ذکر کیا ہے۔ اپنے دلی دوست امیر حسن کے ندما میں شریک رہنے کے واقعہ کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے، علاوہ اس کے ان کے کسی دیوان میں جلال الدین کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا، اس لیے ہمارا رجحان اسی طرف ہے کہ امیر حسن کو سلطان جلال الدین کے عہد میں بھی شاہی دربار تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا اور ان کا تعلق بدستور لشکر شاہی سے رہا۔ ان کے اس تعلق کا پتا ان کی کتاب "فوائد الفواد" کے مختلف مقامات سے چلتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اب میں نے لشکر ہی میں رہنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ آج میں آٹھ مہینے کی غیر حاضری کے بعد (حضرت سلطان المشائخ کی) دولت پابوس

سے مشرف ہوا۔ غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ میں دیوگیر کے لشکر کو گیا ہوا تھا۔
تیسری جگہ شمس دبیر کے ذکر میں کہتے ہیں کہ جس سال سلطان غیاث الدین لکھنوتی گئے تھے میں بھی لشکر میں تھا اور شمس دبیر جو میرے قرابتدار ہیں وہ بھی اسی لشکر میں تھے۔ میرا ان کا خشکی اور تری میں ساتھ رہا۔ کھانا پینا بھی ایک ساتھ تھا۔
چوتھی جگہ ۱۶؍۷۱۸ھ کی ایک صحبت میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جو شخص لشکر میں جاتا ہے اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو خدمتگار کو وصیت کر جائے کہ وہ اسے وہیں دفن کر دے نعش کو دور و دراز مقامات سے شہر میں لانا نہایت بیہودہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ یہی مناسب ہے۔ ایک جگہ اپنے افلاس کے ضمن میں فرماتے ہیں ؎

اکنوں کہ وقت لشکری آمد چہ ساں روم
اسپم گرو، سلاح گرو، چارپا گرو

غرضکہ ان اقتباسات اور شاہی لشکر کے ساتھ جانے آنے سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ انہیں فوجی خدمات سے کوئی تعلق تھا خواہ وہ زمرۂ اہل سیف میں ہوں یا اہلِ قلم میں۔ قدیم زمانے پر منحصر نہیں ہے اس زمانہ میں بھی ہر فوج اور لشکر کے ساتھ اہل قلم کی ایک جماعت کا رہنا لازم ہوتا ہے۔
سلطان جلال الدین کو علاء الدین اس کے داماد اور بھتیجے نے کڑاے میں بلا کر نہایت بیرحمی اور دغا سے قتل کرا دیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین برنی نے علاء الدین کے عہد کے دس عجائبات بیان کیے

ہیں۔ دسواں جسے وہ "اعجب العجائب" کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ ہے کہ "بعنیر علاء الدین کے ارادہ اور اہتمام کے اس کے عہدِ حکومت میں ہر قوم کے بزرگ اور ہر علم کے استاد اور ہر ہنر کے ماہر اس قدر جمع ہو گئے تھے کہ دار الملک دہلی رشک بغداد غیرت مصر اور ہمسر قسطنطنیہ ہو گیا تھا۔ مولانائے موصوف نے اس زمانہ کے مشائخ، علماء، سادات، واعظین ماہران فن قرأت، ندما، مورخین، اطبا، منجمین اور سرود گویوں اور شعرا کا بہ تفصیل ذکر کیا ہے۔ طبقۂ شعرا میں پہلا نام امیر خسرو کا اور دوسرا نام امیر حسن صاحب تذکرہ ہذا کا ہے۔ اس کے بعد صدر الدین عالی فخر الدین قواس حمید الدین راجہ، مولانا عارف، عبید حکیم، شہاب انصاری، اور صدر بستی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کا نظم و نثر میں ایک خاص انداز اور مخصوص طرز تھا اور سب صاحب دیوان تھے۔ امیر خسرو سے شعرا اگر سلطان محمود غزنوی یا سنجر سلجوقی کے عہد میں ہوتے تو معلوم نہیں ان کو کتنی جاگیریں ملتیں اور کیا کیا عزت اور توقیر کیجاتی مگر سلطان علاء الدین ایسے نادر روزگار شعراء کو صرف ایک ہزار تنکہ مواجب "دیوان عرض" سے دیتا تھا اور ان کی کوئی خاص عزت یا احترام نہیں کرتا تھا۔ باوجود اس بے پروائی اور بے التفاتی کے خدائے تعالیٰ نے اس کے عہد کو ایسے انجوبہ روزگار استادوں اور ہنرمندوں کی ذات سے مزین اور آراستہ فرمایا تھا۔ غرضکہ سلطان علاء الدین ہی کا عہد ایسا عہد ہے جس میں امیر حسن کو شاہی دربار سے تعلق رہا۔ ان کے دیوان میں اسی بادشاہ اور اوس کے اعزہ کی مدح میں قصائد اور قطعات ملتے ہیں۔ کسی دوسرے بادشاہ کی

مدح میں ایک شعر بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خود جا بجا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ؎

حسن را از غم و اندیشہ و رنج و محن بودے
زباں ساکت، قلم ساکن، معانی کم، سخن کمتر
کنوں مے بیمنت از جاہ وجود و بذل و عدل شہ
سخن بسیار، وفضل افزوں، و شعر آساں سخن ازبر

حسن کیں آستان کہف عصمت یافت در عالم
کمینہ مادح وکمتر سگ ایں آستاں بادا

جانِ من بندہ حسن شاداں ز جاں بخشی شاہ
حرز جان خویش کردم مدح ایں درگاہ را

بندہ حسن چو از کرم شاہ قایم است
اول دعائے شاہ کند پس دعائے خویش

حسن دورِ سخن بر پادشہ نوش | کہ ایں معنی دریں دوراں تو داری

ایں روز خوش کہ دارم در دور شاہ حقا | ہرگز شبے زمانہ ننمود جز بخوابم

سلطان علاء الدین کہ باد از حق نظرہا سوئے او
الحق زچشم مرحمت دارد نظرہا سوئے من
چونانکہ من بندہ شدم درگاہ شاہنشاہ را
گیتی غلامم می شود ترک فلک ہندوئے من

سُلطان علاء الدین نے تقریباً اکیس سال حکومت کرنے کے بعد ۷۱۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کے انتقال سے سلطنت کا تمام نظم ونسق درہم برہم ہوگیا۔ ملک کافور نے جس کا خطاب "ملک نائب" تھا اور جو سلطان علاء الدین کا بڑا معتمد علیہ اور قوی ہوگیا تھا، امرائے دولت کو جمع کر کے علاء الدین کا ایک وصیت نامہ پیش کیا جس میں خضر خاں اپنے بڑے بیٹے کو ولیعہدی سے علٰحدہ کرنے اور اس کی جگہ شہاب الدین اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کی عمر پانچ چھ سال کی تھی ولیعہد مقرر کرنیکا ذکر تھا۔ امرائے دولت نے کچھ اس جعلی وصیت نامے اور زیادہ تر ملک کافور کے اقتدار سے مرعوب ہو کر شہاب الدین کی بادشاہی قبول کی اس طور سے سلطنت کا تمام کاروبار ملک کافور کے ہاتھ میں آگیا۔ ملک کافور اپنے چند روزہ اقتدار کو نہایت بُری طرح اور بیحد ظالمانہ طریقہ سے کام میں لایا۔ خضر خاں کو جو گوالیار کے قلعہ میں علاء الدین کی زندگی میں محبوس تھا اندھا کرادیا اور خضر خاں کی ماں "ملکہ جہاں" کو قید کردیا اور اس کا تمام زر و زیور چھین لیا۔ سلطان علاء الدین کے دوسرے بیٹے شادی خاں کی جو نہایت خوبصورت نوجوان تھا اپنے حجام کے ذریعہ سے دونوں آنکھیں نکلوالیں۔ صرف مبارک خاں تیسرا بیٹا رہگیا اسے ایک حجرہ میں بند کر کے کچھ لوگ اس غرض سے بھیجے کہ اسے بھی اندھا کردیں

شہزادہ ان لوگوں کو آتا دیکھ کر ان کا مقصد سمجھ گیا۔ اس کے گلے میں جواہرات کا ایک بیش بہا ہار تھا وہ ہار اس نے پیش کر کے ان لوگوں کے نذر کیا اور وہ احسانات انہیں یاد دلائے جو سلطان علاء الدین نے ان کے ساتھ کیے تھے۔ ان لوگوں کو رحم آگیا۔ اور وہ مبارک خاں کو اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے۔ ملک کافور جیسے خاندان اور اطراف علائی کی قلع قمع کی فکر میں کر رہا تھا۔ اور اس سے غافل تھا کہ قضا و قدر خود اس کی فکر میں ہے۔ پائیکوں کی ایک جماعت نے رات کے وقت ملک کافور کی خوابگاہ میں داخل ہو کر اس خواجہ سرا کا خاتمہ کر دیا اور صبح مبارک خاں کو قید سے نکال کر پہلے سلطان شہاب الدین کا نائب اور دو سال کے بعد بادشاہ بنا دیا۔ بادشاہ ہو کر اس نے اپنا خطاب سلطان قطب الدین قرار دیا۔ یہ دو سال کا زمانہ ایسے ہنگامے اور پریشانی کا تھا کہ اس میں کسی سے علم پرستی اور علم نوازی کی کیا امید ہو سکتی تھی۔ البتہ سلطان قطب الدین کی تخت نشینی کے بعد ایک گونہ سکون کی صورت پیدا ہوئی۔ امیر خسرو نے اول ہی سال جلوس میں مثنوی نہ سپہر لکھ کر پیش کی اور سلطان قطب الدین نے حکم دیا کہ امیر موصوف کو ایک ہاتھی کے ہم وزن روپیہ انعام میں دیا جائے جو اس وقت تک کسی بادشاہ نے نہیں دیا۔ اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔

شہا گنج بخشا کرم گسترا   معانی نثارا سخن داورا
چنیں گشتہ کز تو جم یافتم   در ایام پیشینہ کم یافتم
کنوں لابد آنکہ سرسبز پرسن   بہ اندازہ بخشش آید سخن

ہاتھی کے ہم وزن روپیہ دینے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں اس زمانہ میں

ہاتھی کا وزن کر لینا ذرا بھی مشکل نہیں مگر اُس زمانہ میں یقیناً ایک مشکل مسئلہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ ایک کشتی پر ہاتھی سوار کیا گیا اور اس کے وزن سے کشتی جتنی پانی کے اندر گئی اس پر نشان کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہاتھی کو اُتار کر اس پر روپے بار کیے گئے اور جب ان کے وزن سے کشتی اس خط کے برابر پانی کے اندر اتر گئی اس وقت یہ سمجھا گیا کہ روپے ہاتھی کے ہموزن ہو گئے۔ سلطان قطب الدین ایک عیاش اور بے خبر حکمراں ثابت ہوا اس کے عہد میں وہ قواعد اور ضوابط جو سلطان علاء الدین نے اس قدر خوض و فکر اور خونِ جگر کھا کر بنائے اور نافذ کیے تھے وہ سب برطرف اور منسوخ ہو گئے۔ اس کی صحبت شاہدوں، مسخروں، اور بھانڈوں سے گرم رہتی تھی۔ خسرو خاں ایک بروار بچہ پر فریفتہ تھا اور اسے بڑھاتے بڑھاتے اس قدر بڑھایا کہ اپنا وزیر بنا لیا اور آخرِ کار نہایت ذلت اور خواری سے اسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امیر خسرو کو فیاضی کے جوش اور دولت کی مستی میں ایک مرتبہ کثیر انعام دیدینا اس کی علم دوستی یا معارف پروری کا نتیجہ نہ تھا۔ سلطان قطب الدین کے عہد حکومت اور خسرو خاں کی چند روزہ حکمرانی میں جو ۷۱۸ھ سے لیکر ۷۲۱ھ تک چلتی رہی۔ امیر حسن کا دہلی میں موجود رہنا اُن کی کتاب فوائد الفواد سے ثابت ہوتا ہے جو ۷۰۷ھ سے شروع ہو کر ۷۲۲ھ کو ختم ہوتی ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہ نہایت عقیدت اور محبت کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ کے حاضر باش مریدوں کے زمرہ میں شریک اور درباری زندگی سے بالکل علیحدہ نظر آتے ہیں اگر ان کا کوئی تعلق دربار سے ہوتا تو وہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں اس طرح حاضر نہ ہو سکتے تھے کیونکہ

سلطان قطب الدین بقول مولانا ضیاء الدین برنی کے حضرت سلطان المشائخ کا سخت دشمن تھا اور انہیں علانیہ بُرا بھلا کہتا تھا۔ بلکہ بارہا یہ کہہ چکا تھا کہ اگر کوئی شخص حضرت کا سر کاٹ کر لائیگا تو اُسے ایک ہزار تنگہ زر انعام دیا جائیگا۔ تمام ملازمین دربار حضرت موصوف سے ملنے کے لیے غیاث پور جانے سے ممنوع تھے۔ قطب الدین اور خسرو خاں کے قتل کے بعد زمانہ نے اپنے معمول کے مطابق کروٹ بدلی اور خاندان علائی جس کی بنیاد خاک وخون پر قایم ہوئی تھی۔ بہت ہی تھوڑے زمانہ میں خاک و خون میں مل گیا۔ اور خلجیوں کی جگہ زمانہ نے تغلقوں کو صاحب تاج وتخت بنا دیا۔ تغلقوں میں پہلا بادشاہ غیاث الدین تغلق ہوا۔ یہ بادشاہ نہایت منتظم، معتدل مزاج اور بڑا تجربہ کار تھا، جیسا کہ امیر خسرو اس کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

کارے نکرد جز بکمالات علم و عقل — گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

اس نے بہت جلد ان تمام خرابیوں اور نقصوں کی اصلاح کرلی جو سلطان قطب الدین اور خسرو خاں کی بے اعتدالیوں سے انتظام مملکت میں پیدا ہوگئے تھے۔ دینے لینے میں بھی وہ اعتدال پسند تھا نہ رعایا سے زیادہ لیتا تھا۔ اور نہ دوسروں کو زیادہ دیتا تھا۔ اس کی داد و دہش نہ اسراف اور تبذیر کی تعریف میں آسکتی تھی، اور نہ اس پر بخل اور امساک کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ وہ ہر خوشی کے موقع مثلاً شاہزادوں کے تولد، ان کی دوسری تقریبوں، اور فتوحات ممالک پر دہلی کے تمام سربرآوردہ بزرگوں، عالموں، استادوں، مدرسوں، مذکروں اور طلبہ کو شاہی دربار میں طلب کرکے ہر ایک کی حیثیت کے مطابق انعام

و اکرام دیتا تھا۔ اور جو گوشہ نشین اور آستانہ دار حاضر نہ ہو سکتے تھے ان کے پاس ان کا حصہ بھجوا دیتا تھا غرضکہ اس کے عہد حکومت میں ہندو مسلمان خاص و عام شہری اور لشکری سب بہ اطمینان تمام زندگی بسر کرتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی چار سال چند ماہ حکومت کرنے کے بعد بنگالہ سے واپس ہوتے ہوئے اس کوشک میں ٹھہرا جو اس کے بیٹے سلطان محمد نے اس کے لیے بنوایا تھا۔ قرارداد یہ تھی کہ بادشاہ رات کو وہیں رہے اور صبح کو تغلق آباد میں داخل ہو جو بنگالہ کی فتح کی خوشی میں نہایت تزک و احتشام سے سجایا گیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے تمام امراء دولت کے ساتھ وہیں کھانا کھایا۔ امراء وغیرہ ہاتھ دھونے کے لیے باہر گئے اتنے میں نو تعمیر مکان کی چھت گر پڑی اور بادشاہ پانچ چھ آدمیوں سمیت اس کے نیچے دبکر مر گیا۔ اور جو شہر جشنوں اور جلسوں کے لیے اس قدر اہتمام اور کوشش سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا وہ چشم زدن میں ماتم کدہ بن گیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو انتظام مملکت نے اتنی فرصت نہ دی کہ وہ علوم و فنون کی پرورش اور ترقی کی طرف توجہ کر سکے اس لیے اس کے عہد میں علماء فضلاء اور شعراء کی کوئی ممتاز حیثیت نظر نہیں آتی اور نہ اس طبقہ کے لوگوں کا اس کے عہد کی تاریخ میں کوئی تذکرہ ملتا ہے۔ اس زمانہ میں بیچارے امیر حسن کی بحیثیت شاعر کے کیا پرسش ہو سکتی تھی۔

امیر حسن کے اخلاق، عادات اور دوسرے حالات

امیر حسن کے عادات اور خصائل کے معلوم ہونیکا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں بجز اس کے جو مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ یا خود ان کی کتاب "فوائد الفواد" سے مستنبط ہوتا ہے،

مولانا موصوف ان کی نسبت جو کچھ لکھتے ہیں اس کی تفصیل اس طرح کیجا سکتی ہے کہ امیر حسن کے اخلاق اور عقائد پاکیزہ تھے۔ وہ نہایت ذیعقل اور پابند وضع لوگوں میں تھے ان کی زندگی صوفیانہ تھی اور باوجود تجرد اور تفرد اور اسباب دنیا نہ ہونے کے ہمیشہ قانع اور خوش و خرم اور مرنج و مرنجان نظر آتے تھے۔ علم مجلس میں طاق اور علما اور فضلائے دہلی اور سلاطین ماضیہ کے حالات سے خوب واقف تھے۔ ان کی قناعت اور ان کے پاس اسباب دنیا نہ ہونے کی تصدیق تو خود ان کے اشعار سے ہوتی ہے جو جا بجا بے اختیار ان کے قلم سے نکل گئے ہیں ؎

صیاد مرا یکے بیاموز — دولت بکدام دام گیرند

حدیث مفلسی من کہ نیست حد و قیاسش
بجملہ شہر رسید و بشاہ ما کہ رساند

گر حسن افلاس می ورزد مرنج — مایہ عاشق تہیدستی بود

حسن ہر چند مفلس شد زیادت گنج ہا دارد — درادبارش چہ می بینی اقبال نوحی نازد

مائیم یک قبا شدہ آن یک قبا گرو — در دست چرخ خانہ بہائے سرا گرو

اکنوں کہ وقت لشکری آمد چہ سال روم — اسپم گرو، سلاح گرو، چار پا گرو

کس نیست تا کہ کوزہ آبے دہد مرا — شادی گرو، ملیح گرو، زیرکا گرو

یک خانہ پر کتاب کنوں کاغذے نماند — حجت گرو، قبالہ گرو، ماجرا گرو

عالم زبینوائی اکنوں چناں شدست — بر خلق می نہم چو حسن خویش را گرو

قناعت کا پتا اس سے چلتا ہے کہ ان کی مدت زندگی میں کئی خاندان حکمراں ہوئے اور بعض بادشاہ ان میں شعر و سخن کے دلدادہ اور فدائی تھے مگر وہ ان سب درباروں سے علیحدہ رہے۔ سلطان علاء الدین ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے زمانہ میں معلوم نہیں کس طرح ان کا بے لوث دامن بادشاہوں کی بیجا مداحی کی گرد سے ملوث ہوگیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انکا شمار ان معدودے چند شعراء میں ہوتا جو ہمیشہ اس گرد مزلت سے دامن بچا کر چلے ہیں۔ امیر خسرو نے باوجود تمام عمر بادشاہوں کی مداحی کرنے کے سچ کہا ہے۔

شعر ار چہ تر و فصیح باشد　　از گفتن مدح دل بمیرد
گر خود نفس مسیح باشد　　گردد ز نفس چراغ مردہ

امیر حسن کے دوست احباب ہمیشہ ان کو ترغیب دیتے اور تحریص کرتے رہے کہ آپ کو جد و جہد کر کے اپنی معاش میں ترقی کی فکر کرنی چاہیئے مگر انہوں نے مطلق اس کی طرف توجہ نہیں کی جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں

ہم دریں محنت و محنت کدہ بگزار مرا　　چند گوئی کہ در دولتیاں لازم گیر

حضرت سلطان المشائخ کی بیعت سے پہلے اتنا ضرور مستنبط ہوتا ہے کہ ان کی زندگی ایک حد تک آزادانہ اور لاابالی تھی "فوائد الفواد" کی پہلی ہی صحبت میں حضرت سلطان المشائخ نے غالباً انہیں کے استفسار پر تائب اور متقی کے متعلق ایک تقریر فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ متقی وہ ہے جس نے تمام عمر شراب نہ پی ہو اور کوئی گناہ نہ کیا ہو اور تائب وہ ہے جس نے سب کچھ کیا ہو اور بعدہٗ توبہ

کرلی ہو۔ مرتبہ میں دونوں مساوی ہیں ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ استقامت توبہ کا ذکر آیا ارشاد ہوا کہ جب کوئی شخص شراب سے توبہ کرتا ہے تو اس کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ اس کو پھر شراب کی طرف مائل کرتے ہیں اور ترغیبیں دلاتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کے دل میں تھوڑی بہت شراب کی خواہش باقی ہوتی ہے اگر دل پورے طور سے صاف ہوجاتا ہے تو پھر کوئی ہم نشین اس کی توبہ کا مزاحم نہیں ہوسکتا۔ اور یہی صدق توبہ کی دلیل ہے علاوہ اس کے جابجا اپنے اشعار میں توبہ کا ذکر کرتے اور اپنی گذشتہ زندگی پر تاسف کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ اشعار مندرجۂ ذیل سے ظاہر ہوگا ؂

یک سر مو دلت سفید نشد ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند
اے حسن توبہ آنگہے کردی کہ ترا طاقت گناہ نماند

اے جوانی ہمہ در حشو سر آوردہ حسن
وقت تقبیل حواشی بساط پیسر است
جز سیہ کاری نکردی تا سیاہت بود موے
چوں سفیدت شد کنوں بعد از سیاہی رنگ نیست
چون حسن آنکہ از گنہ در نگزشت آں ہنم
آنکہ گناہ بندگاں در گزراند آں توئی
بسیار خطا کردی باز آے حسن اکنوں روے بہ زمیں آور، در ویشی درویشاں

زاں ندیمیہا کہ میکردے پشیماں شد حسن   آرے آخر از پشیمانی بود حرف ندیم

یہ سب کچھ سہی مگر ان کا دوستوں کے ایک مجمع کے ساتھ "حوض شمسی" پر بیٹھکر علانیہ شراب پینا جیسا کہ شیخ جمالی لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو اقتباس نشان ۳) ہرگز قرین قیاس نہیں ہے جیسا کہ ہم آئندہ چل کر دکھائینگے۔ یہ امر یقینی ہے کہ بیعت کرنے کے بعد ان کی زندگی اسلامی نقطۂ نظر سے قابلِ رشک ہوگئی تھی ایک جگہ خود کہتے ہیں۔

حسن ارچہ کج نہادے کلہ کرشمہ برسر
بہ بر تو بند داکنوں کمر امید واری

"فوائد الفواد" پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس سختی کے ساتھ نہ صرف فرائض اور سنن بلکہ تہجد، نوافل، اوراد و وظائف کے پابند تھے، اور اُن کی زندگی بعینہ ایسی تھی جیسی ایک اہل اللہ اور حضرت سلطان المشایخ کے ایک با اعتقاد مخصوص مرید کی ہونی چاہیے۔ شیخ جمالی نے اگرچہ اپنی روایت کو مولانا شہاب الدین امام کی طرف منسوب کیا ہے جو بڑے پایہ کے بزرگ اور حضرت سلطان المشایخ کے مخصوص مریدوں اور خلفا میں تھے مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ روایت انہیں کہاں سے ملی، اور جب تک یہ نہ معلوم ہو اور وہ روایت درایت کے معیار پر ٹھیک نہ اترے اس کا باور کرنا کسی قدر مشکل ہے۔ یہ امور مسلم ہیں کہ امیر حسن ۷۰۷ھ میں مرید اور تائب ہوئے اور یہ سلطان علاء الدین کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ اگر شیخ جمالی کا بیان تسلیم کر لیا جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ شراب نوشی کا واقعہ بھی ۷۰۶ھ کا ہے۔ لیکن تاریخ فیروز شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ علاء الدین نے ۶۹۹ھ میں قلعہ رنتنبھور کا محاصرہ کیا۔

اثنائے محاصرہ میں اسے ملک کی چند بغاوتوں کی اطلاع ملی، اگرچہ یہ بغاوتیں بآسانی فرو ہوگئیں مگر علاء الدین کو دانشمند اور دوربین مدبرین کی طرح اس کا فکر دامنگیر ہوا کہ آئندہ اس قسم کی بغاوتوں کا قطعی انسداد ہوجانا چاہیے۔ بادشاہ دن بھر محاصرہ کے انتظامات میں مصروف رہتا تھا اور راتوں کو اپنے مشہور صاحب الرائے ملازمین کے ساتھ اس بارہ میں مشورہ کرتا تھا۔ مہینوں کی بحث مباحثوں کے بعد بغاوتوں کے چار اسباب قرار پائے۔ اول بادشاہ کا رعایا کے نیک و بد سے ناواقف ہونا۔ دوسرے علانیہ شراب خواری جس سے سلطنت کا کوئی راز چھپ نہیں سکتا۔ تیسرے اعیان سلطنت اور امراء کی باہم رشتہ داری۔ چوتھے زر و مال کی فراوانی۔ بادشاہ نے ان چاروں امور کے متعلق قواعد اور ضوابط مقرر کیے ہیں اس موقع پر بحث صرف انسداد شراب نوشی سے ہے اس لیے اسی کا انتظام مختصراً بیان کرینگے۔ علاء الدین اگرچہ ابتداءً خود شراب پیتا اور جلسے کرتا تھا مگر اس تجویز کے پختہ ہوجانے کے بعد اس نے بذریعہ اعلان شاہی شراب اور بھنگ وغیرہ کی خرید و فروخت قطعاً ممنوع کردی اور شہر کے تمام مشہور شرابیوں اور بھنگڑوں کو خارج البلاد کردیا اور جو کثیر محاصل اس ذریعہ سے ملتا تھا اس سے دستکش ہوگیا۔ مخلص اور سچے مصلحین کیطرح اس نے اپنے گھر سے اصلاح شروع کی اپنے مجلس خانہ خاص کا تمام سامان شراب نوشی جو قیمتی چینی اور بلور کا تھا چکنا چور کرادیا۔ اور جتنے قرابے عمدہ عمدہ شرابوں کے تھے وہ سب بیرون شہر بھیجکر اُنڈلوادیے جس سے راستوں میں کیچڑ ہوگئی اور شہر کے دروازوں پر چوکیدار اور نقیب مقرر کردیے کہ چوری چھپے بھی شراب شہر میں نہ آنے پائے۔ جو لوگ ان احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے وہ مارے پیٹے

اور قید کر دیے جاتے تھے۔ جب قید خانوں میں جگہ نہ رہی تو بادشاہ نے بڑے کنوئیں کھدوائے جن میں مجرمین ڈال دیے جاتے تھے۔ علاوہ اس کے اس زمانہ میں قاضی کمال الدین صدر جہاں اور قاضی جلال حاکم شرع تھے جو اس قسم کے غیر مشروع حرکات کے انسداد میں ضرورت سے زیادہ سخت تھے۔ کیا ان حالات میں کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ امیر حسن ایک مجمع کے ساتھ سرِ راہ بیٹھے ہوئے علانیہ شراب پی رہے ہونگے؟ شیخ جمالی کے بیان کا دوسرا جز یعنی امیر حسن اور حضرت سلطان المشایخ کا ابتدائی زمانہ میں بدایون میں ہم صحبت ہونا بھی محض لغو ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں حضرات کا مسقط الراس بدایون ہے حضرت سلطان المشایخ مسلم طور سے ۶۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں مع اپنی والدہ ماجدہ کے دہلی تشریف لے آئے جیسا کہ خود حضرت موصوف کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے "بعد ازاں چوں شانزدہ سالہ شدم عزیمت دہلی شد" جو امیر خورد صاحب "سیر الاولیا" نے نقل کیے ہیں۔ اسطور سے حضرت سلطان المشایخ کا دہلی تشریف لانا ۶۴۹ھ میں قرار پاتا ہے۔ امیر حسن کا سال پیدائش ۶۵۲ہجری ہے۔ جس وقت حضرت سلطان المشایخ ترک وطن فرما کر دہلی تشریف لائے ہیں اس وقت تک امیر حسن عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے، بدایون میں ان کی ہم صحبتی کجا۔ بیعت کے وقت امیر حسن کی عمر ۳۷ سال کی ہونا بھی غلط ہے، ۷۰۶ھ میں مرید اور ۶۵۲ھ میں پیدا ہوئے اس لیے بیعت کے وقت انکی عمر ۵۴ سال کی تھی۔ امیر حسن کا پہلی ملاقات پر معتقد اور مرید ہو جانا بھی تمام دوسری روایتوں کے خلاف ہے۔ امیر خورد نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشایخ

کی کرامتوں کا ایک باب قایم کیا ہے اگر فی الحقیقت امیر حسن بقول شیخ جمالی مجلس شراب سے اٹھکر سر و پا برہنہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گرے اور تائب ہو گئے ہوتے تو ایسی اہم اور بین کرامت کو امیر خورد کس طرح ترک کر سکتے تھے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ امیر خسرو اور مولانا ضیاء الدین برنی کے ساتھ مرید ہونے سے قبل حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں آتے جاتے رہے ہیں اور اس کے بعد بیعت کی ہے۔ غرضکہ شیخ جمالی کے بیان کا کوئی جُز بھی تنقید میں صحیح نہیں ٹھہرتا۔ امیر حسن کی تنگی معاش کی شکایت خود آپ اُن کی زبان سے سُن چکے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ بالکل مفلس نادار اور محتاج تھے۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ جیسی انکے ہم چشموں اور ہمسروں کی مالی حالت تھی ویسی فارغ البالی انہیں نہ تھی ورنہ فوائد الفواد کی ۲۳، ربیع الآخر ۷۰۸ھ کی صحبت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے انہیں تنخواہ ملتی تھی۔ اس تاریخ کے واقعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس ہفتہ میں تنخواہ میں توقف ہو جانے کی وجہ سے پریشان اور دلتنگ تھا۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حال معلوم کر کے ایک برہمن کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ ایک شہر میں رہتا تھا اور بڑا مالدار تھا اس شہر کے حاکم نے اس پر مصادرہ کر کے اس کا تمام مال و اسباب چھین لیا جس سے وہ بالکل مفلس اور نادار ہو گیا۔ ایک روز برہمن مذکور کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے حال دریافت کیا۔ برہمن نے کہا بہت اچھا ہے اس کے دوست نے کہا کہ مہاراج تمہارا تمام مال تو چھن گیا ہے حال اچھا کیا ہے۔ برہمن نے جواب دیا کہ میرا جنیو تو نہیں چھنا ہے۔ یہ حکایت بیان

فرما کر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس تقریر کی تقریب تمہاری سمجھ میں آئی۔
میں نے عرض کیا کہ اس حکایت سے بندہ کا دل قوی ہو گیا اور مجھے معلوم
ہو گیا کہ یہ بیان میرے تسکین قلب کے لیے ارشاد ہوا تھا اور اس کا منشاء
یہ تھا کہ توقف مواجب اور اسباب دنیا نہ ہونے کی وجہ سے مجھے رنج و افسوس
نہ کرنا چاہیے اگر تمام دُنیا ہاتھ سے نکل جائے تب بھی کچھ پروا نہیں صرف
حق کی محبت کا قایم رہنا کافی ہے۔ پھر ۲۹ ہ رجب ۷۱۴ھ کی صحبت
میں تقریباً تین سال چند ماہ کے بعد لکھتے ہیں کہ اج دولت قدمبوسی حاصل ہوئی
میری تنخواہ جو بند ہو گئی تھی وہ مجھے مل گئی۔ اس کی اطلاع میں نے عرض کی۔
اثنائے گفتگو میں ارشاد ہوا کہ کاموں میں استقلال اور ثبات کا بڑا اثر ہوتا
ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تنخواہ پاتے تھے اور اگر یہ تنخواہ سرکار سے تھی
جیسا کہ قیاس چاہتا ہے تو عہد علائی کے دوسرے شعرا کی طرح اس کی مقدار
ایکہزار تنکہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ تنگہ کے متعلق ہم نے کوئی خاص تحقیق نہیں کی ہے
لغت میں اس کے معنی سکۂ مروج کے بتائے جاتے ہیں خواہ وہ چاندی کا ہو یا
سونے کا۔ عام طور سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ قدیم تاریخوں میں جہاں محض لفظ تنگہ
کا استعمال ہوتا ہے اس سے مراد سکہ نقرئی ہوتا ہے اور جہاں اس کے خلاف
مقصود ہوتا ہے وہاں تنگہ کے بعد طلائی کی تصریح کر دی جاتی ہے۔ ہندستان
کے ابتدائی شاہی خاندانوں کے تنگے مختلف الوزن اور لازمی طور سے مختلف القیمت
رہے ہیں۔ راجہ درگا پرشاد سندیلوی اپنی کتاب گلستان ہند میں لکھتے ہیں
کہ عام طور سے علاء الدین کے عہد کا تنگہ تقریباً ہندوستان کے انگریزی روپے

کے برابر ہوتا تھا۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان علاءالدین اپنے دربار کے شعرا کو ایک ہزار تنگہ مواجب دیتا تھا۔ مولانا ضیاءالدین برنی نے یہ امر سلطان علاءالدین کی ناقدردانی کے ضمن میں بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ مواجب سے ماہوار نہیں بلکہ سالیانہ مراد ہے۔ اگر ماہانہ ہوتا تو اُس زمانہ کے لحاظ سے جبکہ اعلیٰ سے اعلیٰ گھوڑے کی قیمت ایک سو تیس تنگہ سے زیادہ نہ ہو سکتی تھی اور دو جیتیل یعنی آٹھ پائی کو ایک سیر مصری ملتی تھی۔ ایک ہزار تنگہ ماہوار جو قابلیت خرید کے لحاظ سے اس وقت کے دس ہزار سے بھی زائد ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاءالدین کو کسی شکایت کا موقع نہ تھا۔ بظاہر قیاس یہی ہے کہ یہ مواجب سالانہ تھی اور اس حساب سے امیر حسن اور امیر خسرو اور دوسرے شعراء کو تقریباً ۸۴ تنگے ماہانہ ملتے تھے جو اس زمانہ کے لحاظ سے معمولی طور سے بسر بُرد کیلیے کافی تھے چنانچہ فوائد الفواد کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن ایک متوسط حال شخص کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے یہاں نوکر چاکر غلام لونڈیاں تھیں۔ ملیح نامی ایک غلام کو انہوں نے حضرت سلطان المشایخ کے مواجہ میں آزاد کر دیا تھا۔ ۱۲ شعبان ۷۰۸ھ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ خواجہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم صدقہ فطر دیتے ہو؟ بندہ نے بطریق استفہام عرض کیا کہ کیا میرے اوپر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ ارشاد ہوا کہ اگر نصاب کامل ہو اور وہ لابدی ضروریات سے زائد ہو اس سے لباس اور گھوڑا وغیرہ خارج ہے اگر نقد رقم پاس ہو تو ضرور دینا چاہیے۔ بندہ نے عرض کیا کہ نقد رقم تو نہیں رہتی۔ اسپر کچھ ارشاد نہ ہوا۔ مگر یہ فرمایا کہ اس وقت میرے پاس بہت کچھ ہی

جس زمانہ میں میں بالکل تنگ دست تھا، اس زمانہ میں بھی یہ حدیث سُنکر
کہ روزوں کا انحصار صدقۂ فطر پر ہے۔ قرض دام کر کے صدقۂ فطر دیا کرتا تھا۔
یہ سُنکر بندہ قدمبوس ہوا اور عرض کی کہ بندہ آئندہ سے صدقۂ فطر دیا کریگا۔
ارشاد ہوا کہ یہ صدقہ اپنی اور اپنے غلاموں اور چھوٹے بچوں کی طرف سے دیا کرو۔
اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ دیوگیر میں تھے تو میرے آزاد خدمتگا
ملیح نے ایک چھوکری پانچ تنگہ کو خریدی تھی جب لشکر وہاں سے چلنے لگا تو چھوکری
کے ماں باپ دس تنگے لیکر آئے اور نہایت عجز و انکسار سے التجا کی کہ دس تنگے
لے کر چھوکری ان کو واپس کر دیجائے۔ چھوکری کے ماں باپ کے رونے پیٹنے کا میرے
دل پر بہت اثر ہوا میں نے ملیح سے کہا کہ تو نے پانچ تنگے میں یہ چھوکری خریدی
ہے دس تنگے میں میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ ملیح راضی ہو گیا اور میں نے
دس تنگے میں اسے لیکر آزاد کر دیا۔ خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا......
فوائد الفواد سے اسی طرح کے بہت سے اقتباسات پیش کیے جا سکتے ہیں
جن سے مترشح ہوتا ہے کہ امیر حسن متوسط حال شرفا کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔
ان کے تجرد اور تجرید کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس سے صرف یہ سمجھنا
چاہیے کہ انہوں نے اہل و عیال کا جھگڑا اپنے ذمہ نہیں لگایا ورنہ ان کی کتاب
فوائد الفواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑے کنبہ والے تھے۔ شمس دبیر کے ساتھ
جو سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے کا معتمد ہو گیا تھا ان کی قرابت تھی
اور ان کے دو بھتیجوں میر جھجو اور شمس الدین کا ذکر اکثر جگہ آیا ہے۔ یہ دونوں بھائی
بھی حضرت سلطان المشائخ کے مرید اور بیحد معتقد تھے۔ شمس الدین کے متعلق

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ وہ سلطان المشائخ کے فدائیوں میں تھے اور جب جماعت خانہ میں موجود ہوتے تھے تو جب تک حضرت سلطان المشائخ کا جمال مبارک نہ دیکھ لیتے تھے تحریمہ نماز نہ باندھتے تھے۔ اس طرف اشارہ کر کے امیر حسنؔ کہتے ہیں؎

در اثنائے نماز اے جاں نظر بر قامتت دارم
مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من

اس کے علاوہ فوائد الفواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچوں کو تسمیہ خوانی اور پھونک ڈلوانے کے لیے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا کرتے تھے۔

امیر حسن کی شاعری مسلمانوں سے پہلے ایرانؔ میں جو شاعری تھی اس کا کوئی صحیح اور قابل اطمینان نمونہ ابتک دستیاب نہیں ہوا ہے۔ فتح اسلام کے بعد مسلمانوں نے فارسی زبان میں جو شاعری شروع کی وہ بالکل عربوں کے طریقہ پر تھی۔ عرب زیادہ تر قصائد کہتے تھے۔ اس لیے اہلِ فارس بھی ایک زمانہ تک قصائد ہی کہتے اور اسی میں اپنا زور طبیعت دکھاتے رہے۔ رفتہ رفتہ یہ حالت بدلی اور بعض شعراء غزلیں بھی کہنے لگے، مگر ان کی غزلیں سیدھی سادی، روکھی پھیکی ہوتی تھیں۔ سعدی علیہ الرحمہ نے غزل کا رنگ بدلا، اور ایک حد تک جذبات واردات اور معاملات بیان کر کے غزل کے افسردہ اور مردہ قالب میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔ اور اس نازک صنف شعر کو جدید تراش خراش اور نئے جوڑ توڑوں سے ایسا درست کیا کہ اس کا رتبہ کئی درجے بلند اور برتر ہو گیا۔ اگرچہ ابھی اس فن کے بادشاہ یعنی خواجہ حافظؔ اور دوسرے زعما یعنی فغانی

نظیری، عرفی، کلیم، طالب اور صائب کے آنے میں مدتوں کا وقفہ تھا۔ غرضکہ امیر خسرو اور امیر حسن کے زمانہ میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ ہی کا رنگ سب سے زیادہ کامل اور مقبول سمجھا جاتا تھا۔ اور غزل میں ہر شخص اسی کی پیروی کرنا چاہتا تھا۔ امیر حسن تو درکنار امیر خسرو سے باکمال شخص فرماتے ہیں ؎

خسرو سرمست اندر ساغرِ معنی بریخت
"شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود"

امیر حسن نے تو شیخ کے اتباع کو اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ انہیں ان کے معاصر "سعدیٔ ہند" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ وہ خود بھی جا بجا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

در خمِ معنی حسن را شیرۂ نو ریخت عشق
"شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود"[1]

از نظمِ حسن نوشد دیباچۂ عشق آرے
جلد سخنش دارد شیرازۂ شیرازی

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است | کہ اہل معنی گلچین آں گلستان است

گر بنوشی دردے از خم خانۂ دردِ اے حسن
داد معنی از مئے سعدی شیرازی دہی

امیر حسن کے کلام کے متعلق ان کے معاصرین اور متاخرین نے جو رائے قائم کی ہے اور خود ان کا جو دعویٰ ہے پہلے اسے سن لیجئے اس کے بعد ان کا کلام ملاحظہ فرما کر خود جو رائے قایم ہو سکتی ہو قایم فرمائیے۔

[1] یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اخیر مصرع درحقیقت امیر خسرو کا ہے یا امیر حسن کا یہی حال اس شعر کا ہے ؎
ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے | ما قبلہ راست کردیم بر سمت کج کلاہے

(۱) امیر خسرو جو امیر حسن کے دوست اور معاصر ہیں ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر
کز سخنہائے تو ام بوئے حسن می آید

اگر یہ کنایہ فی الحقیقت امیر حسن کی طرف ہے تو اس سے امیر خسرو کی اس رائے کا اندازہ ہوتا ہے جو وہ امیر حسن کے کلام کے متعلق رکھتے تھے۔

(۲) ان کے دوسرے معاصرین مولانا ضیاء الدین برنی اور امیر خورد ان کے کلام کے متعلق جو کچھ رائے رکھتے ہیں وہ اقتباسات نشان ۱ و ۲ سے ظاہر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی نظم و نثر صحت ترکیب اور روانی سخن میں بے مثل ہے اور چونکہ ان کی غزلیں وجدانی اور رواں ہوتی ہیں اسلیے وہ سعدی ہندوستان کہلاتے ہیں ان کی جگر سوز غزلیں عاشقوں کے دلوں کے چقماق سے محبت کی آگ نکالتی ہیں اور ان کے دلپذیر اشعار سے سخنوروں کے دل راحت پاتے ہیں۔ اور ان کے روح افزا لطائف سے اہلِ ذوق لطف اٹھاتے ہیں ان کے کلام میں سعدی کے کلام کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

(۳) دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "حسن کا دیوان اس زمانہ (نویں صدی ہجری) میں عزیز و مکرم ہے اور جو لوگ سخن شناس ہیں انہیں خواجہ موصوف کے کلام کے ساتھ حسن اعتقاد اور بیحد التفات ہے۔ چونکہ ان کا کلام خواص و عوام میں بہت مشہور اور معروف ہے اس لیے صرف ایک غزل لکھی جاتی ہے ؎

ساقیا مے دہ کہ ابرے خاست از خاور سپید　　سرو را سر سبز شد صد برگ را چادر سپید الخ

اکثر فضلاء نے اس غزل کا جواب لکھا ہے مگر کسی کی غزل ان کی غزل کو نہیں پہنچتی"۔

(۴) مولانا عبدالرحمن جامی بہارستان میں لکھتے ہیں کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی میں ایک خاص طرز اختیار کیا تھا۔ اکثر تنگ قافیوں اور غیر معمولی ردیفوں میں شعر کہتے تھے ان کا کلام اگرچہ بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے مگر ایسا کلام کہنا سخت دشوار ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کے اشعار سہل ممتنع کہے جاتے ہیں۔

(۵) ملک الشعرا فیضی کا قول تھا کہ "امیر حسن آنے دارد کہ عاشق آں تواند شد اگرچہ امیر خسرو یوسف زمان بود"۔ ایک فخریہ قطعہ میں لکھتے ہیں۔

وگر از علم من سخن طلبی　　　بر زبانم جہاں جہاں سخن است
وگر از پیرِ من نظر جوئی　　　روح فیاض خسرو و حسن است

(۶) ہلالی ایک غزل کے مطلع میں لکھتے ہیں۔

ہلالی از کمال شعر دارد منصبِ شاہی
کہ سوز خسرو ست و ناز کیہائے حسن باو

(۷) مولانا شبلی مرحوم شعر العجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حسن کا صنف غزل پر خاص احسان ہے۔ ان کے اشعار سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو سوز و گداز، اور جذبہ و اثر ان کے کلام میں موجود ہے۔ وہ ان کے کشتۂ محبت (امیر خسرو) میں بھی نہیں۔ خود اپنے کلام کے متعلق جو خیالات انھوں نے جابجا ظاہر کیے ہیں گو وہ شاعرانہ انداز اور تعلی کے پیرایہ میں ہوں، مگر قابلِ لحاظ ہیں اور ان سے ایک حد تک خود ان کی رائے کا پتا چلتا ہے ؎

پر شد ز گل نظم ہم مشرق و ہم مغرب　　　تو بوئے نمی یابی، آخر چہ زکامست ایں

برنظمِ حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ زیراکہ نمی یابند ایں طرز بہ دیوانہا

ایں طرز شیوۂ حسن است ورنہ پیش ازیں چندیں شکر بعرصہ ہندوستاں نبود

بحسن نظم حسن یک زباں شدند ہمہ نش ہے نہ ستایم بیک زباں تنہا

ہندوئے چرخ زہر داد مرا ہمہ ہندوستاں پر از شکرم

ہاں اے حسن از عالم تلخی چہ کشی چندیں از گفتہ شیرینت بارے شکر ارزاں شد

خاست بعہد تو حسن از دو جہاں یگانہ ہم بدیہہ تر سخن ہم بدیع در فشاں

اپنی غزل کی برتری سے خوب واقف ہیں۔

ع شعرِ حسن شعرِ متیں، خاصہ غزل سحر مبیں

آں بلبلم کہ شہر پر آوازۂ منست کز اوج کنگر فلک آواز میکنم

مست سماع قول من آند اہل ایں دیار اینک ہماں طریق غزل ساز میکنم

اے حسن بر آستین نظم خود نو کن طراز خاصہ ایں ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

روز قیامت از حسن ہیچ شمار ہر کسے عرض سخنوراں شود در صف شاں علم توئی

حسن را در ہمہ حال آفریں گو　　　کہ کرد اندر سخن سحر آفرینی

تو بحسن ختم کن خاتم گویائے خود　　　زانکہ بر او میشود ختم سخن گستری

ان کی زندگی ہی میں ان کا کلام اس قدر مقبول ہو گیا تھا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشایخ حالت ذوق وشوق میں قوالوں سے فرمایش کر کے امیر حسن کی غزلیں سنتے تھے۔ امیر خورد اپنی کتاب سیر الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر خسرو نے غیاث پورہ میں میرے والد کے مکان میں ایک دعوت کی جس میں حضرت سلطان المشایخ اور شہر کے دُوسرے مشایخ عظام شریک تھے۔ بہلول قوال نے امیر حسن کی یہ غزل گائی۔

زہے ترکے کہ از خمہائے ابرو　　　کماں پیدا کند پنہاں زند تیر

بگوش مدعی کے جائے گیرد　　　مزامیرے کہ ہست اندر مزامیر

اس کے بعد امیر خسرو اپنی ایک غزل گانے کے لیے بیٹھے مگر مطلع پڑھکر بند ہو گئے اور سعدی علیہ الرحمہ کی یہ غزل شروع کی ؎

معلمت ہمہ شوخی و دلبری آموخت

جفا و ناز و عتاب و ستمگری آموخت

لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ جب آپ اپنی غزل شروع کرتے ہیں تو ایک یا دو شعر پڑھکر بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ معنی کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ میں حیران ہو کر رہجاتا ہوں۔ اور آگے نہیں چل سکتا۔ امیر حسن کا دیوان ان کی زندگی ہی میں شایع ہو گیا تھا۔ اور وہ اس قدر وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا

تھا کہ لوگ اسے سبقاً سبقاً استادوں سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ امیر خورد اپنی نسبت لکھتے ہیں کہ انھوں نے حسن کا دیوان قاضی شرف الدین نامی ایک بزرگ سے پڑھا تھا ایک شاعر کی زندگی میں اس کے کلام کی اس قدر وقعت ایک بڑی کامیابی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حسن کے مخالف اور معاند نہ تھے۔ کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا ہے۔ امیر حسن کی نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی کچھ فرومایہ لوگ ایسے موجود تھے جو دوسروں کا کلام اپنی طرف منسوب کر کے حسن کا مقابلہ اور ان کے کلام پر اعتراض کرتے تھے۔ جن کے متعلق فرماتے تھے۔

از سخن دزدی نیارد شد کسے صاحب سخن ۔۔۔ دیو گر انگشتری دزدد سلیماں کے شود
از فضول حاسداں فضل حسن مخفی نماند ۔۔۔ آفتاب اندر پر خفاش پنہاں کے شود

شعراء کے کلام کی تنقید کا آج کل یہ طریقہ عام طور سے رائج ہو گیا ہے کہ اس کا منتخب کلام پیش کر کے ایک رائے قایم کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ بالکل اطمینان کے قابل نہیں متصور ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی شاعر دنیا میں ایسا نہیں جس کے کلام میں بلند اور پست نہ ہو۔ اس لیے اگر ناقد چاہے تو اسکا بلند اور منتخب کلام پیش کر کے اُسے فن کی اعلیٰ کرسی پر بٹھا سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کے سرسری اور پست اشعار سامنے لاکر اُسے کمال کی کرسی سے کئی درجے نیچے لا سکتا ہے۔ کسی شاعر کے حسن و قبح اور کمال نیز کمال کا اندازہ کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا کلام بغور پڑھا اور جانچا جائے یہ عذر کہ اس زمانہ میں روز افزوں مشاغل اور تمدنی کاروبار سے کسے اتنی فرصت ہے کہ وہ کل کلام کو رائے قایم کرنے کے لیے پڑھے ہمارے

نزدیک قابلِ قبول نہیں ہو سکتا جنہیں اتنی فرصت یا قابلیت نہ ہو اسے، بقول ہمارے ایک دوست کے، مطلق یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوئی رائے قائم کرے۔ امیر حسن کے کلام کو سرسری طور سے بھی دیکھیے تو مفصلہ ذیل خصوصیات صاف طور سے نظر آتے ہیں۔

(۱) ان کی غزلوں میں درد، سوز و گداز، اور جذبات پوری طور سے موجود ہیں جو غزل کی جان ہیں۔

(۲) ان کی زبان شیریں، رواں، نرم اور لطیف ہے۔ ان کی ہر غزل میں ایک آدھ شعر تیر ہوتا ہے جو دل سے نکلتا ہے اور دل ہی میں جا کر بیٹھتا ہے۔

(۳) مضامین صاف، ترکیبیں سلجھی ہوئی ہوتی ہیں۔ مضامین کے لیے زبان اور محاورہ میں فرق نہیں آنے دیتے۔

(۴) باوجود صوفی ہونے کے ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ کم اور عاشقانہ رنگ غالب ہے، جو اُس زمانہ کی خصوصیت ہے۔ اس زمانہ میں صوفیائے کرام جو "ہمہ اوست" کے قائل تھے وہ بھی اس مسئلہ کے علانیہ اظہار سے اجتناب کرتے تھے۔ اور یہی وہ مادہ ہے جس سے بشیتر شعر پر تصوف کا رنگ چڑھتا اور چمکتا ہے۔

(۵) اکثر غزلوں میں صرف قوافی پر اکتفا کرتے ہیں اور ردیف کا سہارا نہیں لیتے اور باوجود اس کے غزل سنبھال لیجاتے ہیں جو ان کے کمال قادرالکلامی کی دلیل ہے۔

(۶) اکثر خشک اور تنگ قافیے اختیار کرتے ہیں اور متداولہ بحور، ردیف اور قافیوں سے بچتے ہیں۔ ان کے دیوان میں ایسی غزلیں کم ہیں جو متقدمین یا معاصرین کی غزلوں کی بحور اور قوافی میں ہوں۔

(۷) مختصر گوئی میں انہیں خاص ملکہ ہے شعر میں ایک لفظ ایسا لے آتے ہیں جو پورے ایک جملے کے مساوی ہوتا ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ز اشک حسن محسن را تا لب رسید طوفاں
ای دستگیر عاشق دستی بگیر ورنہ (ورنہ سیلاب اشک غرق چشم و میرم)

با حسن گفتنی چرا عاشق شدی
صد جواب است ایں سوالت را ولے (ولے جواب گفتنی نیست توام)

عقل گوید از چہ دیدی اے کہ تنم کوان
آدم آنجا با لغزید است مسکین دلی (دلی بیچارہ ہم پا را کرد لغزد)

مرد نی تا بہ دل خوں نی
لاف محبت چہ زنی چون نی (مرد بہ دل خون نی)

بسیار خطا کردی با زلف حسن گفتم
روئے بزمیں آمد و وحشی و پریشاں (بطلیں مدہلی و پریشاں)

اسی طرح کے بیسیوں اشعار ہیں۔

(۸) نرد اور شطرنج کے اصطلاحات بکثرت استعمال کرتے ہیں جیسے

تخت شاہ است کہ رفیق بند فرزین بہ — گنج در یں حوصلہ تنگ بیدق ایں ثلاثہ
شاہ انجم بر بساط آسماں — خانہ خانہ از رخت گریختہ

پیل بندِ عشق شد بر عرصۂ دل استوار شاہ رُخ بنما کہ ماتست از غزائے شاہ شاہ
نردِ عشقت پاک می بازم ولے ترسم از انکہ کعبتین چشم غلطانی مرا بازی دہی۔ وغیرہا

بعض غزلیں از سرتا پا شطرنج کے اصطلاحات سے مملو ہیں۔ دیکھو غزل ۲۲۲ صفحہ ۲۵۶

(۹) بعض غزلوں میں ایک خاص لفظ کا التزام کر لیتے ہیں اور کل غزل اسی التزام کے ساتھ تمام کرتے ہیں دیکھو غزل ۸۹، صفحہ ۳۸۔ جس میں لفظ "شتر" کا التزام کیا ہے۔ بعض حضرات نے شتر اور حجرہ اور بعض نے شتر اور مو کا التزام کیا ہے انہیں کی سنت ادا فرمائی ہے۔

(۱۰) اپنے معاصرین سے زیادہ ایسی ترکیبیں اور الفاظ استعمال کرتے ہیں جو اِس زمانہ میں متروک ہیں۔ مثلاً

گفتی چو حسن برمن چوں شادنی آئی من غمزدۂ عشقم چوں شادنی آیم

"چوں" بمعنی "زیں" کے استعمال ہوا ہے۔

نزدِ تو آورد حسن قصۂ عجز و بیکسی تو بکمال مرحمت بیکس و عاجزش ممان

"ممان" بمعنی "مگزار"

ال سرو رواں گشت ہی نالم از ایرا چوں بلبل ازاں سرو رواں دور شدم باز

"از ایرا" = ازیں جہت یا بدیں سبب

عشقت رسید و ملکِ دل بگرفت شاہنشاہ شد عقلم فضولی می نمود از شغل یکسوں کردمش

"یکسوں" بجائے "یکسو" کے یا "ہر ہمہ" بجائے "ہمہ" یا "جز کہ" بجائے "جز" یا "فرمودگی" بجائے "پسندیدہ" کے۔ ان کے کلام میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جنھیں بلحاظ طوالت ہم یہاں درج نہیں کر سکتے

(۱۱) لفظی رعایتوں کا ضرورت سے زیادہ خیال کرتے ہیں جس سے اکثر حالتوں میں شعر اپنے پایہ سے گرجاتا ہے۔

گفتم زباغ وصل تو بوئے بمن رسد — آواز از در تو بر آمد کہ بار نیست
مرا با خاتم ہمت فلک فیروزۂ آمد — بداں فیروزہ در صف صفا پیوستہ فیروزم
بکشائے رُخ فرخ ودُرج دہن تنگ — مہرے بغریباں کن و مہرے بگدا بخش
تو بہرِ وصال گل زنی پر — ما زیر پر فراق بالیم
صبر از برم بجست چو آہو بصید گاہ — آں شہسوار سخت کماں را خبر کنید

رعایت لفظی کی مثالوں سے ان کا دیوان بھرا پڑا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ الفاظ کے تلفظ سے جو رعایت پیدا ہوتی ہے اس سے بھی کام لے لیتے ہیں۔

کو پیک تا پیامے از ما بگل رساند — کاندر غمِ عزیزاں تا چند خوار بودن

(۱۲) ان کے قصائد کو بجز دو ایک قصائد کے قصیدہ کہنا ہی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ قصائد کے جو حدود اساتذہ قدیم مقرر کر گئے تھے اور جو شان و شوکت اور طمطراق ان کے لیے ضرور ہے اس سے ان کے قصائد بالکل معرا ہیں۔ بعینہٖ یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزلوں میں چند اشعار ممدوح کی تعریف میں بڑھا دیے گئے ہیں اور عجب نہیں کہ ایسا ہی ہوا ہو۔

(۱۳) مثنویاں جس قدر ہیں صاف اور قصائد سے زیادہ تر چست ہیں۔

(۱۴) قطعات اور رباعیات اول تو بہت کم ہیں اور جو ہیں ان میں کوئی خاص بات قابلِ لحاظ نہیں نظر آتی۔

کاپیاں اور پروف دیکھنے میں ہمیں ان کے جو اشعار پسند آئے انہیں

ہم لکھتے گئے تھے جو نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

منتخب اشعار

دل شد و صبر است پا اندر رکاب ، رو کہ سلطاں رفت و لشکر میرود
گفتی کہ چرا جدائی از من ، ایں از فلک است از حسن نیست
گفتی کہ بخواب اندر مہماں شوم یک شب ، اما تو کجا آئی چوں خواب نمی آید
در عرصات چنیں روئے کشادہ اندر آئے ، تا بدعا بدل شود دعویِ داد خواہ تو
از حسن ایں چہ سوالست کہ محبوب تو کیست ، ایں سخن راچہ جوابست تو ہم میدانی
خلق گویند دل از صبر بجا آور باز ، اے دل از صبر نشانے دہ اگر جائے ہست
باز ایں دلم بسوئے دل آرام می رود ، از دام جستہ باز سوے دام میرود
طرفہ سر و کاریست کہ با وعدہ معشوق ، صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد
دو سہ بار با تو گفتم کہ مرا بہ ہیچ بستاں ، نہ شد اتفاق، شاید کہ بایں بہا گرانم
تلخ کردم جہانیاں را خواب ، زاں دعا ہا کہ مستجاب نہ بود
اے حسن یار اگر خطائے کرد ، ہم شکایت از او صواب نہ بود
گفتی کہ چرا حال دل خویش نگوئی ، من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند
صبر من بیگانہ تر شد چوں تو برگشتی ز من ، آشنا ہرگہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را
زلف از رویت نمیگردد جدا ، کافراں را نیست از آتش نجات
یارب منجے برساں تا بپرسمش ، کاں آفتاب شب روِ ہم از آسمان کیست
زلف تو شفیع محشرم باد ، ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است

یار یاری کند اگر خواہد	قصۂ من ہنوز بر اگر است
سنگ بر روئے خود زن آتشے در رخت خویش	اے حسن این سنت دیوانگان عاقل است
دوش چشم ہمہ کس در رہ تو حیران بود	جا تشنۂ خمِ ابروئے کسے باوے ہست
آب مژہ ما گزراں شد ز سر ما	نیکو مثل است اینکہ ہم از ماست کہ بر ماست
مرا بزور گرفتی بمرحمت بگزار	کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گزاشت
یار آوارگی ہمی خواہد	رفتن حج بہانہ افتادہ است
ما گناہے نکردہ ایم ولے	خوئے بد را بہانہ بسیار است
دلم ربودی و ننواختی ہزار افسوس	چنانکہ دلبریت ہست دلنوازی نیست
روزم تو بر فروز شبم را تو نور بخش	این کار تست کار مہ و آفتاب نیست
جاں پیش کشم چو تو در آئی	در خلوت دوست جاں نگنجد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمی کنی بلب	چشم تو جور میکند لعل تو داد میدہد
حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج	ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند
مصلحت نیست کہ پندم دہی اے خواجہ حکیم	ہر کسے مصلحتِ خویش نکو میداند
فراق روئے تو بسیار شد چہ چارہ کنم	مگر لباس حیاتے کہ ہست پارہ کنم
گرفتم اینکہ بہ بندم زبان ز نالیدن	تپیدن دلِ بیچارہ را چہ چارہ کنم
بہ شمشاد گفتم جوانی مکن	کہ ما نیز روزے جوان بودہ ایم
دل نہادیم بہ ہر حکم کہ از تقدیر است	ترک تدبیر پسندیدہ ترین تدبیر است
اینست بزرگ نعمتی صبر بحالت بلا	دام بلا قبول کن چوں زدہ دم ولا
واللہ ار تیر زنی بر جگرم ہر بارے	از جگر بر کشم و باز بدست تو دہم

اے حسن گر دل تو بشکند از لشکر غم — عشق را مژدہ نصرت ز شکست تو دہم
گردیدن خود حرام داری — ما کشتن خود حلال داریم
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلےٰ چاک زد — پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را
عمرے حسن ملازم اصحاب درد بود — بسیار خواستہ کہ ز ایشاں شود نشد
بر دل یار حسن بود فراموش گشتہ — ایں غزل خواندہ شد آں نادرہ گو یاد آمد
گفتی حسن چرا نہ کنی توبہ از شراب — واللہ کہ توبہ کردم و مستی نمی رود
مرد نئی تا ہمہ دل خوں نئی — لاف محبت چہ زنی چوں نئی
چوں شود حالم دریں سیلاب غم — ہم شتر غلطید ہم رخت اوفتاد
گرت روم بفدا عمر دوستاں تو باد — ہزار جان گرامی فدائے جان تو باد

خوں شد دل دیوانہ ام زلفت ببازی ہمچناں
آخر رسید افسانہ ام شب را درازی ہمچناں

بازم ایں ساعت ازاں روئے نکو یاد آمد — گل بخندید و مرا خندہ او یاد آمد
با رُخ خوے کردہ بر بام آمدی — چوں گلِ نو خاستہ باراں زدہ
شحنۂ عشقت چہ خواہد از دلم — خیمۂ اندر دہِ ویراں زدہ
مدعی گر نشد از شوق در آتش چہ کند — ہیزم او ہمہ تر بود کجا در گیرد
رفتن باد صبا آمدن گل چہ کنم — من ترا دانم ازیں ہا بسے آیند و روند
طبیب علم ندارد ز درد ضربت عشق — چہ سود مند بود شربتے کہ او فرمود
تا چند حسن عشق، شراب و غم شاہد — باز آ کہ ز پیراں نہ پسندند جوانی
ہجر تو علامت قیامت — وصل تو لطیفۂ خدائی

داری نو زخم تیغ رواں ماسرشک خوں
روزے میان ماو توایں ماجرا رود

روز غم تو مرمرا زار شکست گوشکن
من زشکستگی خوشم گرتو شکستہ پروری

قبل ازیں بیان ہوچکا ہے کہ امیر حسن سعدی علیہ الرحمہ کے اتباع پر فخر کرتے رہے ہیں۔ اس امر کے جانچنے کے لیے کہ انہیں اس اتباع میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہم ان دونوں حضرات کی چند ہم طرح اور ہم قافیہ غزلیں پہلو بہ پہلو نقل کرینگے۔

امیر حسن	سعدی
۱۔ اے برفراز سرو برآوردہ ماہ را	۱۔ آں روئے بیں کہ حُسن بپوشیدہ ماہ را
برماہ کج نہادہ بشوخی کلاہ را	واں دامِ زلف دانۂ خال سیاہ را
۲۔ دل مے بری زما بگواہیٔ قد خویش	۲۔ من سرو را قبا نشنیدم کمر کہ بست
اے دوست راست کردہ چہ آری گواہ را	بر فرق آفتاب ندیدم کلاہ را
۳۔ گویند آفتاب پرستند یک گروہ	۳۔ گرصورتے چنیں بقیامت درآورند
ما بندہ ایم آں دو رخ ہمچو ماہ را	عاشق ہزار عذر بگوید گناہ را
۴۔ اے روئے تو تمام چو مہ در ہمہ صفت	۴۔ با دوستانِ خویش نگہ میکند چنانکہ
اطراف مہ رقم زدہ خط سیاہ را	سلطاں نظر کند بہ تکبر سپاہ را
۵۔ بندہ حسن زخط خوشت نسخۂ کند	۵۔ سعدی حدیث مستی و فریاد عاشقی
ہرگہ کہ عرضداشت کند پادشاہ را	دیگر مکن کہ عیب بود خانقاہ را
دیگر	
اے غمزۂ خونریزت تاراج بر جاہا	وقتے دل سودائی میرفت بہ بستانہا
کفر سر زلف تو غارتگرِ ایمانہا	عیش و طرب آورد وے برلالہ وریحانہا

گه نعره زدی بلبل گه جامه دریدی گل
با یاد تو افتادم از یاد برفت آنها
تا عهد به تو بستم عهد همه بشکستم
بعد از تو روا باشد نقض همه پیمانها
تا خار غم عشقت آویخته در دامن
کوته نظری باشد رفتن به گلستانها
آن را که چنین دردی از پای در اندازد
باید که فرو شوید دست از همه درمانها
گر در طلبت رنجی ما را برسد شاید
چون عشق حرم باشد سهل است بیابانها
هر کو نظری دارد با یار کمان ابرو
باید که سپر باشد پیش همه پیکانها
گویند مگو سعدی چندین ز غم عشقش
میگویم و بعد از من گویند بدورانها

بر شحنهٔ عشق تو هر روز همی بینم
در کشتن مسکینان از خط تو فرمانها
ای نرگس نورسته این نوع روا داری
من خسته هر خاری تو خفته به بستانها
تا روی نهان کردی مهری به دهان کردیم
عاشق به تو خوش باشد بلبل به گلستانها
بسیار همی گویند از حور و قصور آوخ
ای آنکه توان داری بی تو چکنم آنها
ای نقش بدیع تو آرایش هر ایوان
در نقش تو حیرانم چون نقش به ایوانها
ما ناکه منجم را معلوم شد از اشکم
کامسال در احکامش بینم همه بارانها
بر نظم حسن دیدم شهری شده دیوانه
زیرا که نمی یابند این طرز به دیوانها

دیگر

باد گلبوی سحر خوش می وزد خیز ای ندیم
بس که خواهد رفت بر بالای خاک ما نسیم
ای که در دنیا نرفتی بر صراط مستقیم
در قیامت بر صراطت جای تشویش است و بیم

دل به دلبر عاقبت تسلیم کردم ای سلیم
تا برون دادم علم از عالم امید و بیم
در کلاه همت درویش تا آیت ترک هست
ترک جنت خوشترست هرچه در جنت نعیم

قلب روئے اندوده نستانند در بازار حشر   یافتم الحمد للہ ہم بجوئے عشق دوست
خالصے باید کہ از آتش بروں آید سلیم   انچہ در الحمد میخواندم صراطِ مستقیم
غیبت از بیگانہ پوشیده است می بیند بصیر   در گلوئے قمریان از شوق طوقے کرده اند
فعلت از ہمسایہ پنہانست میداند علیم   تو ہماں خط بینی و عارف نوائے یا کریم
نفس پروردن خلاف رائے ہر عاقل بود   آبِ خضر اندر دہن شربت چہ آری اے طبیب
طفل خرما دوست دارد صبر فرماید حکیم   آسماں زیر قدم طالع چہ بینی اے حکیم
آنکہ جاں بخشید و روزی داد و چندیں لطف کرد   وقت سعدی خوش کہ خوش میگفت بعد از ہر چہ گفت
ہم ببخشاید چو مشتے استخواں بیند رمیم   وقت عذر آوردن است استغفر اللہ العظیم
سعدیا بسیار گفتن عمر ضایع کردن ست   زاں ندیمہا کہ میکردے پشیماں شد حسن
وقت عذر اوردن ست استغفر اللہ العظیم   آرے آخر از پشیمانی بود حرف ندیم

ہم انہیں تین غزلوں پر جو ہم نے دونو حضرات کے دیوانوں سے بلا کسی خاص لحاظ کے منتخب کرلی ہیں اکتفا کرتے ہیں۔ جس قدر کلام یہاں درج ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ پرواز خیال، بندش، روانی، سلاست اور سادگی میں امیر حسن شیخ کا پورے طور سے اتباع کرتے ہیں اور انہیں سعدی ہند کا جو خطاب دیا گیا ہے وہ غلط نہیں ہے، شیخ کی تقلید کہو یا زمانہ کا رنگ امیر حسن نے ہزلیات میں بھی ایک نظم لکھی ہے جو صفحہ ۹۰۴ کلیات ہذا پر درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرید اور تائب ہونے سے قبل کی ہے۔ اسی طرح ہم ان کی اور اون کے دوست امیر خسرو کی بھی چار غزلیں جو اُن کے دیوانوں سے سرسری طور سے لے لی گئی ہیں پہلو بہ پہلو نقل کرتے ہیں تاکہ اس صنف شعر میں دونوں کے کلام کا اندازہ کیا جا سکے۔

امیر خسرو

شبہا بروز آمد بسے کز دل نہادی یاد را
جانم ز تن آمد بروں بوئے نہ دادی باد را
شد بازوئے ہجرت قوی در کشتن بیچارگاں
چنداں قصاص افزوں کند عادت شود جلاد را
ایکہ میگوئی کہ وقتے لوح صبرت باد برد
سالہا شد تا فراموش کردہ ام آں باد را
ایں ہمہ خونابہ کاشامم ہے زیں روز بد
بہتریں روزے خلل اندازد ایں بنیاد را
چند گریم چوں سیہ روئی عشقم از قضاست
آب کے شستن تواند داغ مادر زاد را
تا بسوئے گفت شیریں ست دل، خارا و کوہ
کندن از ناخن چو گل چیدن بود فرہاد را
نوک مژگان تو در دل ماند خسرو را چنانکہ
در رگِ بیمار نشتر بشکند فصّاد را

امیر حسن

دی سوئے سرو لالہ رخ پیغام دادم باد را
بنوشتہ خط بندگی آں سوسنِ آزاد را
تا پیش او افتد مگر اینک ز چشم دُرفشاں
درہا ذخیرہ میکنم از بہر پیش افتاد را
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلی چاک زد
پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را
میخواستم کز دست دل امروز فریادے کنم
گریہ گرہ شد در گلو رہ بستہ شد فریاد را
دی بعد فرض بامداد از دور دیدم روئے او
من در غزل خواندن شدم رخنہ فتاد اوراد را
ہر کس رہے دارد ولے چہ سود کز خوان ازل
بوسہ بخسرو میرسد تیشہ زدن فرہاد را
گر عمر افیست اے حسن در پائے خوباں صرف کن
چندیں چہ کہگل میزنی دیوار بے بنیاد را

دیگر

باز دل گم گشت در کویش منِ دیوانہ را
از کجا کردم نگہ آں شکل قلاشانہ را
گاہ گاہ اے باد کانجاہات می افتد گزر

باز نو کردم ز سر عہدِ مے و میخانہ را
ساقیا لختے بدہ اں آفت فرزانہ را
باز خود زنجیر زلف شاہداں آویختیم

زاشنایان کہن یاد ے دہ آں بیگانہ را
چوں کنم بس می نیابم ایں دل دیوانہ را

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

شعلہ گو در جاں بگیر و سینہ گو ز آتش بسوز
شمع زیبہا نیست کو رحمت کند پروانہ را

جاں ز نظارہ خراب و ناز او ز اندازہ بیش
ما بوئے مست و ساقی پر دہد پیمانہ را

حاجتم نبود کہ فرمائی بترک نام و ننگ
زانکہ رسوائی نیاموزد کسے دیوانہ را

خسروست و سوز دل وز ذوق عالم بیخبر
مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را

یار بہ داند ز سر گردانی عشاق خویش
شمع بہ روشن کند جانبازی پروانہ را

جاں چو جائے عشق او شد عقل را گفتم برو
در حریم محرم او چوں کنم بیگانہ را

ماہ من از چیست کاندر کلبہ ام نائی شبے
یا مگر از گنج روزی نیست ایں ویرانہ را

در دلم صد گونہ غوغا نیست گر مہماں شوی
از ضرورت کعبہ میسازم من ایں بتخانہ را

دل چو رفت از تو نصیحت با کہ گوئی اے حسن
مرغ چوں جست از قفس دیگر چہ ریزی دانہ را

دیگر

یارے کہ از جدائی اویم گماں نبود
ماہیست بے ویم کہ شبے درمیاں نبود

بیگانہ وار از سر ما سایہ بر گرفت
مارا ز آشنائی آں ایں گماں نبود

گل آمد و بباغ رسیدند بلبلاں
واں مرغ رفتہ را ہوس آشیاں نبود

امسال رونق گل تر آنچناں نبود
بے سرو گل بدیہہ بلبل رواں نبود

گلزار بود مجلس و قول مغنیاں
بر قول صوفیاں ہمہ خود بود آں نبود

ایں کارواں گل پس سالے رسید لیک
ما ہے کہ در دست درین کارواں نبود

داما نش چوں گزاشت حق صحبت قدیم | دانستہ ام کہ از تو بہ بینم شب فراق
گیرم کہ دست ہیچ کسش در عناں نبود | آں روز رستخیز مرا در گماں نبود
جانم بجا و من نیم از زندگاں از انکہ | لعل بتاں جواہر غیبم نثار کرد
زو بود جملہ زندگی من بجاں نبود | ورنہ مرا چنیں صدف درفشاں نبود
رفتم ببوئے صحبت یاراں بسوئے باغ | مرغ ارچہ عشق نامہ خود خواند بامداد
گوئی بباغ زاں ہمہ گلہا نشاں نبود | دستانش را طراوت ایں داستاں نبود
خسرو اگر گل تو زگلزار شد مثال | ایں طرز شیوۂ حسن ست ورنہ پیش زیں
دانی کہ ہیچگہ چمنے بےخزاں نبود | چندیں شکر بعرصۂ ہندوستاں نبود

دیگر

گرچہ از عقل و دل و دیدہ و جاں برخیزم | چیست مطلوب تو تا از سر آں برخیزم
حاش للہ کہ من از شوق فلاں برخیزم | ور بجاں حکم کنی از سر جاں برخیزم
یکزماں پیش من اے جان جہانم بنشیں | اندریں رشتہ دکانیست مرا از طاعت
تا بداں خوشدلی از جاں زجہاں برخیزم | گر نہ سودائے تو باشد ز دکاں برخیزم
ہوسم ہست کہ پیش تو دمے بنشینم | یک جہاں طعنہ زنندم کہ نشینی بیکار
وز سر ہر چہ بگوئی پس ازاں برخیزم | گر تو دستے بدہی از دو جہاں برخیزم
مردم دیدہ مرا بہر تو در خوں بنشاند | بے تو از دنیا و عقبیٰ چو نخیزد چیزے
من برویت نگرم وز سر جاں برخیزم | تو بیا تا ہم ازیں وہم ازاں برخیزم
ناتواں گشتم ازاں گونہ کہ نتوانم خاست | سوئے گور من اگر بگزری اے سرو رواں
ورمرا دست بگیری تو رواں برخیزم | سرو تو بنگرم از دور و رواں برخیزم

از پس حشر کہ از گور بر انگیختہ زیدم — اگر از زمزمۂ عشق تو در نفخۂ صور
ہم ز بہر تو بہر سو نگراں برخیزم — نیم بانگے شنوم رقص کناں برخیزم
خسروم آخر و پسند کہ ہر دم با تو — درد از درد بنہ بر سر من بندۂ حسن
شادماں شینم و با آہ و فغاں برخیزم — تا ازیں زہد فروشی زباں برخیزم

ممکن ہے کہ غزل کے میدان میں امیر حسن اپنے دوست امیر خسرو کے دوش بدوش چل سکتے ہوں بلکہ بعض خصوصیات میں ان سے دو قدم آگے ہوں لیکن قصائد مثنوی اور دوسرے اصناف شعر، اور عام طباعی اور پرگوئی میں سچ یہ ہے کہ وہ امیر خسرو کو نہیں پہنچ سکتے جس کا اقرار وہ خود کرتے ہیں اور جس خوبصورتی سے یہ اقرار کرتے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

خسروا از رہ کرم وپذیر — انچہ من بندہ حسن می گویم
سخنم چوں سخن خسرو نیست — سخن این ست کہ من می گویم

انصاف اور محبت کا زمانہ تھا، امیر خسرو باوجود ان تمام کمالات کے جو فطرت نے ان کی ذات مجمع الصفات میں جمع کر دیے تھے، اپنے دوست امیر حسن کے کلام کی خوبیوں سے منکر نہ تھے۔ ایک غزل کے مقطع میں کہتے ہیں۔

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر — کز سخنہائے تو ام بوئے حسن می آید

اگرچہ امیر خسرو کا معیار سخن اس قدر بلند تھا کہ وہ اپنے زمانہ کی شاعری کو زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ قطعہ

کس دریں روزگار نتواں یافت — کہ سخن با فروغ میگوید
ہر کہ گوید کہ راست میگویم — راست گویم دروغ میگوید

ــــ تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد پردار خیال اور طرز ادا میں جو تبدیلی ہوئی اس کے لیے ملاحظہ ہو حافظ کی غزل جو
[illegible]

امیر حسن کم گو شعراء میں ہیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

رسم حسن ہمیشہ چو کم گفتن آمدہ ست　　زیں بیشتر مجال نداد ایں قصیدہ را

ان کے اس دیباچہ سے جو انڈیا آفس کے نسخہ میں خود ان کا لکھا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اور پچاس برس تک نظم اور نثر لکھتے رہے (۶۳) سال کی عمر تک جو کچھ انہوں نے کہا اور قابل اشاعت سمجھا وہ ۷۱۵ھ میں بمقام دہلی شایع کیا جس میں دس ہزار ابیات بتائے جاتے ہیں یہ کلیات ان کے انتقال سے ۲۳ سال قبل کا ہے۔ اس ۲۳ سال کی مدت میں انہوں نے جو کچھ کہا اس کی نسبت یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ مروجہ اور موجودہ دیوانوں میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر ہے۔ اس کا پتا اسی وقت چل سکتا ہے جبکہ انڈیا آفس کے نسخہ کا مقابلہ موجودہ دیوانوں سے کیا جائے ظاہری قیاس یہ ہے کہ آخر زمانہ میں انہوں نے جو کچھ کہا اس نے موجودہ دیوانوں میں بہت کم جگہ پائی۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ اور امیر خسرو کا انتقال ان کی زندگی میں ہوا مگر حضرت سلطان المشائخ اور امیر خسرو کا کوئی مرثیہ یا نوحہ ان کے موجودہ دیوانوں میں نہیں پایا جاتا، جس سے قیاس مذکورۂ بالا کی ایک درجہ تک تائید ہوتی ہے۔

امیر حسن نے اپنے اشعار میں جن کا ذکر کیا ہے وہ حسان، خاقانی، رشید وطواط سعدی، خسرو اور حسینی ہیں۔ موخرالذکر حضرات کے سوائے، جن کا ہم کوئی پتا نہ چلا سکے باقی حضرات طبقہ شعرائے عرب وعجم کے مشہور اور معروف ارکان ہیں اودھ کے شاہی کتب خانہ کے نسخہ میں غزلوں کے (۵۳۳۰) اور قصائد

کے (۴۹۰) اور رباعیات کے (۲۰۷) جملہ (۶۰۲۷) ابیات بتائے گئے ہیں۔ شاد ایڈیشن یعنی نسخۂ ہذا میں غزلوں کے (۵۴۹۹) اور قصائد کے (۲۱۳۶) رباعیات کے (۴۵۸) اور مثنویات کے تقریباً (۱۴۰۰) ابیات ہیں۔

شمالی ہندوستان کا حال ہمیں معلوم نہیں مگر حیدرآباد میں جتنی غزلیں عام طور سے حسن کے نام سے قوالی میں گائی جاتی ہیں اور جنھیں حضرات صوفیہ امیر حسن کے انتساب کی بناء پر بڑے ذوق وشوق سے سنتے اور وجد کرتے ہیں وہ امیر حسن کی نہیں بلکہ منشی غلام حسین صاحب نامی ایک صاحب کی ہیں جو حسن تخلص کرتے تھے۔ اور ملتان کے رہنے والے تھے" ان کا دیوان ۱۳۰۴ھ ہجری میں سراج المطابع جہلم میں طبع ہوا تھا۔ منشی غلام حسین مرحوم صوفی منش، مستعد اور صحیح المذاق شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ عراقی کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:-

شراب عشق کاندر جام کردند — زچشم مست ساقی وام کردند

چو راز خویشتن کردند خود فاش — عراقی را چرا بدنام کردند

اگرچہ وہ عراقی کے دیوان مطبوعہ مطبع نولکشور میں نہیں پائی جاتی۔ اسی پر امیر حسن اور منشی غلام حسین مرحوم نے غزلیں لکھی ہیں جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں:

غزل امیر حسن

بتاں کز زلف مشکیں دام کردند — جہانے زیر هر مو رام کردند

بتقوی نام نیکو بردہ بودم — نکورویاں مرا بدنام کردند

بہشتے گشت صحن خانہ امروز — مگر ایشاں گذر بر بام کردند

من از اخلاص میخواندم دعائے — وزاں سوختم بر دشنام کردند

غم نوشیں لباں زاں تشنگاں پرس | کہ دریاہائے خوں آشام کردند
ملایک دیگے اندر طعن ایشاں | برآورند لیکن خام کردند
حسن را جائزۂ جاں چاک ازاں شد | کہ دُردِ دردش اندر کام کردند

غزل منشی غلام حسین مرحوم

شراب درد کاندر جام کردند | نصیب عاشق بدنام کردند
گرہ کز طرۂ لیلےٰ کشادند | دل مجنوں اسیر دام کردند
قضا روزیکہ نقش دار بربست | سوئے منصور زاں پیغام کردند
قد رعنائے آں سرو دلآرائے | قیامت بود قامت نام کردند
ثنائے زلف و رخسار تو ایماہ | ملایک ورد صبح و شام کردند
ہلال عید میجستم کہ ناگاہ | اشارت برلب آں بام کردند
حسن آہ و فغان و گریہ و سوز | ز عشقم ایں ہمہ انعام کردند

یہی حال اس غزل کا ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

دل کند سجدہ بایں طرز خرامیدن تو | دیدہ صد شکر بجا آرد ازیں دیدن تو
اے حسن بوسہ بپایش زدنت بے ادبی ست | پائے نازک نشود رنجہ ز بوسیدن تو

جس طرح ضیائے آفتاب میں ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح نام آور شاعروں کے سامنے گم نام شاعر چند روز میں بے پتا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ منشی غلام حسین مرحوم و مغفور شاعری کے آسمان پر ایک روشن ستارے کیطرح چمکنے کے مستحق تھے۔ مگر امیر حسن کی نام آوری کے آفتاب نے انہیں چمکنے نہ دیا اور جو کچھ ان کی بضاعت بازار شہرت میں آئی وہ سب امیر حسن کے نام سے

بکی - بعینہ یہی حال ان لوگوں کے کلام کا ہوا جنھوں نے سعدی اور حافظ سے مشہور استادوں کے تخلصوں پر دست ورازی کی تھی ۔

امیر حسن کی تالیفات وتصنیفات | کلیات کے علاوہ جو غزلیات قصائد اور مثنویات پر مشتمل ہے ان کی سب سے زیادہ مشہور اور معروف تصنیف "فوائد الفواد" ہے۔ اس کا آغاز شعبان ۷۰۷ھ سے ہوتا ہے اور شعبان ۷۲۲ھ کو ختم ہوتی ہے اس پندرہ سال کی مدت میں جتنی مرتبہ مؤلف کو حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا اور اس بابرکت صحبت میں جو گفت وشنید ہوئی اسے مختصر اور مؤثر طریقہ سے قلمبند کرتے گئے ہیں عبارت صاف اور رواں ہے اور جو روایتیں اور حکایتیں حضرت سلطان المشایخ کی زبانی لکھی ہیں وہ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہیں - ان کی یہی تالیف ہے جس کی نسبت امیر خسرو فرماتے تھے کہ کاش میری تمام کتابیں میرے بھائی حسن کے نام ہوتیں اور ان کی یہ تالیف میرے نام ہوتی - اس میں شک نہیں کہ اس کہنے کی وجہ بقول مولانا شاہ عبدالحق کے وہ ارادت اور محبت تھی جو امیر خسرو کو اپنے پیر حضرت محبوب الٰہی سے تھی۔ ورنہ امیر خسرو کی مجموعی تصنیفات کے مقابلہ میں "فوائد الفواد" کو کیا وزن ہو سکتا ہے - حضرت سلطان المشایخ کے دو ملفوظات افضل الفواید اور راحت المحبین امیر خسرو کی طرف منسوب ہیں - صاحب سیر الاولیاء کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر خسرو اور امیر حسن کے علاوہ بعض دوسرے حضرات مثلاً خواجہ محمد مولانا بدر الدین اسحاق کے فرزند نے جو حضرت فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے نواسوں میں تھے اور خواجہ عزیز الدین صوفی نے

بھی حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات جمع کیے تھے جو علی الترتیب انوار المجالس اور تحفۃ الابرار و کرامت الاخیار کے نام سے موسوم تھے، لیکن جو شہرت اور قبولیت فوائد الفواد کو ہوئی وہ ملفوظات میں سے کسی ملفوظ کو نصیب نہیں ہوئی۔ فوائد الفواد کی تالیف کا زمانہ سخت سیاسی ہنگاموں اور عظیم الشان ملکی تغیرات کا زمانہ تھا۔ اسی عرصہ مدت میں سلطان علاء الدین خلجی نے اپنے بیٹے خضر خاں کو ولیعہدی سے معزول کیا۔ سلطان علاء الدین کا انتقال ہوا، ملک کافور نے جسے علاء الدین نے سیاہ وسفید کا مالک کر رکھا تھا، علاء الدین کے پنج سالہ بیٹے شہاب الدین عمر کو بادشاہ بنایا اور اس کے بڑے بھائیوں خضر خاں اور شادی خاں کی آنکھیں نکلوالیں۔ ملک کافور مارا گیا۔ قطب الدین مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ خسرو خاں کافر نعمت نے اسے قتل کیا اور خود بادشاہ بنا۔ غیاث الدین تغلق نے اس کافر نعمت بروار بچہ کو مار کر سلطنت حاصل کی۔ یہ سب ہنگامے اور شورشیں ہوتی رہیں مگر حضرت سلطان المشائخ کے دائرہ صحبت میں نہ اسکا ذکر ہے اور نہ فکر۔ یہ جماعت اپنے ذوق وشوق اور ذکر و شغل میں ایسی محو ہے کہ یہی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اس عہد اور دنیا میں ہے جس میں یہ تہلکے مچے ہوئے ہیں۔ تمام فوائد الفواد پڑھ جائے کہیں ان واقعات کا کنایۃً یا اشارۃً بھی ذکر نہیں ملیگا جو کمال یکسوئی کی دلیل ہے۔

"فوائد الفواد" تصوف کے دلچسپ نکات اور حکایات اور حضرت سلطان المشائخ کے برگزیدہ اقوال کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ سے علاوہ سلطان المشائخ کے حالات با برکات کے خود امیر حسن کے حالات پر بھی ایک گونہ روشنی پڑتی ہے،

۲۸ رمضان المبارک شنبہ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ آج دولتِ پابوس حاصل ہوئی۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر حسب عادت کوٹھے پر تشریف فرما تھے۔ دروازہ کے پاس سیڑھی تھی جب میں زمین بوس ہوا ارشاد ہوا کہ وہیں بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ دروازہ کا ایک پٹ ہر بار ہوا سے بند ہو جاتا تھا۔ میں نے اس پٹ کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑ لیا تاکہ بند نہ ہونے پائے۔ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف دیکھا کہ میں پٹ پکڑے بیٹھا ہوں ارشاد ہوا کہ پٹ کیوں نہیں چھوڑتے میں نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ میں نے یہ دروازہ پکڑا ہے۔ متبسم ہو کر فرمایا کہ تم نے یہ دروازہ پکڑا ہے اور مضبوط پکڑا ہے، شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہر درے و ہر سرے می باشید یک در گیرید و محکم گیرید" بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دیوانہ صبح کے وقت ایک دروازہ پر کھڑا تھا دروازہ کھلا اور اس میں سے بہت سے آدمی نکلے ایک داہنے طرف دوسرا بائیں طرف ایک مُنہ کے سامنے چلدیا۔ دیوانہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ پریشان اور مختلف راستے اختیار کرتے ہیں اسی وجہ سے کہیں نہیں پہنچتے اگر سب مل کر ایک راستہ پر چلیں تو منزلِ مقصود کو پہنچ جائیں اسی طرح کی بیسیوں نصیحت آمیز حکایتیں درج کی ہیں جس نے فوائد الفواد کو خاندان نظامیہ چشتیہ کا دستور العمل اور رفتار نامہ بنا دیا ہے۔

امیر حسن کے ممدوحین امیر حسن کے ممدوحین میں سب سے زیادہ باوقعت اور قابلِ عزت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف کی شان میں زیادہ اشعار نہیں پائے جاتے مگر جس طرح نظم و نثر میں ان کا ذکر کیا ہے اس سے امیر حسن کی دلی ارادت اور حقیقی عقیدت مترشح

ہوتی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے حالات اور ان کی مقدس زندگی اور عام محبوبیت کے ذکر کا نہ یہ موقع ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں میں شاید ہی کچھ لوگ ایسے ملیں جو اس ذات بابرکات اور اس کے فیوض سے ناواقف ہوں۔ امیر خسرو نے خوب فرمایا ہے

قطب عالم نظام ملتِ دیں　　کافتاب کمال شد رخ او
وز جنید و ز شبلی و معروف　　یادگار یست ذات فرخ او

حضرت سلطان المشائخ کی مجلس ایک ایسی مجلس تھی جو علماء، فضلاء اور متصوفین سے مملو تھی۔ اس مجلس کے جس رکن پر نظر پڑتی ہے وہ بجائے خود ایک کامل فرد نظر آتا ہے۔ طبقۂ علماء اور صوفیہ میں قاضی محی الدین کاشانی، مولانا وجیہ الدین پایلی، مولانا فصیح الدین، خواجہ کریم الدین سمرقندی، قاضی شرف الدین فیروز گہی، مولانا بہاء الدین، شیخ مبارک گوپاموی، مولانا نظام الدین شیرازی، مولانا بدر الدین تولہ، مولانا شمس الدین یحییٰ، شیخ نصیر الدین محمود اودھی، مولانا علاء الدین نیلی، مولانا ضیاء الدین برنی حاضر رہتے تھے۔ طبقۂ شعراء میں سے اس مجلس میں زانوئے ادب تہ کرنے والے امیر خسرو اور امیر حسن سے لوگ تھے امیر حسن جابجا اپنے اشعار میں اپنے پیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پیش تو ہر فضل کہ خوانم خطاست　　اصل ہمہ نظم نظام است و بس

ولہ

ہر کہ رویت نگرد کے نگرد سبزہ و گل　　اہل فردوس چہ محتاج تمنائے دگر
باتو صد سال اگر باشم و چیزے نشوم　　بہ از انم کہ بہ ہر چیز شوم جائے دگر

گفتیم پنج بیت بیادت چو پنج گنج ماخود حسن نہ ایم غلام نظامیم

سماع کے جواز اور غیر جواز کی بحث جو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی، اس کا سلسلہ حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ تک جاری تھا۔ امیر حسن نے اپنے کلام میں مختلف جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مدعیاں گر شدند منکر رقص و سماع ما بسماع الست رقص کناں میرویم

سبب رقص گواہی من ار نشنوند من ازیں ذوق یکے رقص دگر خواہم کرد

خلق آفاق شعبہ زور اند ما گرفتار نغمہ زیریم

مصلحاں می کشند ناں از طعن ما ز شوق سماع میمیریم

مطرباں را بخانہ نتواں برد خانہ در کوئے مطرباں گیریم

سماع کے متعلق ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کے مواجہ میں جو گفتگو ہوئی تھی اسی کو نظم فرما دیا ہے۔

بخیل نز پے حرمت گزر کند ز سماع کہ خوب گفت بخیل ایں لطیفہ نز مے

کہ گر حلال بود ہم شنید نتواند ازاں قبل کہ ندارد کرامت کرمے

نہ صدق بود ورو کز سرود گیرد ذوق نہ آں کرم کہ بمطرب بخشد او درمے

امیر حسن کا دوسرا ممدوح سلطان علاء الدین خلجی اور اسکا بھائی الماس بیگ المخاطب بہ الغ خاں اور علاء الدین کے بیٹے خضر خاں، شادی خاں، مبارک خاں وغیرہ ہیں۔ علاء الدین اپنے چچا اور خسر سلطان جلال الدین خلجی سے نیک نہاد اور نیکدل بادشاہ کو نہایت دغا اور بے رحمی سے قتل کر کے بادشاہ ہوا۔ مگر اس کا عہد فتوحات اور حسن انتظام اور آئین طرازی کے لحاظ سے ایک ممتاز عہد سمجھا جاتا ہے،

اس سلطان اور اس کے ارکین خاندان کے سوائے کسی اور پادشاہ کی تعریف امیرحسن سے ثابت نہیں جیساکہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ شہزادوں میں سب سے زیادہ اور عزیز ممدوح خضر خاں معلوم ہوتا ہے جو ایک زمانہ تک ولیعہد بھی رہا ہے اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید اور معتقد ہونے سے خواجہ تاش بھی تھا اس کے غسل صحت کے ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

از پے سر شستن خضر آبحیواں واجبست ز آبحیواں شست سر شہزادۂ دوراں بلے

اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اس کی تہنیت بادشاہ کو دیتے ہیں۔

بباغ دولت او خضر ساں نہالے خاست وزاں نہال نہالے دگر ببار آمد

امیر حسن کا دیوگیر جانا دارا شکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں میں چار حضرات فاضل اور کامل ہوئے امیر خسرو، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ برہان الدین غریب اور شیخ حسن دہلوی ..... حضرت شیخ نے دین اسلام کے رواج اور ہدایت کے لیے شیخ برہان الدین غریب کو برہان پور اور دولت آباد جانے کا حکم دیا، اور شیخ حسن دہلوی کو مع اپنے دوسرے مریدوں کے ان کے ساتھ کر دیا۔ یہ روایت بھی محل نظر ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے بھی اپنے سلسلے کے دوسرے بزرگوں کی طرح اپنے بعض خلفاء کو خلق اللہ کی ہدایت کے لیے ہندوستان کے بعض شہروں میں جا کر رہنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ سیر الاولیا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موصوف کے ایما سے شیخزادہ کمال الدین مالوہ اور شیخزادہ عزیز الدین

جو حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے خاندان سے تھے۔ دیوگیر اور مولانا وجیہ الدین چندیری میں جاکر رہے۔ صاحب سیرالاولیا نے جو حضرت برہان الدین غریب کے معاصر ہیں، حضرت موصوف کے حالات بہ تفصیل لکھے ہیں مگر انہیں دیوگیر بھیجے جانے کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں "بعد از نقل سلطان المشائخ مولانا برہان الدین غریب چند سال در حیات بود، دست بیعت بخلق میداد، چوں در دیوگیر رفت برحمتِ حق پیوست" اگر وہ حسب ایمائے حضرت سلطان المشائخ دیوگیر بھیجے گئے ہوتے تو صاحب سیرالاولیا ضرور اس کا ذکر کرتے۔ علاوہ اس کے حضرت برہان الدین غریب اگرچہ حضرت سلطان المشائخ کے قدیم مرید تھے مگر خرقہ خلافت انہیں سید خاموش عم امیر خورد اور حضرت سلطان المشائخ کے خدام بشر اور اقبال کی کوشش اور سعی سے حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بہت قریب زمانہ میں ملا۔ جب حضرت برہان الدین غریب کا دیوگیر بھیجا جانا ثابت نہیں تو امیر حسن کو اُن کے ساتھ کر دینا کس طرح صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ امیر حسن کا ۷۲۲ھ تک دہلی میں موجود رہنا خود ان کی کتاب فوائد الفواد سے ظاہر ہے۔ قیاس غالب یہی ہے جیسا کہ صاحب منتخب التواریخ بدایونی لکھتے ہیں کہ امیر حسن اور حضرت برہان الدین غریب دہلی کے دوسرے باشندوں کے ساتھ سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دیوگیر (دولت آباد) تشریف لائے اور اُس وقت حضرت سلطان المشائخ کا وصال ہو چکا تھا سلطان محمد تغلق جو اپنے باپ غیاث الدین تغلق کے دفعۃً انتقال کے بعد پادشاہ ہوا دنیا کے

عجیب و غریب انسانوں میں تھا نہ اس کی سخاوت، داد و دہش، ہمت، علم پروری، معارف نوازی کی کوئی حد تھی اور نہ اس کی سیاست اور خونریزی کی کوئی انتہا۔ خود نماز روزے کا پابند، مشہور خطیب، خوشنویس، شاعر، دبیر، فلسفی اور طبیب تھا۔ حافظہ ایسا قوی پایا تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سُن لیتا وہ تمام عمر نہ بھولتا تھا۔ ان اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ اس کے بعض افعال اور اطوار ایسے تھے جن سے اس پر جنون کا شبہ کرنا بیجا نہ تھا۔ منجملہ اس کی مجنونانہ کارروائیوں کے ایک دہلی کی تباہی اور بربادی تھی۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ تمام ہندوستان کا بادشاہ ہے اس لیے اس کا دارالسلطنت ایسے مقام پر ہونا چاہیے جسے اطراف مملکت سے وہی نسبت ہو جو مرکز کو دائرہ سے ہوتی ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت ہر حصہ ملک کی خرابیوں کا بعجلت تدارک ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے کسی نے اوجین اور کسی نے دیوگیر تجویز کیا۔ دیوگیر بادشاہ کو پسند تھا اور آخر انتخاب کا قرعہ اسی کے نام نکلا۔ سلطان محمد تغلق سے دیوانہ کے لیے اتنا کافی تھا۔ ۷۲۷ھ میں فوراً احکام صادر ہوئے کہ دہلی کے تمام باشندے چھوٹے بڑے، وضیع و شریف، امیر و غریب دہلی چھوڑ کر دیوگیر جاکر آباد ہوں جسے اب دولت آباد کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ جو لوگ پشتہا پشت اور صدیوں سے دہلی میں رہتے اور املاک اور جائدادوں کے مالک تھے۔ ان کے لیے یہ حکم قیامت تھا، مگر حکم حاکم مرگ مفاجات سبکو تعمیل کرنی پڑی۔ اس زمانہ کی کٹھن منزلیں اور دور دراز راستے، لاکھوں آدمیوں کے چپقلش میں جس طرح

ملے ہوئے ہونگے اس کا اندازہ کرنا بھی اس وقت دشوار ہے۔ سیکڑوں خاندان برباد اور تباہ ہوگئے۔ ہزاروں آدمی راستہ میں مرگئے اور اگر موقع ملا تو دوسرے ملکوں کو چلے گئے جو لوگ دولت آباد پہنچے انہوں نے ناموافقت آب و ہوا اور چالیس دن کے سفر کے مصائب سے بجائے شہر کے وہاں کے قبرستانوں کو آباد کیا۔ امیر حسن تمام عمر مجرد اور اہل و عیال کے بار سے سبکدوش رہے۔ حضرت سلطان المشائخ ان کے پیر و مرشد اور امیر خسرو ان کے دوست کا انتقال ۷۲۵ھ میں ہو چکا تھا۔ اگرچہ دہلی کی یہ دو بڑی دل بستگیاں ختم ہو چکی تھیں تاہم وہ دولت آباد پہنچکر دہلی کی یاد سے غافل نہ تھے جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے ؎

ہمیں کزمئے فرقت چگونہ مخمور | زدوست دور تواں شد ولے نہ چنداں دور
کجاست حضرت دہلی و خوبرویانش | یکے بہشت دروں و بروں او پر حور
اگرچہ غیبتے افتاد بر طریق مجاز | ولے بر اہل محبت محقق است حضور

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

مباد ایہچ کس از دوستاں چنیں کہ منم | بکام دشمن و از جملہ دوستاں تنہا
ز دور چرخ خراب و ز دور حادثہ زار | ز اہل بیت غریب و ز خانماں تنہا
سفر گزیدہ ہمہ مرد ماں و من غافل | چو خفتۂ کہ بماند ز ہمرہاں تنہا

ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

حسن بکوئے عدم گم شدند یارانت | بگو نشان چنیں گم شدہ کجا جوئید

دہلی کی تباہی کی طرف کس خوبصورت پیرایہ میں اشارہ کرتے ہیں۔

آخر نہ ترسید از ظلم آں شحنۂ خونریز آہ
شہرے کہ پار آباد بود امسال ویراں از چہ شد

سلطان محمد تغلق کی اسی قسم کی سوء تدبیریوں سے ملک میں ہر طرف بغاوتوں کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ جن کے فرو کرنے کے لیے لشکروں اور فوجوں کے بھرتی کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کے لیے شمال ہندوستان ہی کا میدان موزوں تھا۔ اس غرض سے پادشاہ کو دہلی آنا پڑا۔ دہلی اور اس کے قرب و جوار کے قصبے ویران اور سنسان پڑے تھے۔ اور وہ شہر جو چند روز پیشتر بغداد اور قاہرہ کا ہمسر اور مدمقابل تھا اس وقت دام و دد کا مسکن اور مامن بن گیا تھا۔ یہ سماں دیکھ کر پادشاہ کے دل میں خدا جانے کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہونگے اور اپنی اس نامعقول حرکت پر کتنی ندامت ہوئی ہوگی۔ اس کا علم ہونا تو مشکل ہے مگر اتنا مسلم ہے کہ جو رعایا جبراً دولت آباد لیجا کر آباد کی گئی اُسے اجازت ہوگئی کہ جو چاہے دہلی واپس جائے اور جو چاہے دولت آباد میں رہے۔ اس حکم نے دونوں شہروں کو بے رونق کر دیا۔ کچھ لوگ دہلی آکر از سرِ نو آباد ہوئے۔ کچھ لوگ وہیں رہ گئے۔ امیر حسن اور حضرت برہان الدین غریب اور حضرات صوفیہ کی ایک بڑی جماعت وہیں رہی۔ جن کے مرقدوں سے اس وقت دولت آباد کے گرد و نواح کے ویرانے آباد ہیں۔ امیر حسن تقریباً دس گیارہ سال دولت آباد میں زندہ رہکر اسی سرزمین کے پیوند ہو گئے۔ کُلُّ شَیئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجهُ الله۔ ایک غزل میں

خود کہتے ہیں ؎

بچرخ بریں میکنی تکیہ دایم — ندانی کہ چرخ بریں ہم نماند
چہ مونس ہمے گیری از ہر قرینے — کہ مونس نپاید قریں ہم نماند
اگر بگزرد مرو کج گوئے کم داں — سخن دانِ باریک بیں ہم نماند
سخن را اگرچند سحر آفریدند — سرانجام سحر آفریں ہم نماند
ہمیں نالۂ ماند بیکس حسنؔ را — بترسم ازاں روز کیں ہم نماند

یہ دن سنہ ۳۸ یا ۳۷ھ میں آگیا۔ اور گلشن سخنوری کا ایک بولتا ہوا بلبل خاموش ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مسعود علی محوی۔ بی۔ اے (علیگ)
سابق سشن جج سرکار آصفیہ
حیدرآباد دکن ۱۳۵۱ھ م ۱۹۳۲ء

اس کے طبع ہو جانے کے بعد جو مزید حالات حضرت امیر حسنؔ کے ہمیں معلوم ہوئے ہیں وہ ضمیمۂ دیباچہ میں ملاحظہ ہوں۔

مسعود علی



نقشہ مزار حضرت امیر حسن علیہ الرحمہ واقع خلد آباد ضلع اورنگ آباد
ممالک محروسہ سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

ضمیمہ دیباچہ

ہز اکسیلنسی راجہ راجایان راجہ سر کشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ کے۔سی۔آئی، جی۔سی۔آئی۔ای، صدر اعظم باب حکومت سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن المتخلص بہ شاد کے نام نامی اور اسم گرامی اور ان کی علمی خدمات سے ہندوستان کی ادبی دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ کی علمی اور خصوصاً ادبی خدمات کا اگر مجملاً بھی ذکر کیا جائے تو بجائے خود ایک کتاب ہو جائے۔ یہ کتاب اگر کبھی مرتب ہوئی تو اس کے تین بڑے عنوان ہونگے۔ اول آپ کی قلمی امداد، دوسری لسانی امداد، تیسری مالی امداد۔

قلمی امداد میں آپ کی تمام تصنیفات اور تالیفات نظم و نثر داخل ہیں۔ اگرچہ آپ انگریزی، عربی، فارسی، اردو، ہندی، تلنگی اور مرہٹی زبانوں سے واقف ہیں اور ان میں بلا تکلف گفتگو فرما سکتے ہیں مگر شعر زیادہ تر فارسی، اردو یا ہندی میں فرماتے ہیں۔ کلام کا ایک مخصوص پختہ اور با مزہ صوفیانہ رنگ ہے جس عجلت اور تیزی سے آپ شعر کہہ سکتے ہیں فی الحقیقت حیرت انگیز ہے اور جب تک کسی شخص کو ذاتی تجربہ نہ ہو وہ اس کے باور کرنے کے لیے، آمادہ نہیں ہو سکتا ایسے شخص کے لیے نثر لکھنا کیا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات

میں مختلف ناول، ڈراما، سفر و سیاحت نامے اور عروض و قوافی پر رسالے شامل ہیں۔

لسانی امداد سے میرا مقصد وہ ترغیب و تحریص اور دل افزائی ہے جس نے بیسیوں ہونہار ہندیوں اور نوجوانوں کو ادبی میدان میں قدم رکھنے کی جرأت دلائی اور بیسیوں افسردہ خاطر شعراء کی بجھی ہوئی طبیعتوں کو اپنی محبت آمیز تعریف اور توصیف سے ابھارا اور اس ادبی مشغلہ سے غافل نہیں ہونے دیا۔ آپ کی مالی امداد سے بیسیوں ایسے مؤلف مصنف ناظم اور ناشر گنوائے جاسکتے ہیں جنھیں اپنے علمی اور ادبی مشاغل جاری رکھنے کا موقع ملا اور جن کا کلام محض آپ کی مالی امداد کی وجہ سے دنیا سے مفقود ہو جانے سے بچ گیا۔

اسی اخیر زمرہ میں امیر حسن علیہ الرحمہ بھی شریک ہیں۔ جب عالیجناب سر مہاراجہ بہادر نے انکے کلیات کے طبع فرمانے کا ارادہ فرمایا تو مجھ سے اس کی تالیف اور ترتیب کے لیے ارشاد ہوا۔ کچھ عالیجناب ممدوح کا ارشاد کچھ ذاتی شوق دونوں نے مل ملا کر بلا لحاظ ان دقتوں اور مشکلوں کے جو اس کام میں پیش آنے والی تھیں مجھے اس ذمہ داری کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

سب سے پہلا کام مختلف دیوانوں کو جمع کرنا اور ایک دیوان کو اصل قرار دیکر دوسرے دیوانوں سے اس کی تکمیل کرانا تھا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ اس کے لیے تمام دیوانوں پر نظر ڈالنی پڑتی تھی اور جو جو غزلیں یا نظمیں اصل دیوان میں موجود نہ ہوتی تھیں وہ دوسرے دیوانوں سے نقل کرکے اس میں شریک کرائی جاتی تھیں۔ اسی کام نے تقریباً پورا ایک سال لے لیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

اگر اس کام میں میرے نوجوان دوست سید محمد یعقوب۔ بی اے (نظام کالج) مدرس مدرسہ چادرگھاٹ کی مدد نہ شریک ہوتی تو یہ کام اتنی مدت میں بھی تمام نہ ہو سکتا تھا ان تمام مراتب کے طے ہو جانے کے بعد کارپردازان مطبع سے سابقہ تھا جن حضرات کو ان بزرگوں سے سابقہ پڑا ہے وہی ان دل خراش محنتوں اور جگر خراش تکلیفوں کا اندازہ کر سکتے ہیں جو اس سابقہ میں جھیلنی پڑتی ہیں۔ کلیات کے طبع ہو جانیکے بعد ان کی تفصیل اور توضیح بیکار ہے۔

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالبؔ　　خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

کلیات کے ابتدائی حصہ کے پروف اور کاپیاں میں نے تنہا دیکھیں، اخیر حصے کی کاپیاں اور پروف دیکھنے میں میرزا نظام شاہ صاحب لبیبؔ تیموری نے مدد فرمائی مگر باوجود ان کی اس مدد کے کتابت کی بہت سے غلطیاں رہ گئیں اور ایک طویل اغلاطنامہ لگانا پڑا، اگرچہ وہ زیادہ تر نقطوں کی غلطیوں پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ کلیات کے چالیس پچاس نسخوں میں ان غلطیوں کی اصلاح کرادی گئی ہے مگر تمام نسخوں میں یہ عمل مشکل تھا جو حضرات اپنے نسخہ کو صحیح رکھنا چاہیں وہ ان غلطیوں کی خود اصلاح فرما سکتے ہیں۔ چونکہ یہ کلیات مختلف دیوانوں سے نقل کیا گیا ہے اس لیے پانچ سات غزلیں ایسی ہیں جو کاتبوں کی سہو نظری سے مکرر ہو گئی ہیں۔ کاپیاں صحت کے لیے جزاً جزاً وصول ہوتی تھیں اور خود غزلوں کے الفاظ اور تعداد اشعار بھی بدلے ہوئے تھے اس لیے اس غلطی کی اصلاح مشکل تھی۔ امیر حسن کے جتنے دیوانوں سے اس کلیات کی ترتیب میں مدد لی گئی ان میں سے مفصلۂ ذیل دیوان قابل ذکر ہیں

(۱) خود عالیجناب سر مہاراجہ بہادر کے کتب خانہ کا نسخہ جو خوش خط

چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہے۔ صفحات (۲۲۴) کاغذ کشمیری جدول کے سوائے کوئی اور نقش و نگار نہیں ہے۔ کاتب نے اپنا نام درویش حسن لکھا ہے۔ مگر نہ سال کتابت ہے اور نہ کاتب کا کوئی اور پتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ابتدائی نسخہ ہو۔ اس کا آغاز

روز ہا شد کجا شدی یارا　　آرزوئے تو میکشد مارا

اور خاتمہ

اے حسن مردانہ بر سختی عشق　　دل بنہ کیں صاعقہ سخت او فتاد

پر ہوا ہے۔

(۲) کتب خانۂ آصفیہ کا نسخہ نمبری (۱۲۱۴۹)۔ یہ نسخہ نہایت درجہ مطلا اور مذہب اور خوشخط ہے۔ تعداد صفحات (۴۵۵) کاغذ کشمیری۔ پہلے صفحہ پر نہایت عمدہ کام ہے۔ کاتب کا نام سلطان محمد ہے لیکن نہ سال کتابت درج ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن کن کتب خانوں میں رہا ہے۔ جو مہریں اس پر تھیں وہ ظالموں نے مٹا دی ہیں مگر اس کی ظاہری شکل و صورت پکار رہی ہے کہ وہ کسی شاہی کتب خانہ کا نسخہ ہے۔ اس میں کتابت کی بہت غلطیاں ہیں۔

(۳) یہ نسخہ بھی کتب خانۂ آصفیہ کا نمبری ۳۹۰ ہے۔ اس کا کاتب منعم الدین الاوحدی، سال کتابت سنہ ۹۰۹ ہجری، خط معمولی تقطیع چھوٹی ہے اس کی مہریں بھی مٹا دی گئی ہیں۔ نمبر ۲ اور ۳ کا آغاز

اے حاکم جہان و جہاں داور حکیم
محدث ہمہ بدایع و نو مبدع قدیم

ے اور خاتمہ

لطف خدا کہ بر ہمہ واجب سلام تست

پر ہوتا ہے۔

(۴) عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں امیر حسن کے کئی دیوان ہیں مگر جو نسخہ نمبری (۹۹۶) ہمیں عنایت ہوا تھا اس کا حلیہ خود دیوان کے سر ورق پر اس طرح درج ہے۔

دیوان حسن خاص ہمایون اشرف اقدس بخط شکست ..... جلد کاغذی بابت عرض جمع کتاب خانہ عامرہ شدہ بتاریخ ۳ ر رمضان سنہ ۱۰۹۳ ہجری حجم (۹۱) جز قیمت ایک روپیہ

ایک مہر کی عبارت | سلطان محمد شاہ غازی

دوسری مہر کی عبارت | ہوشدار خاں فدوی بادشاہ غازی محمد فرخ سیر شاہ

ان کے علاوہ ایک عبارت بھی اوپر نیچے لکھی ہوئی ہے جو اگر درست کر کے پڑھی جائے تو یوں ہو سکتی ہے۔

ارادت خاں بہادر الخاطب بہ اقتدار خاں

۹اللہ

مالک بہ معنی

مالک بصورت

بن (؟) ارادت خاں بہادر المخاطب بہ اقتدار خاں

اعنی

ہدایت بہو

اس نسخے کی ابتدا ذیل کے مصرع سے شروع ہوتی ہے ۔

اے رقم رانده بر سپید و سیاه

اس میں صرف غزلیات اور رباعیات ہیں ۔ یہ ان تمام نسخوں میں جو ہمارے زیر نظر رہے صحیح ترین نسخہ تھا ۔ اس کا آخری حصہ ناقص ہے ۔

(۵) یہ نسخہ بھی عالیجناب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا ہے بہت خوشخط اور مصور ہے ۔ کاتب کا نام پیر حسین الکاتب الشیرازی اور سال کتابت ۹۴۲ھ ہے ۔ اس کے آخر میں مثنویات ہیں جن میں سے چند مثنویاں اس کلیات میں لی گئی ہیں ۔ چونکہ اس نسخہ کے متعلق صرف کتب خانہ میں معائنہ کی اجازت تھی اس لیے مزید تفصیل نہیں دیجا سکی ۔

دیباچہ کے صفحہ (۶۳) کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ وہاں ہم نے یہ لکھا ہے کہ معلوم نہیں کہ امیر حسن کو کس طرح سلطان علاء الدین کے دربار میں پہنچنے اور اس کی مداحی کا موقع ملا ۔ ان کی ایک مثنوی سے جو دیباچہ کے طبع ہو جانیکے بعد ہاتھ لگی اس معاملہ پر روشنی پڑتی ہے ۔

سلطان علاء الدین کے امراء اور سپہ سالاروں میں ملک نصرت جلیسری بڑے پایہ کا شخص تھا ۔ سلطان علاء الدین نے ۶۹۷ھ یعنی اپنے جلوس کے تیسرے سال ایک لشکر الغ خاں اپنے بھائی اور ملک نصرت کی سرکردگی میں گجرات کی فتح کے لیے

روانہ کیا۔ اس مہم میں بڑی کامیابی ہوئی اور بے شمار مال غنیمت ملا جسے یہ دونوں سردار لیکر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ قلعہ جالور کے قریب پہنچے تو "خمس غنایم" کی طلب میں اہل لشکر پر اس قدر سختی کی کہ نو مسلم مغل جو لشکر میں بہ تعداد کثیر تھے بگڑ کر باغی ہو گئے اور یہ ارادہ کیا کہ سرداران فوج کو مار کر ان مطالبات سے نجات پائیں۔ اس منصوبہ کی پیش رفت میں باغیوں کی ایک جماعت ملک اعزّ الدین پر جو ملک نصرت کا بھائی اور غالباً "خمس غنایم" کی تحصیل پر مامور تھا حملہ آور ہوئی اور اسے مار کر الغ خاں کے خیمہ کی طرف چلی مگر اس کی حیات باقی تھی وہ بچکر نکل گیا یہی ملک اعزّ الدین ہے جو امیر حسن کے حال پر بیحد مہربان تھا۔ اور اسی کی بدولت انہیں دربار علائی کے شعرا میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

ذکر تلطف ملک اعزّ الدین

کسے کو نعمتے را شکر گوید | مزید روزگار خویش جوید
مرا ہم منعمے چوں نعمتے داد | بباید کرد شکر نعمتش یاد
یکے کز برج گردونش سزد قصر | سر جملہ ملوک سرور عصر
ستودہ سیرت و فرخندہ آئیں | کریم الخلق، الحق، عز والدیں
محمد اسم و رسمش جملہ محمود | وجودش خاص بہر جود موجود
چراغ دودۂ اعظم تغاںخاں | ملک خوانچہ کش بزمش فلک خواں

. . . .

ازاں چنداں ملوک نزل فرمائے | ہمیں یک ذات او ماندست برجائے

بزرگا، کرما، عالی نژادا | سرت در سروری پاینده بادا
کرم فرمودن خود، خود بیندیش | خصوصاً درحق بیچارۂ خویش
مرازاں ژرف دریائے خطرناک | تو آوردی بروں چوں گوہر پاک
پس اندر صدر دولت راہ دادی | محل دست بوس شاہ دادی
زسلطاں گنجم آوردی وتشریف | عطائے خود درانجا کردہ تضعیف
سزختم تو بگرفتی ز خفتن | من ایں را کے توانم شکر گفتن

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امیر حسن دربار علائی میں ملک اعز الدین کی دستگیری سے پہنچے تھے۔ اور اسی سے آپ کے فوجی تعلقات کی مزید تصدیق بھی ہوتی ہے کیونکہ خود ملک اعز آلدین کا تعلق فوج شاہی سے تھا۔

اخیر میں ہم اپنے ان دوستوں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے براہ علم دوستی ہمارا اس کام میں تھوڑا بہت ہاتھ بٹایا ہے۔ بعض احباب کی رائے تھی کہ اس دیباچہ اور ضمیمہ کا ترجمہ فارسی اور انگریزی میں کرکے شریک کلیات کردینا چاہیئے تاکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں، لیکن اس وقت نہ اتنی فرصت ہے اور نہ اس کا موقع۔ ان سخت خانگی پریشانیوں میں جنھوں نے دل ودماغ کو معطل کردیا تھا یہ جو کچھ ہوگیا وہی غنیمت ہے فقط

مسعود علی

۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷

ردیف الف

یارب بکش خط کرم بر سیّآتِ مامضی
پرہیزہا کردم ولے جاء القضا ضاق الفضا

گردِ ارادت بنختی بر فرق جانم ریختی
جانم بنفس آمیختی نفسم بزنجیرِ قضا

گر روضہ سازی در رہم جاں در رضائی تو دہم
ہر گز برابر کے نہم صدر روضہ را با یک رضا

شاخے کہ فعلم بر زند جز فضلت آنرا نشکند
از فضلت ایں اوا جب کند وز رحمت ایں اقتضا

درماندم از بارِ گراں لب خشک چوں دامن تراں
زابرِ کرم سیلے براں بر گردہائے مامضی

ہمچو حسین ام خستہ تن از جور مشتے شور فن
چشمِ رضا نہ بر حسن حقّ علیؑ مرتضےٰ

۲

یارب ز فرطِ نیکوئی توئم نگہدار از دوئی
خود بہتریں حافظ توئی فاللہ خیر حافظا

۵

اے بر فراز سرو برآوردہ ماہ را
بر ماہ کج نہادہ بشوخی کلاہ را

دل می بری زما بگواہیِ قدِ خویش
گویند آفتاب پرستند یک گروہ
اے روئے تو تمام چو مہ در ہمہ صفت

اے دوست راست کردہ چہ آری گواہ را
تابندہ ایم آں دو رُخ ہمچو ماہ را
اطراف مہ رقم زدہ خطِ سیاہ را

(۳)

بندہ حسن ز خطِ خوشت نسخۂ کند
ہر گہ کہ عرضداشت کند بادشاہ را

(۹)

ساقی بیار مے کہ چو زر گشت کار ہا
آمد بہارِ نو بدہ آں بادۂ کہن
خوبان اگر بدستِ رقیباں گرو نہ اند
وقتِ ہوا خوش است ہوا از مزاج صاف
شہ اتفاق جشن کند گوئیا کہ گل
با غنچہ داشت ہر سرِ کارے کہ داشت گل
سلطان علائے دینی و دیں آنکہ روزگار
نامش محمد است محمد صفت بہ بیں

گُل ریخت گنج زر بہمہ مرغزار ہا
از یک نسیم او شگفد نو بہار ہا
گردِ چمن ز بہر چہ بندند خار ہا
بنشاندہ اند از ہمہ جانب غبار ہا
از زر و سیم ساختہ اند ایں نثار ہا
بکشا سرِ قرابہ کہ بکشاد کار ہا
شاہے چو او نیافتہ در روزگار ہا
دیں را ز وال دولت اُو شد مدار ہا

(۴)

چُوں شرحِ بذل اوست بروں از حساب ہا
سالِ نقاشں باد فزوں از شمار ہا

(۷)

اے باز تازہ داشتہ نازِ قدیم را
ہر روز کردہ در ہمہ آفاق گل فشاں

در ہم فگندہ صد دلِ نامستقیم را
یک صبح رہ ندادہ ازیں سو نسیم را

اگر تو بروں خرامی بااین چنیں جمال
از ستر روئے و موئے توام ورز روزگار
من ہم ز قد و زلف و دہانِ تو این زبان
در خاک چند غلط در سر شک من

از سیر مہر و ماہ کہ پرسند حکیم را
تفسیر کرد آیتِ امید و بیم را
در سینہ نقش کردم الف لام میم را
آخر بمرحمت نظرے این یتیم را

۵

ہاں اے حسن زمحنتِ عشقش جدا مشو
دولت شمار صحبتِ یارِ قدیم را

۷

اے درد ہا فزودہ دل دوستدار را
من منتظر کہ روئے مبارک بہ تہنیت
دلہائے ما خراب شد از چشم مست تو
ترکان غمزۂ تو بغوغا در آمدند
جدِ چو من سگے نبود این عنایتت
دارم دلِ پر آتش ز آشوب روزگار

یاری نباشد این کہ نپرسند یار را
آئینہ پیش داشتہ عکس کار را
والی ظلم پیشہ فتاد این دیار را
روزی شکستہ توبۂ پرہیزگار را
داغے بنہ کہ کار بیاید شکار را
خود را بسوزم اکنوں یار روزگار را

۶

مسکیں حسن زوصلِ تو ماندست بے نصیب
با غم قرار دادہ دلِ بیقرار را

۵

اے روئے تو ماہ محفلِ ما
ما عشق ترا بجاں خریدیم
از خلد و نعیم بے نیازیم

جز عشقِ تو نیست در دلِ ما
اینست ز عمر حاصلِ ما
تا کوئے تو گشت منزلِ ما

از روئے تو شرم نیست مہ را	کاید ہمہ شب مقابل ما

۷	بیچارہ حسنؔ ترا نہاں گفت پیداست کہ کیست قاتلِ ما	۷

بہ پیش صورت خوب تو ماہ را چہ بقا	بجنب خاک درت مال و جاہ را چہ بقا
شکست کوکبۂ مہ زیکے بر آمدنت	چو آفتاب بروں تاخت ماہ را چہ بقا
توئی خلاصہ وبس روز و شب طفیل تو اند	تو دیر باش سفید و سیاہ را چہ بقا
دو چشم من دو گواہند عشق را تو بگو	بیک عنایتِ قاضی گواہ را چہ بقا
تو آمدی گل و لالہ بریختند از شرم	بہشت آمدہ مشتِ گیاہ را چہ بقا
اگر بروئے تو جامے خورم گنہ گیری	بہ پیش آیت رحمت گناہ را چہ بقا

۸	بسوخت از تف عشقت ہمہ وجود حسنؔ چو آتش آمد بیچارہ کاہ را چہ بقا	۵

باز آ کہ آرزوئے تو بسیار شد مرا	دل در شمائل تو گرفتار شد مرا
بے تو نظر گماشتہ ام ہر چہار سوئے	بازم دو چشم در رہِ تو چار شد مرا
جاں دادن از فراق تو آسان شنع ولیک	ایں زیستن بہجر تو دشوار شد مرا
چنداں بہ تیغ غمزۂ تو عشق باختم	تا آخرم دروں دل افگار شد مرا

۹	یارا کسے بچارہ گری یاریم نکرد بارے حسنؔ بنالہ گری یار شد مرا	۷

ترک من بیں وا مے از شب ساختہ مہتاب را ‏ — بر سر شکر نگہباں کردہ مشکِ ناب را
از دہان او کہ دور ست از لب و دندان من ‏ — پستہ می خواہم بدنداں میگزد عناب را
عین محراب است ابرویش مسلماناں چہ شد ‏ — گر مسلمانے بمستی بوسہ زد محراب را
صبحدم آمد خیال غمزہ اش خونم بریخت ‏ — آرے آخر شب ہمیں شیوہ بود قصّاب را
یار گر حاضر شدے چندیں نرفتے سیل خوں ‏ — لاجرم بے آشنا عاجز شدم غرقاب را
من ہمہ در راہ از کجا یابم کہ نبود نسبتے ‏ — با پریرویانِ گلبو دیو گلخن تاب را

۱۰ عالمے را غرقہ می بینم بدریائے طلب
تو کجا یابی حسنؔ آں گوہر نایاب را ۷

چندیں چہ ناز آموختی آں غمزۂ غماز را ‏ — دل بُردی و جاں سوختی حد نیست آخر ناز را
ہر چند ہندوئے توام چوں دزدم از لعلت شکر ‏ — در ہر کمیں بنشاندۂ ترکانِ تیر انداز را
ہرگز نہ پرسد از کسے کعبہ نشیناں را نشاں ‏ — مستے کہ او قبلہ کند چوں ابروے طنّاز را
غالب نیاید عقل من بر عشق مہ رویان بلی ‏ — حدّ کبوتر کے بود کو صید گیرد باز را
سبحہ چہ در دستم دہی خرقہ چہ در پیشم نہی ‏ — با زاہداں نسبت مکن ایں پیرِ شاہد باز را
سازیکہ بود اے مدعی کردی ازیں مجلس براں ‏ — یا تو بہم آتش زنم ایں مجلس بے ساز را

۱۱ ہاں اے حسنؔ تا زندۂ دل نہ بزندانِ غمش
چارہ نباشد از قفس مرغانِ خوش آواز را ۷

جاناں زنقدِ جانِ من پیوند جاں بادا ترا ‏ — بر جانِ ما دلخستگاں فرماں رواں بادا ترا

چون شاہ تخت چار من پشت نہد سر بر زمین
من از ہوا خواہی تو چیزے کہ جستم یافتم
داد جوانی دادۂ برر غم این چرخ کہن
ساقی دل و جانم توئی آن جام جان بخش تو کو
یک پاس با ما مے بخور اے بندۂ پاس تو من

اے خسروِ خوباں علم بر آسماں باد اترا
تو آنچہ میخواہی ز حق یارب ہماں باد اترا
بار امئے کہنہ بدہ دولت جواں باد اترا
رحمے بکن بر جانِ من رحمت بجاں باد اترا
تو پاس داری این نفس حق پاسباں باد اترا

١٢

ہاں اے حسن از بادشہ جانِ حریفاں تازہ کن
مہرے بنہ بر جانِ ما شہ مہرباں باد اترا

٦

کجاست آں شہ ترکاں گرفتہ ترک وفا
درون چو شانہ بجنبیم ہمہ بود ندا
چناں ز غیرت رویش قفا خورند بتاں
دلِ مرا اگر آوارہ شد زخانۂ صبر
کشاد چشم دلبش در ولایت خوبی

زدہ ز نرگس شوخے ہزار تیر جفا
بر دل چو آئینہ با من ہمہ طریق صفا
کہ بتگراں نشناسند روئے شاں ز قفا
درِ خدائے ببندست حسبہٗ و کفی
بغمزہ دار سیاست ببوسہ دار شفا

١٣

حسن تو از ظرافی زیادہ گوئے مباش
بلے فضول نبود دست صرفۂ ظرفا

٧

دی سوئے سرو لالہ رخ پیغام دادم بادرا
تا پیش او افتد مگر اینک ز چشم درفشاں
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلیٰ چاک زد

بنوشتہ خط بندگی آں سوسن آزاد را
در ہا ذخیرہ میکنم از بہر پیش افتاد را
پیند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را

میخواستم کز دست دل امروز فریادے کنم
دی بعد فرض بامداد از دور دیدم روے او
هر کس رہے دارد ولے چه سود کز خوان ازل

گریه گره شد در گلو ره بسته شد فریاد را
من در غزل خواندن شدم رخنه فتاد اوراد را
بوسه بخسرو می رسد تیشه زدن فرهاد را

۱۴

گر عمر افیست اے حسن در پاے خوبان صرف کن
چندیں چه ہنگل میزنی دیوار بے بنیاد را

۵

من نه دانم تا چه سازم حیله تا بینم ترا
گرچه من بسیار می خواهم که رویت بنگرم
در دلم دردیست چون درمان آن دردش توئی
من نخواهم شد جدا از کوے تو تا زنده ام

جان برلب آمدم آخر بیا بینم ترا
با چنیں بختے که من دارم کجا بینم ترا
روے درمانش نما بهرِ خدا بینم ترا
یا کُشته ام بر سر کوے تو یا بینم ترا

۱۵

ترک خوبان مے نگیری همچو سعدی اے حسن
عاقبت روزے فتاده در بلا بینم ترا

۵

اے نوشته بنام خوشت عشق نامه ها
چون وصف حسن تو بکتابے نیامدها
تعویذ ها نوشته هر دم بخون سن
رسوا همی روند ز کوے تو نه اهل

هر سال گل ز رشک تو بدریده جامه ها
از شرم سرو راست بیفگنده خامه ها
من هر طرف ز دست تو فریاد نامه ها
بر سر سبوئے باده بجاے عمامه ها

۱۶

گه گاه از تو کام دلے یافتے حسن
خود کامی تو برد از و جمله کامها

۷

روز ہا شد کجا شدی یارا
روئے تو دیدہ را تماشائیست
زاں چو دریا کنم کنار کہ نو
دل بضر دا چہ می نہی امروز
صنع صانع نگر کہ بر چہ صفت
خط خوب تو مسطر از خط عشق

آرزوئے تو می کشد مارا
باز کے بینم آں تماشا را
دوست داری کنار دریا را
ہمچو دی رفتہ گیر فردا را
زیب داد آں جمال زیبا را
عقل کے داند این معمّا را

(۱۷)
ہیچ یارے نکرد کار حسن
یار این کارہا توئی یارا
(۷)

از صبا بوئے تو می آید مرا
گرچہ باغ آسائش ہر خاطر است
تا بدیدم گلستان روئے تو
گل چہ خواہم کرد چوں روئے تو نیست
گرو کم خوں گشت چوں غنچہ چہ شد
الغرض تو لب چو گل بکشا از انک

صبر در سینہ نمی باید مرا
خاطر آنجا مے نیا ساید مرا
گل بدینہ خار می آید مرا
بے تو روئے گل نمی باید مرا
یکدمت صد شادی افزاید مرا
این غرض از غنچہ بکشاید مرا

(۱۸)
تا ہوا خواہ توام ہمچوں حسن
گل صفت صد برگ می زاید مرا
(۷)

چہرہ نگار کرد گل چہرۂ یار من کجا
باد بہار بوئے شد بوئے بہار من کجا

لوح زمین بهر زبان از قلم قضا کنون	جمله نگار نقش شد نقش نگار من کجا
تا خطن صبا رسید از صف صبح دمبدم	ست رکاب یاسمن حیث سوار من کجا
خود چمن از چهار پر از پی زر چو غنچه را	دوش کلیه سیم زد گنج حصار من کجا
لشکر نوبهار را ساخته برگ یک بیک	گل همه عرض میدهد عارض یار من کجا
یار بباغ داشتم خوش دلی بواجبی	دفتر باغ نوشدست واجب یار من کجا

۱۹	دهر اگر بوقت گل گل رخے از حسن ستد اے فلک بنفشه وش لاله عذار من کجا	۷

دو روز شد که شدم زان مه یگانه جدا	همه نشاط شد از من بدین بهانه جدا
منم بناله زار از جدائی در دوست	چو زار نالۀ مرغ ز آشیانه جدا
قبول کردمے از جان جدا شدی از تن	روا نداشتمے سر ز آستانه جدا
ز تیر غمزۀ او کشته بیں شهرے	که هست آں سر پیکانش را نشانه جدا
زمانه قصد بخون میکند ستاره بجان	غمم جدائی آں دلبر یگانه جدا
چه طالعست مرا کیں چنیں کشندم زار	غمش جدا و ستاره جدا زمانه جدا

۲۰	یکے رعایت حال حسن کنید که ماند زیار دور ز دل بیخبر ز خانه جدا	۶

نوبت زدند نوبت عیش است ساقیا	عیشے بروئے خویش کن و زود تر بیا
آخر رسید نوبت شب می بده ببین	تا نوبت کدام حریفست ساقیا

گردِ دورِ آفتاب بشد ز آفتاب مے
بے دورِ مے ز من نکشاید دقیقۂ
خونِ قرابہ ریختہ شد ریختہ شود

در تیرہ شب بدور قدح در فگن ضیا
گر بر سرم سپہر بگرداند آسیا
خونِ کسے کہ خرقہ بباز و زبوریا

۲۱

خرم نگشت جز کہ بگو گرد سُرخ مے
طبع حسنؔ کہ زرّ سخن راست کیمیا

۷

قدر یاران خود آخر نشناسی یارا
لیلۃ القدر شود تیرہ شب اے بے قدری
دوش ہر چند کہ بر دل مژہ آب زدم
چند شب چشم من از گریہ درست آب کند
تافتہ می شود از فرکلاہت خورشید
مکن امروز حساب غم آسان دیگر

شب قدرست سلامی نفرستی مارا
بسلامی کہ تو یاری کنی امشب یارا
کم نشد آتش شوق تو دل شیدا را
نہ عجب باشد اگر آب برد دریا را
اے کہ از رشک کمری شکنی جوزا را
وعدہ فردا کہ قیامت شمرم فردا را

۲۲

حسنؔ انگشت چو بر لب بردت لب نگزی
یعنی انگشت درازی مکن ایں حلوا را

۷

نیست امروز ہیچ ہوش مرا
عقل مغلوب شد ہم از یک دور
خواجہ پندم چہ می دہی کہ کجے
جامۂ من بجام مے گرد نیست

پُر تُرک دادہ اند دوش مرا
دور دیگر نماند ہوش مرا
آں طرف نہ بنو د گوش مرا
تو بذیل کرم بپوش مرا

سرمهٔ دیدهٔ خرد گشت ست — گردِ دکانِ می‌فروش مرا
شب چو دیوانه کرد نوش لبی — هر دم از بانگ نوش نوش مرا

(۲۳) چه دهم شرحِ جانِ خویش که کرد
گفته‌های حسن خموش مرا (۷)

باز نو کردم ز سر عهدِ مے و میخانه را — ساقیا لختے بده آں آفتِ فرزانه را
باز در زنجیرِ زلفِ شاهداں آویختم — چوں کنم بس می‌نیابم ایں دلِ دیوانه را
یار به داند ز سرگردانیِ عشاقِ خویش — شمع به روشن کند جانبازیِ پروانه را
جاں چو جاے عشقِ او شد عقل را گفتم برو — در حریمِ قدس محرم چوں کنم بیگانه را
ماهِ من از چیست کاندر کلبه‌ام نائی شبے — یا مگر از گنجِ روزی نیست ایں ویرانه را
در دلم صد گونه غوغاییست گر مهماں شوی — از حضورت کعبه میسازم من ایں بتخانه را

(۲۴) دل چو رفت از تو نصیحت با که گوئی اے حسن
مرغ چوں جست از قفس دیگر چه ریزی دانه را (۱۱)

اے غمزهٔ خونریزت تاراج بر جانها — کفرِ سرِ زلفِ تو غارتگرِ ایمانها
بر شحنهٔ عشقِ تو هر روز همی بینم — در کشتنِ مسکیناں از خطِ تو فرمانها
اے نرگسِ نورسته ایں نوع روا داری — من خستهٔ هر خارے تو خفته به بستانها
اے خضر چه می نازی زاں جوئے که داد ست — آں گمشدگاں را جو تشنه به بیابانها
تا روئے نهاں کردی مُهرے به دهاں گویم — عاشق به تو خوش باشد بلبل بگلستانها
بسیار همی گویند از حور و قصور آوخ — اے آنکه تو آں داری بے تو چکنم آنها

اے خانۂ چشم من از طلعت تو روشن
اے نقش بدیع تو آرایش ہر ایواں
ہر گہ کہ چو تو سروے از جیب برارد سر
ماناکہ منجم را معلوم شد از اشکم

یک ہمہ چو تو نادرہ دا افلاک بدورانہا
در نقش تو حیرانم چوں نقش بایوانہا
چوں دامن گل بینی ہر سوئے گریبانہا
کامسال در احکامش بینیم ہمہ بارانہا

۲۵

بر نظم حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ
زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بدیوانہا

۷

باز مست عشق خود کردی من دیوانہ را
ترک دل گفتم چو میدانم کہ ترک عشق تو
صبر من بیگانہ شد از من چو برگشتی بلے
کلبہ ام با تو براز کاشانۂ ہشتم بہشت
شانہ گہ با سر زلفت در آویزی کند
گفتیم دل را نصیحت کن نصیحتہائے سخت

کآتشی اندر زدی ہم رخت را ہم خانہ را
ہرگز آباداں نخواہد داشت ایں ویرانہ را
آشنا ہر گہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را
کیں چنیں نقش بہشتی نیست آں کاشانہ را
آرے آنجا ہا گرا باشد دو سر ہر شانہ را
سنگ بر شیشہ نیارم زد من آں دیوانہ را

۲۶

گر حسن افسانہ شد از عشق چشمت ہم خوش است
دوست میدارند خواب آلودگاں افسانہ را

۷

اینک آمد باز آں شوخ بلا انگیز ما
باز تا تازہ کند ریشے کہ در دل داشتم
زاں لب میگون نشد بر حال ما کاش افتد جرعۂ

چشم او غارتگر ہنگامۂ پرہیز ما
از لب شیریں نمک انگیخت شور انگیز ما
تا فرو شوید ہمہ زہد نفاق آمیز ما

خار ہجرانش چو جانہا خستہ کرد اے باد صبح
ہر زماں خیمہ زند بر چار سوئے عاشقاں
نیست یارم لشکری خیمہ چہ نسبت بایدش

خیز نو نو مژدہ دہ زاں غنچۂ نوخیز ما
صفِ مژگاں راست کردہ از پے خونریز ما
کاں طناب عنبریں کافیست دست آویز ما

۲۷

دوش میگفت اے حسن ما ہم و تیغ غمزہ تیز
چوں توانی برد جاں از پیش تیغ تیز ما

۷

عزم سفر شد آں صنم نورسیدہ را
اول کرا وداع کنم زیں دو دوستاں
دل از برم رواں شد و آبم ز دیدہ نیز
اے باغباں ز دردِ دلِ بلبلاں بترس
پرسی ز حال نرگس کا خر چہ اوفتاد
شکری کہ دارم از کرمِ آفریدگار

درخوں کشید ایں دلِ محنت کشیدہ را
صبر گریز پائے کہ عقلِ رمیدہ را
دل را بایستانم یا آب دیدہ را
مگسل ز شاخ تازہ گلِ نورسیدہ را
آں طفل چشم تر شدہ دامن دریدہ را
محرم ہمے ندارم یک آفریدہ را

۲۸

رسم حسن ہمیشہ چو گم گفتن آمدست
زیں بیشتر مجال نداد ایں قصیدہ را

۷

اے غرۂ چوں ماہِ نو رونق فزودہ عید را
گر ماہِ تو در پردہ شد تو پردہ از رخ بر فگن
گفتی کہ مہ شد روئے من دعوی ہمو چہ کردہ
طوق ہوائے دیگراں افگندہ از گردن بروں

لعل تو بگشادہ در ہے ہم فتح ہم تائید را
تا از ہلالِ ابروت شبہت نماند عید را
با آں ہمہ از مشک تر خطے بکش تاکید را
تحقیق عشقت یافتہ کے خوش کنند تقلید را

والله بملک دلبری یک بت شریک تو نشد
هر خطبه را ای خطیب ایجاز واجب دیده

در اعتقاد عارفاں حجت توئی توحید را
امروز در ره ویش به بیں اطناب ده تحمید را

(۲۹)

آنکو بهمت سر کشد دست از دو عالم بر کشد
گر دوست میجوئی حسنؔ پا پیش نه تجرید را

(۷)

اے روئے خوبت آیتے حکمِ امید و بیم را
اختر شناس ار بنگرد نورد و در خسارت گیے
خلت مثال حسن شد با آنکه خوش میخواهیش
در کام تو تنگ شکر در جام من خون جگر
تو خواستی کز طوق غم داغے نهی بر ماو لے
تا حار حسنت دیے ام با میم ملیح تو قریں

حکمے که میخواهی براں استاده ام تسلیم را
پیش مه و خورشید تو پاره کند تقویم را
از خالِ مشکیں یک دو جا نقطه به تفهیم را
چه تواں که پیش انما و تو حکمے شد ایں تقسیم را
داغ تو بر ما باغ شد چوں آتش ابراهیم را
هردم مکرر میکنم در ورد خود حا میم را

(۳۰)

امید میدار و حسنؔ کاندر ره تو جاں وہد
هم از طریقِ دوستی رغم امید و بیم را

(۷)

باز دل سوئے سفر می بینم آں دلدار را
من که روئے یار خود خواهم با غیارم چه کار
مردم چشم مرا از گریه آفت ها رسید
بر دل زارم منه اے ساربان بار فراق
اینک آں سالارِ خوباں در میان کارواں

نیست از یاری که تنها می گزارد یار را
سلسبیل آتش نماید تشنهٔ دیدار را
آرے انهار سد اصحاب دریا بار را
بارکش محے بیں براں اندازه می نه بار را
کیست کو ناقه بگیرد کارواں سالار را

من بکارش خستہ دل او بیخبر از کارِ من | محرمے باید کہ تدبیرے کند ایں کار را

۳۱ — بختِ مقبل کو کہ در پیش حسنؔ باز آورد
آں بتِ دیر آشتی آں ماہِ زود آزار را — ۷

نو بہار آمد علم نو کرد عشق یار را
نیکواں خندہ زناں چوں گل بگلزار آمدند
دیدہ بر جامۂ گل بارہا داغ شراب
آخر ایں جمعیت امروز از پے مے خوردنست
جاں ہمے بادست چندیں گہ غلط پنداشتم
ساقیا جامے بدہ تا دامِ ہستی بردرم

بادِ نوروزی دگر رہ آب زد ایں کار را
وقت شد اینک تماشائے گل و گلزار را
باز بنگر آں پریشاں بستن دستار را
روز جمعہ کار بندائے خواجہ استغفار را
جرعۂ گو تا بشوئیم تختۂ پندار را
چند زیر خرقہ پنہاں دارم ایں زنار را

۳۲ — گر حسنؔ بیروں دہد سر رشتۂ از سر مے
محتسب صد بار در پا اوفتد خمار را — ۷

نظر کن در دو چشم پُر آب مرا
دو چشم تو قصدِ دلم میکند
ترا ہر دو نرگس فسوں گر فتاد
حدیثے بگو تا مدارے بود
ز تو شربتِ وصل کردم سوال
بدشنام معقول خود محو کن

ببیں بخشش جانِ خراب مرا
بستانِ خود دہ کباب مرا
ندانم کہ بستست خواب مرا
بداں جانِ تو خاک و آب مرا
شکر مہر کردی جواب مرا
دعا ہائے نا مستجاب مرا

۳۳ — حسن گفت خاکِ سگانت منم
بہر کس مبخش این خطاب مرا — ۷

اے چشم و چراغ دل آخر نظرے بر ما
وے آبِ حیاتِ جاں آخر گزرے بر ما

گر نیم شبے ناگہ طالع نہ شوی چوں مہ
جز باد کہ می آرد از تو خبرے بر ما

جز صبح کہ می راند از ما نفسے با تو
بگزر چو نسیمِ گل وقت سحرے بر ما

حلوائے مُرادِ ما بر ذوق نمی آید
بفرست ز لعل خود اندک شکرے بر ما

راہِ دلِ ما دیدی بر بستہ بخار غم
از باغچۂ رحمت بکشائے درے بر ما

گر باغ تو آرائی ور راغ تو فرمائی
حاکم نتواند شد جز تو دگرے بر ما

۳۴ — خوش گفت حسن با تو اندر شب تنہائی
کاے چشم و چراغ دل آخر نظرے بر ما — ۷

دل شد و دنیا شد و دیں ساقیا
گر ہمہ رفتند تو بارے بیا

جام تو بر دست چو من مفلسے
حقۂ غیب ست پُر از کیمیا

تا چو قرابہ نہ شوی پاک دل
خرقۂ نکو نایدت از بوریا

ہر چہ دہی باز از انت دہند
کردہ ام ایں تجربت از آسیا

ایں دل گمرہ شدہ نشنید پند
دیدۂ اعمیٰ چہ کند توتیا

باز کجا ایستد ایں آب چشم
تا نہ مد از گل گورم گیا

اے حسن ایں زہد چہ آوردہ

زهد دروں رخنہ و بیروں ریا

بازعشق دوست نو کرد اندہِ دیرینہ را
باز داغ نو نہاد اندوہ عشقش سینہ را

چشم من طوفاں برافشاند و فرو نشاند ہیچ
از دلِ نامہربانِ او غبار کینہ را

تا خطیب عشق او بر منبر جاں خطبہ کرد
راہ گم کردم عزیزاں مسجد آدینہ را

آنکہ می بینی کہ او از آئینہ آراست رو
ایں سعادت بیں کہ زیور می دہد آئینہ را

(۳۶) از ازل جان حسنؔ مست الست آمد بلے
یار دیرینہ شناسد صحبت دیرینہ را (۷)

اے خط خوش از مشک تر آمیختہ مہ را
بر دفترِ طاعت رقمے راندہ گنہ را

افگندہ دلِ ما ہمہ در چاہ زنخداں
وانگاہ بپوشیدہ بسبزہ سرِ چہ را

پیراہن یک شہر ز دستِ تو قبا شد
یکبار چنیں کژ منہ اے شوخ کلہ را

ہر چند کہ زلفِ تو سپاہیست جہانگیر
ہر روز پریشاں نتواں کرد سپہ را

دیدم شب دوشینہ من و ہر کہ نظر داشت
داغِ دگر از رشک تو پیدا شدہ مہ را

مہ وقت گرفتن رخ تو دید وہمی گفت
عرضہ چکنم پیش تو ایں روئے سیہ را

(۳۷) بگرفت حسنؔ در تف عشق تو قرارے
چہ جائے قرارست در آتش کدہ کہ را (۷)

اے ماہِ خوباں یکشبے بر خویش مہماں کُن مرا
از آفتابِ روئے خود چوں صبح خنداں کُن مرا

درس کنجِ فرقت روز و شب داؤد سان نالیدہ‌ام
بر تختِ وصلت اے پری یکشب سلیماں کن مرا

گہ ناز و گاہے عشوہ دہ بکشائے زلف پرگرہ
لب بر لبِ من نہ بتا جاں کندن آساں کن مرا

افگند زلفِ کافرت اشکالہا در دینِ من
یکبار بنما روئے خود از سر مسلماں کن مرا

از زاہدِ خشکِ خویشتن ہستم براں اول قدم
زاں می کہ چشمت مست شد امروز غلطاں کن مرا

دارم دلِ آتش کدہ آخر خلیلِ من توئی
برمن فرود آیکدمے آتش گلستاں کن مرا

۳۸ — ۷

مسکیں حسن ہمگویدت کاے وقت عشاق تو خوش
گر من از ایشاں نیستم بارے از ایشاں کن مرا

آں سرو جو با سبزہ در آمیخت سمن را
از جلوہ برانداخت عروسانِ چمن را

در توبہ چہ جہدم کنی اے زاہدِ مغرور
بارے تو ببیں یک نظر آں توبہ شکن را

ما ایں وطن از بہر بتاں ساختہ بودیم
ایشاں چو نسازند بسوزیم وطن را

جاناں چو ببستاں شوی از عارضِ خوش خط
چوں دفترِ گل بشکنی اوراقِ سمن را

موزہ بکن از پائے کہ پا تا بہ خاصت
یک وصلہ بدست آرم و پیوند کفن را

اے مدعیاں در سرِ آں گیسوئے دلبند
دل چونکہ نہ بستید بہ بندید دہن را

۳۹ — ۷

فردا ہمہ تشریف کرامت رسد از دوست
بے خانہ و جامہ سراپائے چو حسن را

اے در دولت ہمہ شکرہا
روئے تو نظارۂ نظرہا

از ساغرِ عشق در رہِ تو
غلطیدہ بہ نیم جرعہ سرہا

رفتم به پناه دین و تقوے — تیرِ تو گذشت از سپرها
دردِ دلِ من همه شنیدند — تو بے خبری ازین خبرها
بارے ز سگان خویشتن پرس — کاں بانگ چه بود در سحرها
گفتی سرے نه چو دل نهادی — این نیز نهیم بر دگرها

۴۰

از بے خطراں نیاید این کار
کارِ حسن است این خطرها

۷

بر درد ما وقوف نباشد طبیب را — آه از حبیب دست بگیرد حبیب را
در دم ز حد گذشت بجاں او فتاد کار — خیز اے غلام و معذرتے کن طبیب را
جانا زکاتِ حسن چه می دهیم دریغ — یا خود نصیب نیست من بی نصیب را
زاں خط سحر پیشه یک افسون بشهر بند — بفرست تا ببندم چشم رقیب را
گر جمعهٔ بمسجد آدینه در روی — در هر حدیث صد غلط افتد خطیب را
دل کز درت بماند نمی بایدت بهشت — شهرِ کساں قرار نباشد غریب را

۴۱

بے تو حسن هیچ وطن دل نمی دهد
بے گل جهاں خراب بود عندلیب را

۷

اے کمر بسته بے وفائی را — بر طرف کرده آشنائی را
تا چه غایت جفا کشیم آخر — غایتے هست بے وفائی را
وه نمے یابمت جدا روزے — تا صفتها کنم جدائی را

عقل بگریخت از محلت عشق — شہر زندانست روستائی را
زاہدے کاں دو لعل میگوں دید — معذرت گفت پارسائی را
دل چراند ہمت کہ پروانہ — جاں فدا کرد روشنائی را

(۴۲)
اے حسنؔ نیم جاں کہ ہست بدہ
چہ تواں کرد بے نوائی را
(۵)

مبتلا گشتم من بیچارہ تا دیدم ترا — اے بلا انگیز ناگہ از کجا دیدم ترا
خوب دیدم بے خطا ناوک زدی بر سینہ ام — شکر می گویم کہ بارے بے خطا دیدم ترا
نازنیناں گرچہ میگردی ملول از دید نیم — یکزماں بنشیں کہ بعد از دیرہا دیدم ترا
ہر زماں گوئی کرا دیدی کہ دیوانہ شدی — سرو قد اراست می گویم ترا دیدم ترا

(۴۳)
خسروؔ خوباں توئی خواہد حسنؔ بوسے ز تو[1]
بر گدائی آمدم چوں بادشہ دیدم ترا
(۵)

ردیف (ب)

اے دل اہل دولت ایشانند ایشاں را طلب — چیست ایں جمعیت آں جمع پریشاں را طلب
گر ہمی خواہی درونِ ہمتت رام رہے — آں جگر پالودگانِ سینہ ریشاں را طلب
عشق خویش تست می دانی تو ہم خویشی بکن — عقل و حس بیگانہ صرف اند خویشاں را طلب
یک خدنگ از کیش خوباں خوشتر از صد جان تو — دینِ تقلیدی رہا کن خوب کیشاں را طلب

[1] ایک قلمی نسخہ میں مقطع اس طرح ہے۔ ؎ ترک خوباں می نگوئی ہمچو سعدی اے حسنؔ ؛ عاقبت روزے فتادہ در بلا دیدم ترا۔

۴۴ | باز قوم مقبلاں ہیں در لباس مدبراں
اے حسنؔ گر طالب اقبالی ایشاں را طلب | ۷

باز آکہ بے تو یار نمی خواندم شکیب
گر از بتانِ حور صفائے پری صفت
در نازکی چو نارون قامتت بود
از پردہ چوں کمانچہ ابرو کشی بروں
اے دل اگر تو عاقبت اندیشی از غمش
گر حرفے از کتاب محبت گرفتۂ

تو دست در عنانی و من پائے در رکیب
یک آدمی شکیب کند می کنم شکیب
سرو سہی کہ بار نیاورده نار و سیب
مانند زاہداں ہمہ چوں چنگ سر نشیب
بر تو غرامتست و بر اندیشہ ات تبیب
خط کش بہر دو عالم بر حکم ایں کتیب

۴۵ | بر طاعتِ حسنؔ نشوم من فریفتہ
او داند و ریا، من و خوبانِ دل فریب | ۷

اینک اینک در رسید آں آفتاب
روئے او آفاق را شمس الضحےٰ
چشم میگونش یکے نظارہ کن
تیر غمزہ در کمیں گاہِ فریب
گوہرے جستیم از درج لبش
راست کامروز اندر آمد ہمچو سرو

بے دلاں را در جگر افتاد تاب
کوئی او عشاق را حسن المآب
جاں از دست و جہاں از وے خراب
نیم کش کردہ ز چشمِ نیم خواب
بر عقیق ناب زد لولوے ناب
خوں کشاد از جوے چشمم جائے آب

گم شد اندر پرتوِ رویش حسنؔ

۴۶ — چوں ستارہ در شعاعِ آفتاب — ۹

بادہ من دورے بگرداں از شراب
مست کن کز دست غم گشتم خراب

یک سرِ ناخن غمِ ما کم نشد
یک سرِ انگشتے فزوں تر دہ شراب

خاکیاں را نیست از مے سیر یئے
گوئی اندر ریگ می ریزند آب

نہ خطا شد چوں تو نزدیک منے
ذکر غیرے دور باشد از صواب

چشم گریانم گشادہ شد بتو
در شمارِ من نبود ایں فتح باب

جانبِ من چوں گذر کردی بلے
در خرابہا ہم افتد ماہتاب

مجلس خاص ست مائیم و توئی
رہ نیابد امشب اندر چشم خواب

لب بمالی دہ دل از ما می ستاں
ہمچنیں از تو نمک وز ما کباب

۴۷ — روزے از حکمت حسن گردوں نتافت / تو ہم از وے امشبے سر بر متاب — ۷

چہ کرد با من و با روزگار من یا رب
چہار روز فراق مہ چہار دہ شب

ہمے چگونہ ہمے کا شکار خواہم گفت
ہمیست صبح لقا بلکہ آفتاب لقب

ہزار عاقل و دانا دریں طریق بخست
مرا ہم از دل گم رہ ز دست شد چہ عجب

کنوں مُن می و معشوق و ذوق و عشق و سماع
تو دانی و غم دین و رعایت مذہب

کہ گفتہ بُد کہ مرا صبر و صفو تست و صلاح
قدح بیار ز من واں دروغہا مطلب

مے شبانہ بروئے چو صبح جاناں خور
کہ وقت صبح اثر می کند شراب عنب

۴۸	حسن حریف نداری تو اندریں معنی یکے عنانِ ارادت بکش بدست ادب	۹

ترک من بنشیں کمن پا در رکاب
دست در جعدت زنم یا در کلاہ
پائے گرد آر از رکاب دمے بخواہ
بر رکابت روئے می مالم ببیں
چشم گریاں دارمت زیرِ قدم
بعد ازیں مائیم و دست اندر عناں
ہر زماں لیسد رکابت را حسن
عاقبت عذرے عناں گیرش نشد

اے زپائے تو بدردِ سر رکاب
بوسہ بر پایت زنم یا بر رکاب
بار کابی گو کہ گرد آور رکاب
بخت می فرمایدت از زر رکاب
تا مرصع گردد از گوہر رکاب
کز تو جانِ ماست پا اندر رکاب
نیست زنیساں تیغ تیز ہر رکاب
تا رواں کردے ازیں چاکر رکاب

۴۹	دستہائے او بربدہ کو گرفت در یکے بازو و در دیگر رکاب	۶

ردیف (ت)

دیدہ را گر با تو کار افتاد دل غمناک چیست
مرغ عاشق می شود پیراہن گل چاک چیست
ابلقِ حُسن ار بزیر زین یوسف بود و بس
عالمے گردسمندت دست بر فتراک چیست

ہمچنیں گویند کاتش رہ ندارد در بہشت
اے بہشت عاشقاں ایں روئے آتشناک چیست
گر ز رشکِ روئے تو مہ را نشد پارہ جگر
آں نشانیہائے خوں بر دامنِ افلاک چیست
مہرۂ تریاک را بسیار عزت می نہند
تو ازاں لب مہر بکشا مہرۂ تریاک چیست

۵۰ گر حسن قدر غمت نشاخت اورا عفو کن
پیش عفو کامل تو جرم مشتِ خاک چیست ۷

روئے خود را ماہ میخوانی کہ میگوید کہ نیست
موئے خود را مشک میدانی کہ میگوید کہ نیست
چوں رُخِ خود را بہشتِ عاشقاں کردی لقب
بر سمن سنبل چہ می شانی کہ می گوید کہ نیست
ظلمت ظلمت زلف تو چہ مشکل اندراں
روئے تو نورِ مسلمانی کہ می گوید کہ نیست
گر ترا من نرم دل خوانم کہ می گوید کہ ہست
ور مرا تو سخت جاں خوانی کہ میگوید کہ نیست
جانم از خاک در تو آب حیواں یافتست
آنکہ ہست اسکندر ثانی کہ می گوید کہ نیست

شہ علاء الدین کہ می بینم زجاں بخشی او
برہمہ کس منت جائی کہ میگوید کہ نیست

۵۱	شاہِ صد بندہ چو خاقاں حق ہمیداند کہ ہست بندہ پیش صد چو خاقانی کہ میگوید کہ نیست	۷

کارے کہ بود باتو مرا بیشتر زفت
دل خواست تابہ بام وصال تو بررود
عاشق کہ جاں رفتہ بجوئے تو باز یافت
شب راخیال آمدہ در پیش چشم من
آمد مژہ بسینہ فرو رفت وہم چناں
با آنکہ خونِ دل زمژہ رفت سالہا

سر رفت درہوائے تو ام وردسر زفت
پالش بگل فروشد یک پایہ برزفت
جاں دادہم بجوئے تو جائے دگر زفت
خانہ زموج خوں بخلل دید و در زفت
آں آتشے کہ دیدہ بدی از جگر زفت
آں مردمم دو دیدہ ہنوز از نظر زفت

۵۲	عمرت ہمہ بکار بتاں رفت اے حسن تا عمر تست کارت ازیں خوبتر زفت	۷

یار بودن بنفس کار من است
ہرچہ نقش گناہ می بینی
ہرچہ برمن زروزگار آمد
دل کہ بامعصیت قرار گرفت
گرچہ کارم فساد شد ہمہ روز

ہر کہ فاسق ترست یار من است
آں زنفسِ گناہگار من است
آں زشومئ روزگار من است
اثر زہد کم عیار من است
عذر یک شب صلاح کار من است

در کنار من آب دیدهٔ من　　موج دریائے بے کنار من است

(۵۳) برخوردار از امید خویش حسن
گر بگوئی امیدوار من است (۵)

ای که رخت نور مسلمانیست　　لعل لبت مهر سلیمانیست
زلف ترا راز درون مو بمو ست　　گفتم و در بند پریشانیست
شہرے ازاں زلف کہ ظلمت وراو　　کفر گرفت این چہ مسلمانیست
بار گرانست فراقِ تو آه　　ہر چہ گراں تر من ارزانیست

(۵۴) خشم گرفتے ز حسن عاقبت
عاقبت خشم پشیمانیست (۹)

اے کہ در عالم نکو بہتر ترا مانند نیست　　اہل انساں را نظیر و شبہ تو فرزند نیست
سرو و گل چوں قامت و رویت ندیدم در چمن　　ہمچو لعل شکر افشانت نبات و قند نیست
دیگرے را چوں گزینم بر تو اے آرام جاں　　زانکہ در ملک جہاں خوبا تو ام پیوند نیست
از سرود شادمانی و طرب بے بہرہ ماند　　آں دلے کش ماہ روئے مثل تو پابند نیست
ہستم از بند دو زلفین سلاسل دار تو　　ہیچ مجنونے بدیں آئیں اسیر بند نیست
یک نفس گفتم کہ ایں شوریدہ را تسکیں کنم　　اے دریغا کیں دل مسکین مے خرسند نیست
شاہ خوبانی نگارینا ترا زیبد ازانکہ　　ہیچکس را در جہاں ایں فر و ایں اورند نیست
ہر کرا شد دولت وصلت میسر یک زماں　　ہمچو او اندر جہاں مسعود و دولتمند نیست

۹	آہ بیچارہ حسن بگذشت از چرخ ہم ہیچ آگاہی ز مشتاقاں کہ می نالند نیست	۵۵

دل نہادیم بہر حکم کہ در تقدیر ست
خانۂ عافیت امروز مسلّم نشود
عمر آں نیست کہ چل سال بغم خوردن رفت
دمہ ساز نیست کہ زیر وزبرش آہنگ است
کجی مطلق از اجزاے کماں چوں نبرد
اے بتذکیر نشستہ گنہت یاد آور
ظالماں را نشود پند بزرگاں مانع
سر نخوت چہ برآوردۂ اے سرو بلند

ترک تدبیر پسند ست ہمیں تدبیر ست
بام او خار گرفتست و درش زنجیر ست
عمر آں شش مہ طفلیست کہ اندر شیر ست
ہر چہ ایں سوئے بم است آں سوئے دیگر زیر ست
اثر راستیٔ ضرب کہ اندر تیر ست
کہ ہماں یاد گناہ تو ترا تذکیر ست
گور کن را شب آدینہ چہ دامنگیر ست
پنجۂ مرگ بخوں پنجۂ بید انجیر ست

۷	ایں جوانی ہمہ در حشو سر آوردہ حسن وقت تقبیل حواشی بساط پیر ست	۵۶

آنکہ او بر در عشاق سرے بنہادست
دوست داغے کہ نہادست نمی دانی چیست
غمزہ چوں ناوک و ابرو چو کماں زلف کمند
دوش قمری بہ قفس قصۂ در دم میخواند
دل بدوران غمش ہیچ شبے شاد نخفت
بازد سنے بہ فار عم او خواہم برد

عشق ہر جا کہ درے ہست بروبکشادست
مہر مہر است کہ بر سینۂ ما بنہادست
ہمہ اسباب بلا بر دل ما آمادست
حال افتادہ نداند مگر آں کافتادست
ایں سیاہ روز ندانم کہ چہ طالع زادست
خرقہ در باختہ ام داو پسیں سجادست

۵۷	دل مسکیں حسن آتش دیگیست بے بلے ایں ہمہ جوش درونست کہ بیروں داد ست	٦

دہ چہ روزست ایں کہ برمن جوریار از حد گذشت
ناچشیدہ جرعۂ زاں لب خمار از حد گذشت
پیش ازیں ہر روز می نالیدمے از روزگار
جور او ہمچوں جفائے روزگار از حد گذشت
درد چنداں شد کہ دل را احتمالِ آں نماند
بارکش لابد فرو ماند چو بار از حد گذشت
ماہ رویا روزہا ہجران تو مارا بکشت
ماہِ نو بنمائے زابرو کانتظار از حد گذشت
چوں حساب رقعۂ شطرنج غمہائے ترا
ہیچ پایانے ندیدم ویں شمار از حد گذشت

۵۸	چیست جانا بردلِ خاکی من چندیں غبار آخر اے ابرِ کرم رحمے غبار از حد گذشت	۷

دل بہ یکبارگی از بار جفایت ریش است
طبع بدخوئے تو ہم برسرِ خوے خویش است
شب ہجراں بتر از روزِ قیامت گیرند
بہتریں روز مرا آں بتریں شب پیش است

ایں چہ کیش است کہ چوں تیر فرستی برمن
ہیچ ماندہ نشوی تا یکے اندر کیش است

دمبدم درد ہمے خیزد ازیں دل آرے
ہوس نوش لباں بر رگ جاں چوں نیش است

دوستاں حال دل ریش چہ پرسید از من
اینک آں خوں دو دیدہ اثر آں ریش است

گر بیابید گلیمے بشراب آلودہ
بمن آرید کہ آں خرقۂ ایں درویش است

(۵۹) اے حسن خلعت دردے کہ ترا ہست بدوش
کم مپندار کہ از ملک دو عالم بیش است (۱۱)

تا یک گرہ ز بند قبائے تو وا شدہ است
تا لعل شکرینت بجاں بخشی آمدہ ست
امروز خود غبار قدوم مبارکت
مقصود ہا ز طوبی خطت برآمدہ ست
شیشہ درونِ سینہ گرفتست بادہ را
یاراں بنائے عشرت کردند استوار
تا در دیار عشق غریب اوفتادہ ایم
نز دوست شکوہ است مرا نے ز دشمناں

چندیں ہزار پیرہن از غم قبا شدہ است
بر چشمۂ حیات بسے ماجرا شدہ است
در چشم روشناں فلک توتیا شدہ است
امید ہا ز کعبہ رویت روا شدہ است
آرے میان شیشہ و بادہ صفا شدہ است
ہر رخنہ کہ ہست بہ بنیاد ما شدہ است
گریہ است و بس ہمیں کہ بما آشنا شدہ است
روز بد منست کہ برمن بلا شدہ است

گوئی کہ روزِ بد را ہم روزِ بد رسید
حال خرابی دلِ پرخوں چہ پرسیم

ورنہ چرا بصحبت من مبتلا شدہ است
یک روز خود بیا و بہ بین تا چہا شدہ است

(۶۰)

جاناں ترا گہے غم حال حسنؔ نبود
جم را چہ غم کہ مورچۂ زیر پا شدہ است

(۷)

ساقی قدحے کہ شب بکاہست
عقلم بامید جرعۂ خاص
اے عقل بگرد عشق کم گرد
جاناں ز درِ خودم چہ رانی
اے ترک عناں بقتل[۱] دادہ
زلفِ تو شفیع محشرم باد

دور تو و رائے دور ماہست
اندر قدم تو خاک راہست
درویش نہ مرد بادشاہست
جانِ ہمہ راہماں پناہست
از تو بتو ام گریز گاہست
ہرچند کہ نامہ ام سیاہست

(۶۱)

تو قبلہ وقت شو حسنؔ را
ورنہ ہمہ طاعتش گناہست

(۶۰)

جائے کہ توئی اے مہ من جانِ من آنجاست
بیچارہ دل پرغم و ویران من آنجاست
من بلبلم اما ز گلستانِ رخت دُور
شاید کہ بنالم چو گلستان من آنجاست
تو عزم سفر کردہ و ناکردہ ز من یاد

[۱] ربودہ از عقل

کاں غمزدهٔ بیکس حیران من آنجاست

گویند خراب سروساماں شدهٔ تو
من چوں نشوم چوں سروساماں من آنجاست

من قصهٔ خون جگر خویش نوشتم
آنجا برائے باد کہ سلطان من آنجاست

از سعی طبیباں نرود درد دلِ من
گو رنج مبینید کہ درمانِ من آنجاست

۶۲	از یاد تو زنده است حسن ورنہ بمردے میگفت کہ بیجان شدم و جان من آنجاست	۷

ساقی دم صبح مشکبار ست
غائب نشوی کہ با تو کار ست

با بوئے می و ہوائے رویت
ما را ہمہ وقت نوبہار ست

چشمت سوئے ما نمیشود باز
جاناں مگر از منت غبار ست

از مستی چشم تو خرابم
آں ترک ہنوز در خمار ست

ہر چند کہ بیقرارم از تو
آں غم کہ ز تست برقرار ست

از غصہ روزگار جاں رفت
اے جانِ من ایں چہ روزگار ست

۶۳	اے چارہ گر امید ہا تو بیچارہ حسن امیدوار ست	۸

آہ کامشب ساربان را اتفاق محملست
راہ چوں خواہیم دیدن ایں زبان سوئیش ہنوز
ہر دوکامے گرد چشمم چشمۂ خونے رواں
داغہا داریم برروئے دل از دستِ غمش
روئے او دیدن حرادے را تواند بود وجہ
آں خطِ خونریز بر رخسار خوبش گوئیا
دوستاں گویند کاخر دستُ و پائے ہم بزن

مردم مغیم زحال درد منداں غافلست
آفتاب اندر حجاب کوہ مہ در محملست
حال رفتن چوں بودیں چو نخشیں منزلست
زنگیاں را داغ برروئیست مارا بردست
عقدۂ زلفش کشادن مشکل اندر مشکلست
محضرِ عالم بنزد بادشاہ عادلست
چوں کنم چوں دست زیرِ سنگ و پایم در گلست

۶۴
خیز چوں پروانہ و آتش زن اندر رخت خویش
اے حسنؔ ایں سنت دیوانگان عاقلست
۷

ساقیا مے دہ کہ مست آں یارِ من باز آمدست
زہر چوں ورزم کہ آں توبہ شکن باز آمدست
بادۂ گلگوں بدہ تا سوئے گل گشتے کنیم
یارِ من چوں گل بگلگشت چمن باز آمدست
راحت دل بود یا جاں بود الحق ہر چہ بود
اینک آں راحت بجاں و جانِ تن باز آمدست
سجدہ ام واجب شد و جاں بازیم پروانہ وار
قبلۂ عشاق و ماہ انجمن باز آمدست
پر حذر باشید از خم کمند و زخم تیر

سرو جعد انداز و ماہ غمزہ زن باز آمدست

اے کہ در وصف غلامانش ہمی بینی مرا
نیک بختم من کہ بخت نیک من باز آمدست

۵

دو بست بازے بود از دست حسن جستہ کنوں
صید کم ناید چو در دستِ حسن باز آمدست

۶۵

روئے گل ہیں صفت روئے کسے با او ہست
بعد ازیں دست من و زلف بنفشہ حکیم
نظر از نرگس تو می نتوانم بر داشت
دوش چشم ہمہ کس بر مہ نو حیراں بود

دیدہ روشن کن از و بوئے کسے با او ہست
شکلے از حلقۂ گیسوئے کسے با او ہست
سحرے از غمزۂ جادوئے کسے با او ہست
چاشنئی خمِ ابروئے کسے با او ہست

۷

خوش فتاد دست حسن با گل و لعلت آرے
رنگے از اشک تو و بوئے کسے با او ہست

۶۶

آں دیدہ کہ بر حال منش ہیچ نظر نیست
از شربتِ وصلت ہمہ سیراب شدستند
رنجاند واز رنج دلم ہیچ نتر سد
بیچارہ دلم شمع صفت در غمِ ہجراں
چندیں چہ ہمخواب کند نرگس مستت
یک بوسہ زدم بر قدمش جاں ستد از من

بے دیدن او چشم مرا نور بصر نیست
من کشتۂ آں چشم کہ بر ماتش نظر نیست
داند کہ دعا ہائے مرا ہیچ اثر نیست
شب نیست کہ از روز دگر سوختہ تر نیست
آرے ز خرابی حریفانش خبر نیست
گفتا دگرے زن حکیم جانِ دگر نیست

٦٧

دربازِ حسن دررہ او یک دل و صد جاں
بارے تو بریں باش اگر ہست و گر نیست

٧

فسون و فتنہ کہ چشم تو دلربا آموخت — نہ از برائے خود از بہر جانِ ما آموخت
بر بخیت خال تو خونہائے خلق در عجب ام — ز ہندوئے تو کایں ترکی از کجا آموخت
سبق تو بردہ از ہر ہمہ خطا کاراں — زہے معلم تو کت ہمہ خطا آموخت
ہمیشہ غرق بخوں بود مردم چشمم — شبے خیال ترا دید و آشنا آموخت
کسے کہ لطف زبانش بمردہ جاں میداد — برفت و معجزہ خود لب ترا آموخت
دلم ز زلف تو واللیل خواست یاد گرفت — نظر بروئے تو افگند و الضحیٰ آموخت

٦٨

حسن دو چشم ترا مست ناز می خواہد
قبول طاعتِ خود راہمیں دعا آموخت

٧

مارا بجز تو در ہمہ آفاق یار نیست — مشفق ترا ز غم تو دگر غمگسار نیست
دامن چو گل ز سرشک چو لالہ مژہ چو ابر — مارا ہوائے عشق کم از نوبہار نیست
روزے بدیدہ چینم خاکِ رہ ترا — شب نگذرد کہ بر دلم ایں خار خار نیست
گفتم ز شاخ وصل تو بارے بما رسید — آوازے از در تو برآمد کہ بار نیست
گفتی برو بکوئے دگر کس قرار گیر — در عہد نامۂ من و تو ایں قرار نیست
تا آسماں برآورم ایوانِ آرزو — لیکن بنائے عمر چنیں استوار نیست

٦٩

ناز تو بیش باشد یا نالۂ حسن
ایں ہر دو را کہ نام گرفتم شمار نیست

٧

مرا در کوئے عشقت خانہ ہست	ز دُرد درد تو پیمانہ ہست
رواں شو ایں طرف اے گنج خوبی	نگویم کلبۂ ویرانہ ہست
اگر یارانِ تو نظارہ خواہند	بگو در کوئے ما دیوانہ ہست
میانِ عقل و عشق اصلاح نتواں	ز مار و باغباں افسانہ ہست
نگردم گرد شمع وصل لیکن	ز دیوانِ غمت پروانہ ہست
ہنم فرد او کنج خلوت خاص	عوام خلق را کاشانہ ہست

(۷۰)

حسن جائے تو اندر چشم خود کرد
ہم اینجا باش خالی خانہ ہست

(۷)

اے میانِ مفلساں گنجی نگہبان توکیست	آن مائے تو ہمہ آنا بگو آن توکیست
گر گلی ما را بشارت دہ کہ گلزارت کجاست	ور بہشتی ہم بشارت دہ کہ رضوان توکیست
ہم تو با شیرینی لب شور بخشی یا نمک	اے جہانے بر در خود خواندہ مہمان توکیست
چشم از عشق دو چشم کافرت خونست آہ	تا گرفتار دو زلف نامسلمان توکیست
خلق گوئے گفت و گو اندر میاں افگندہ اند	چوں تو چوگان می کشیدی مرد میدان توکیست
اے دل از سینہ کباب آوردی از دیدہ گلاب	تو نمی گوئی و میدانم کہ مہمانِ توکیست

(۷۱)

اے حسن تا چند خواہی داشت دردِ دل نہاں
ہر کرا جانیست میداند کہ جانانِ توکیست

(۷)

اے بند عشق ہیچ ولے را کشاد نیست	شاداں مباد ہر کہ بدیں مژدہ شاد نیست

از دار و گیر عشق بتاں اشک من نگر	چوں لشکر گریختہ کش ایستاد نیست
نے بانگ مرغ میشنوم نے صدائے کوس	با ایں شب مراد مرا بامداد نیست
بے زر مراد چوں طلبم من کہ روزگار	یک روز بر مراد من نامراد نیست
گفتم شبم بہستی یک بوسہ گفتۂ	گفتا کہ ہر چہ گفتہ ام امروز یاد نیست
اے نیکواں چہ شد کہ ندادید داد من	یا اندراں جہاں کہ شمائید داد نیست

۷۲	روا ز بلائے عشق چہ می تابی اے حسن من یاری از کہ جویم چوں اعتقاد نیست	۷

از تو مرا بوئے و مثالے بس است	وز رخ رنگینت خیالے بس است
گر شب من خواہے چوں روز عید	از خم ابروت ہلالے بس است
خط چہ کشی از پے خوں ریز من	بر لب چوں نوش تو خالے بس است
دست بفتراک تو نتواں زدن	صدق تعلق بدوالے بس است
دستۂ ریحاں چکنم از بہشت	از سر کوئے تو سفالے بس است
خندہ زناں ہر نفسے اندر آئے	جلوۂ گل از پئے سالے بس است

۷۳	از خود و از غیر منال اے حسن فضل خداوند تعالے بس است	۵

بیا ساقی ہنوز آہستگی چیست	کہ اینک گل بخندید ابر بگریست
مرا دہ ساغر تیز آنچناں دہ	کہ نشناسم کہ دہ چند ست یا نیست

بزرگان مست را بیچارہ گفتند
ولے ہشیار ازو بیچارہ تر زانک
نکو گفتند ازو بیچارہ تر کیست
نمیداند کہ ایں بیچارگی چیست

۷۴

حسن گر سروری خواہی دریں راہ
بزیر پائے مستاں بایدت زیست

۷

تنم کا سلام حیراں کردۂ اوست
اگر بیدل کنند مارا چہ تا ہیم
نہ من تنہا شدم حیراں رویش
سر گیسو بجست می برد زانک
دلم گم شد دریں مجلس کجا رفت
من اندر کمش آں ترکم کہ ہر بار
بنائے زہد ویراں کردۂ اوست
ہزاراں شخص بیجاں کردۂ اوست
ہمہ آفاق حیراں کردۂ اوست
ہمہ عالم پریشاں کردۂ اوست
لبت گیرم کہ پنہاں کردۂ اوست
دل صد پارہ قرباں کردۂ اوست

۷۵

اگر تو کافرش خوانی ہمی خواں
حسن بارے مسلماں کردۂ اوست

۷

ہر کجا مرکب ترا گذر ست
جائے جملہ روندگاں کعبہ ست
دی کہ ایں جا بہشت گذر افتاد
عالمے بر در بہشت روند
ما کجا نور طلعت تو کجا
خاک آں رہ مرا چو تاج سر ست
کعبہ رہ روانت خاک در ست
روشنم شد کہ عمر در گذر ست
من چہ دانم بہشت پیش در ست
شب پرہ ز آفتاب بیخبر ست

ہم کریماں قبول فرمایند — تحفۂ اہلِ فقر ماحضر ست

(۷۶) حسن اینجا چہ می فشانے جاں
کہ نثارِ عظیم مختصر ست (۷)

یارب این ترک جفا پیشہ ما از چہ گل ست
آں نہالِ دلِ ما خود بصفت نا بدرست
کسے از راستئ خویش نبود ست خجل
آنکہ اندر سرش از آتش خود بادے ہست
خونِ دل می چکد از دیدۂ من در گریہ
دل گرفتارِ بلائیست کہ پایانش نیست

کہ زحسش قبلۂ خوباں خطا و چگل ست
کانچہ بینی ز سرش تا بقدم جملہ دل است
سرو پیش قدش از راستئ خود خجل ست
چہ خبر دارد ازیں لطف کہ در آب و گل است
بارگِ دیدہ ہمانا رگِ دل منفصل است
وین نداند مگر آنکس کہ گرفتار دل است

(۷۷) حاش للہ کہ حسن دم زند از جورِ بتاں
ہر چہ آں قوم کنند از طرف ما بحل ست (۵)

خوبے کہ گنجِ نیکوئی آمادہ یافتست
خوبی و چابکیش خدا دادہ شبہہ نیست
ایں نعمتِ جمال کہ او دارد اے دریغ
افتادہ ماندہ بود دلم بر درش بسوخت

از خط و لب ز مرد و بیجادہ یافتست
وانکس کہ یافتست خدا دادہ یافتست
شکرے بر آنکہ نعمت آمادہ یافتست
او قدرِ دل چہ داند افتادہ یافتست

(۷۸) خون حسن ہمیخورد از ناز و نوش باد
خونے کہ خوشگوار تر از بادہ یافتست (۷)

باغ بهشت وصف جمالِ محمدست — ختم رسل صفات کمالِ محمدست
نون والقلم هدیهٔ از لوح خلق او — طٰهٰ اشارتے زجمالِ محمدست
کرسی که هفت تخت فلک پایهٔ قدر اوست — یک پایهٔ زجاه وجلالِ محمدست
آغاز عید شادی و اتمام صوم غم — موقوف ابروئے چو هلالِ محمدست
زاں شد فلک ز تختهٔ خاک اینچنیں بلند — کیں حرف خم گرفته چو دالِ محمدست
هست ایں نعم نوالهٔ از خوان او یکے — جمله نوالها ز نوالِ محمدست

۷۹

آزاد شد دل حسن از بند هر غمے
کو بندهٔ محمد و آلِ محمدست

۷

روئے خوبت بینم امشب آں شب است — با تو خوش بنشینم امشب آں شب است
روز ها زهر فراقم داد دهر — از شکر گل چینم امشب آں شب است
صوفیانه بر درت از هر دو کون — خلوتے بگزینم امشب آں شب است
دست لطفت خارم از بستر برُفت — گل بود بالینم امشب آں شب است
طلعتِ تو ماه من خواهد شدن — خنده ات پروینم امشب آں شب است
اے خیال ابروت معراج من — قاب قوسین بینم امشب آں شب است

۸۰

یا حسن گفتی شبے جاں بخشمت
جان من مے بینم امشب آں شب است

۶

تُرک من ترک خوئے بد نگرفت — هیچ خوئے ز روئے خو نگرفت

هم بداں بدرے که رفته بماند	یک به آموزی خرد نگرفت
آفتاب رخش ممالک حسن	خود گرفت از کسے مدد نگرفت
کیست کو شهر بند عشق نگشت	خانه در منزل لحد نگرفت
دی در آمد بعادتِ زد و گیر	کس نبود دست کشِ نزد نگرفت

۸۱	حسن از خانِ و ماں پر دل بر داشت درد دل بر گرفت بد نگرفت	۷

ترک من دی کمند می انداخت	بند بندم به بند می انداخت
هر کجا درد ناک تر زخمے	بر دل دردمند می انداخت
در شکار آمده ز غمزه و زلف	تیر می زد کمند می انداخت
کس چه داند کز اں دو در یکدم	چند می بست و چند می انداخت
او همی رفت و مه بر آتش مهر	از ستاره سپند می انداخت
جزع و لعلش بدامن عشاق	زهر می ریخت قند می انداخت

۸۲	مر حسن را ز ناز بے حد خویش جاں بحد گزند می انداخت	۷

ترک دلبندم که دل در دام اوست	دل چه باشد جاں فدائے نام اوست
دامنم از اشک پر عناب کرد	جادوئے ہائے که در بادام اوست
تا لب خونیش دیدم لعل فام	گوئیا ایں دیده غرق وام اوست

دیدی آں منقار خوں آلود کبک
راحت جاں گفتمش دشنام داد
داد پیغامے کہ می کش مے شبے

ایں ہمہ خوں خوردنش در کام اوست
راحتے گر ہست در دشنام اوست
مایۂ دولت ہمیں پیغام اوست

(۸۳)

تا حسن را است معنی کردہ اند
ہفت دریا جرعۂ از جام اوست

(۷)

ترک من ملکِ ملاحت ملک تست
عقل من تا خطِ شیرینِ تو دید
حلقۂ در گوش کردی بہر حسن
وہ چہ خوش مے آئی و خوش میروی
دل از اں چاہِ زنخداں بر کشم
گر رضایت در مسلماں کشتن است

خطۂ خوبی بنام تو درست
تختۂ تا خفطی خود پاک شست
حسن خود از حلقہ در گوشان تست
خون خلقے را کمر بر بستہ چست
گر نگیرد زلف تو ایں کار سست
کافرست آں کو رضائے تو نجست

(۹۴)

دانہ شد اشک حسن ہم بر نداد
اے بسا دانہ کہ کشتند و نہ رست

(۹)

زہے دلبر کہ دلہا از تو شاد ست
دلم را گر فلک درد و غم افزود
دل یک شہر شد روزیت خوش باش
مکن ظلم اے صنم چوں زود سیراں

مرا رویت ورائے ہر مراد ست
بروے شادی افزائے تو شاد ست
ہنوز از روزنت ایں خود بامداد ست
گرت آں صحبت دیرینہ یاد ست

خطا گفتم جفا و ظلم کن ظلم	کہ ظلمِ تو مبارک تر ز داد ست
بس از دیری چو چشم آمدستی	بدہ بادہ کہ بے آں عمر باد ست
کلید شادی و قفل غم اینک	برو کایام در بندِ کشاد ست
قرابہ در سلام آورد ساقی	دمے بنشیں چہ جائے خیرباد ست

۸۵	حسن را جہد کن کز غم رہد باز کہ غم را روز و شب با او جہاد ست	۹

غرہ روئے تو ماہے دیگر ست	نقش تو از کارگاہے دیگر ست
خط مکش بر روئے کامل حسن خویش	کیں آں ماہست ماہے دیگر ست
مہ چو جوزا از کمر بنداں تست	رو کہ آں سر را کلاہے دیگر ست
چند نوعے در عقوبت داریم	یا بجز عشقت گناہے دیگر ست
گرچہ خود ترکان غمزت کیں کش اند	زلف مشکیں کاں سپاہے دیگر ست
جور کمتر کن کہ از بیداد عشق	ہر مظالم دادخواہے دیگر ست
از تو جُستم ہم بتو جُستم پناہ	زینہاری را پناہے دیگر ست
عقل می ورزیدم اینجا عشق گفت	توشہ دیگر کن کہ راہے دیگر ست

۸۶	شیر دل خواندن حسن را لطف بود نے سگ خود خواں کہ جاہے دیگر ست	۷

گوہر جانم نثار لعل تست	مُہر جَم در زینہار لعل تست

پیش لعل تو کہ باشد لعل کاں
تا شکر شد چاشنی گیر لبت
اشک خونیں را بدیدہ جا کنم
جوہر جاں ہیچ جا پیدا نشد
کیست کار دانچہ رفت از عمر باز

کاں یکے جزیہ گذار لعل تست
چشمۂ خضر آب دار لعل تست
چوں کنم کاں یادگار لعل تست
راست گویم شرمسار لعل تست
ایں ہمہ امروز کار لعل تست

۸۷

حقہ چشم حسنؔ یاقوت بار
جملہ یاقوتش نثار لعل تست

۶

باز در خود گم شدم تدبیر چیست
عشق تو از ما چو بے مقدار بود
دشمناں ہر سوئے درکار آمدند
اے صنم روزت نزارم می کنند
وصل وعدہ کردی و عمرے گذشت

آیتِ عشق ترا تفسیر چیست
ما و کنج صبر تا تقدیر چیست
دوستاں ایں کار را تدبیر چیست
گر نہ زارم نالہ چوں زیر چیست
عمر را تعجیل ہیں تاخیر چیست

۸۸

گر رضا ندہی کہ بوسم پائے تو
اے حسنؔ خاک درت تقصیر چیست

۵

شب فراق مرا بے رخ تو روشن نیست
دریں شبے کہ ہمہ آتش ست درہمہ جا
برات را شب قسمت نہند قسمت من

چراغ جان مرا جز وصال روغن نیست
چہ آتش ست کہ از فرقت تو در من نیست
چہ بخت تیرہ چہ دانم چہ بود روشن نیست

ز گنج شادی ہر قوم قسمتے بردند | منم کہ قسمت من تا کنوں معین نیست

۸۹ درازمانده شب عید وصل عیشے کن
کہ بے تو ایں شب را قدر نیم سوزن نیست ۸

گیسوئے تو بند ہا کشادہ | آرے شب عید را عسس نیست

ایں بیت را در خواب گفتہ بودم چوں روز شد در خاطر گشت کہ ایں بیت در وصف گیسوئے مشکبار مصطفےٰ درست می آید شش بیت دیگر نظم کردم۔

اے خواجہ بدولتم ہوس نیست | ایں دولت بند گیست بس نیست
بے یاد تو مرغ را نوا نے | بے نام تو صبح را نفس نیست
من شمع غمم تو صبح شادی | جز پیش تو مردنم ہوس نیست
آں پایہ ترا کہ عرش سالیست | چوں بوسہ دہم کہ دست رس نیست
حلوائے یسین انبیائی | ایں طرفہ ترا کہ پیش و پس نیست
گیسوئے تو بند ہا کشادہ | آرے شب عید را عسس نیست

۹۰ بر بیکسی حسن ببخشائے
آں ظالم نفس گرچہ کس نیست ۷

تا خط جاں فزائے تو گرد لب آمدست | جانے دگر بقدر دریں قالب آمدست
روئے کشادہ داری و خطے کشیدہ نیز | گوئی کہ آفتابے در عقرب آمدست
نے نے لب تو کاہش جانہا فزود از انکہ | جان من از خطت چو خطت بر لب آمدست

روییت جهان حسن و خطت شب تو خود بگو
تا چشم من ز روی چو خورشید شد تهی
در دل ز تاب عشق تو یارب چه آتشیست

روز یکه خوش رود که جهان را شب آمدست
روی من از سرشک پر از کوکب آمدست
گر زوی زبانها همه در یارب آمدست

۹۱

تا غبغب تو دید حسن در ضمیر او
اندیشه محو صفت غبغب آمدست

۶

عالمے از لب او در شور ست
عقلم از عشق تو بر مے ناید
چاه شیریں ز نخدانش نگر
همه دل چین سر زلف تو برد
خیمه بر طرف چمن خواهم زد

عقلم از ستر صبوری عور ست
پشه با پیل کجا در زور ست
که از و جمله جهان در شور ست
نام غارت چه سبب بر غور ست
خانه بے صحبت خوباں گور ست

۹۲

در حضور ست سخن بنده حسن
دست جمشید و حدیث مور ست

۷

یار که صد یاری از و خاستست
روئے خوش و بوئے خوش و خوئے خوش
خود نتواں یافت چناں آب و گل
جوئے بهشتست دهانش ببیں
گشت خطش فتنه براں رخ ببیں

تازه نهالیست که نو خاستست
همچو گل اندر همه تو[۱] خاستست
گرچه صبا در تک و پو خاستست
تا چه نبات از لب جو خاستست
فتنه همه از رخ او خاستست

۱ بضم اول و ثانی مجهول بمعنی ته باشد - مولف ت خ

راست قدش بر صفت سرو خاست	چشم بد بشش دور نکو خاستست

۹۳	نادرہ حسن آمد و نادر ترانکہ ہمچو حسن نادرہ گو خاستست	۷

دوش ما بودیم تا صبح از حضور یار مست
گوشش از گفتار مست و دیدہ از دیدار مست
فکر مجلس ذکر ساقی دوست ساغر عشق مے
فہم مست و وہم مست ادراک مست اسرار مست
جرعۂ مے زاں نصیب کائنات آمد چہ شد
وحش مست و طیر مست و مور مست و مار مست
از مے آں جرعہ رست از صد سینہ صد نہال
بیخ مست و شاخ مست و برگ مست و بار مست
شیر گیر ایں قدح بود ست منصور آنکہ شد
مرد مست و بند مست و رشتہ مست و دار مست
خواست مطرب کایں سخن در چنگ گوید چوں کند
قول مست و صوت مست و زخمہ مست و تار مست

۹۴	خاک آں جرعہ شو اے بندہ حسن کز بوئے او طفل مست و پیر مست و بندہ مست احرار مست	۵

انصاف میدہم کہ چو روئے تو روئے نیست
گل در مزاج لطف چو تو نرم خوئے نیست
غنچہ بصد نقاب ہمی پوشد از تو روئے
داند کہ با تو روئے نمودنش روئے نیست
میگفت لالہ ہست مرا رنگی از رخت
او را مجال رنگ چہ باشد کہ بوئے نیست
صبح ارچہ ساخت از شب و از روز دفترے
ہم نسخہ اش مقابل آں روئے و موئے نیست

۹۵	خاکی دلم غبار دلت ہیچ در نیافت سنگ آزمودن الحق کار سبوئے نیست	۷

تا خطت ریختن خون مسلماں آموخت
شاد باش آں لب شیریں چہ خط خوش دارد
مقری تو لب خونیں تو مے دید آخر
گفتیم دل بجدائی نہ و صبرے در پیش
سحر ہائی کہ بدشواری از آں آموزند
غمزۂ تست کہ خستمت شکارے زدنش

چشم خونریز تو گوئی کہ دو چنداں آموخت
زلف تو گرچہ خط آموخت پریشاں آموخت
کافرے را چہ غرض بود کہ قرآں آموخت
ہرگز ایں پیشہ در ایام تو نتواں آموخت
آں ہمہ غمزۂ جادوئے تو آساں آموخت
آں شکاری زدن از تیر الخاں آموخت

۹۶	حسن امروز نوائے دگر آموخت مگر دوش نو نالہ از مرغ سحر خواں آموخت	۷

بنمائے روئے خود کہ بیک رو نمود نت	قوت گرفت قاعدۂ دل ربود نت
ماہِ نوی تو. بر فلکِ نیکوئی کہ بدر	کاہش گرفت روز بروز از فزود نت
ہستیم نیست شد ز تو چوں مہ بآفتاب	بہ زانکہ رو سیہ زیم از دو ربود نت
گویند پشت ایں طرف ست آفتاب را	از شرم روئے می نتواند نمود نت
بر قہر من ہنوز بدنداں گزی لبت	چوں سوختیم باز نمک چیست سود نت
بہر دلم کنی ہمہ زخمِ زبان عجب	جز بر سرم نباشد تیغ آزمود نت

۹۷	افسانہ شد حسن ز تو یاری ندید او گر رغبتے بود بفسانہ شنود نت	۷

باغ را آں صورتِ زیبا کجاست	سرو را آں قامتِ رعنا کجاست
سرو را گرچہ ز نوخیزان باغ	پایہ بالاتر شود بالا کجاست
روے او ماہست ماہِ عید نے	جنت الفردوس را ہمتا کجاست
ماہ را حقہ پر از لولو کہ دید	عید را البتّو[1] پر از حلوا کجاست
شورش دریا د جوشش بر حقیقت	آنچناں دُر در ہمہ دریا کجاست
دوش دل در پائے زلفش جان فشاند	ایں محل دل را بود ما را کجاست

۹۸	کیمیائے وصل او ہمچوں حسن جستجوئے میکنم اما کجاست	۷

ماہ چنیں رو کہ تو داری نداشت	مشک ختن بو کہ تو داری نداشت

[1] لبتو ـ مرتبان سفالین کوچک، را گویند ـ مؤلف

غنچہ بصد پردہ بپوشید روے — زانک چناں رو کہ تو داری نداشت
ماہِ نو اندر ہمہ روئے فلک — ایں خم ابرو کہ تو داری نداشت
تہنیتے گو کہ بچندیں جمال — چشم چو آہو کہ تو داری نداشت
کعبہ کہ سرہا ہمہ در طوق اوست — حلقۂ گیسو کہ تو داری نداشت
گیسوئے او حلقۂ از آہن است — سلسلہ از مو کہ تو داری نداشت

(۹۹)
ہیچ کسے شد حسن از خوئے تو
ہیچ کس ایں خو کہ تو داری نداشت
(۷)

بندہ را تدبیر جز تسلیم نیست — سرّ تو اندازۂ تفہیم نیست
رہ اگر بر تیغ یا بر آتش است — ہر کرا ہمرہ تو باشی بیم نیست
اخترِ سم رخش شد از خاکِ درت — ایں سعادت در ہمہ تقویم نیست
نورِ رویت را تجلی خواند عقل — نیّرِ اعظم بدیں تعظیم نیست
در چراغ اشکِ خوں از روئے زرد — وجہ زر پیدا کنم گر سیم نیست
چوں کنم سلطانِ عشق ار حکم کرد — حکم سلطاں را بہ از تسلیم نیست

(۱۰۰)
نکتۂ عشق از تو آموزد حسن
گرچہ درسِ عشق را تعلیم نیست
(۹)

لعلت از کانست یا خود از نبات — خطِ تو خضرست یا آبِ حیات
گر بہ پیشش لعل تو لافے زنند — سنگ در کاں گیر و چوب اندر نبات

سرو گفت استادہ ام در بندگیت	راستی بر قولِ خود دارد ثبات
اے رخ تو بر بساطِ آسماں	شاہِ انجم شد بچارم خانہ مات
طرہ از رویت نمی گردد جدا	کافراں را نیست از آتش نجات
مشتبہ گردست قبلہ چند بار	طاق ابروئے تو ام عند الصلات
از دہانت نیم دشنامے ببخش	واجب آمد گنج خوبی را زکات
عارضت ہر سال بحسب در جہاں	دادہ وجہ روشنائی را برات

۱۰۱	گر تو وعدہ میکنی بر من وفا چوں حسن جاں بخشمت بعد از وفات	۱۱

ساقیا آں جام جاں پرور کجاست	گز دروں و از بروں یکسر صفاست
راحت از بادہ طلب نے زآسماں	وعدہائے آسماں پا در ہواست
چرخ را در اصل چوں خلقت کج است	دور کج را فعل کج آید نہ راست
گردش ایں آسیا نظارہ کن	جور بر دانہ فروشش از آسیاست
جرعہ کز دست تو افتد بر زمیں	خاک او ہفت آسماں را خون بہاست
آں رکوع قبلہ با ذکرِ قل	زاں سجودے بہ کہ تسبیحش ریاست
بوریا پوشاں شما افسونِ خویش	ہر چہ میخوانید بربا بوریاست
مدتے باشد کہ ما ہم صحبتیم	گر بصحبت ہا اثر باشد کجاست
زہد تاں فسق از دلِ ما کم نہ کرد	فسق ما محکم تر از زہد شماست
زانچہ گفتی و ہمی گوئی ہنوز	توبہ کن توبہ پذیرندہ خداست

۱۱۲

اے حسن بحیلہ بریں خذلاں کمن
از خطا حجت ہمی سازی خطاست

۹

منم یارب سرِ زلفِ تو در دست
بہ بندِ زلفِ تو جاں بود در ہسم
فلک در کارِ من یک عقدہ نارد
دلم ز ابروئے تو وا ماندہ چوں شد
چو سر در کردی اندر کلبۂ ما
تو چوں طالع شدی جاں تازہ تر شد
چہ خوش وقتست وقتِ صبحگاہاں
زما روشن شد کیفیت صبح

سرم چوں زلف زیر پائے تو پست
تو زلف افشاندی او زیں عقدہا رست
ولی ہیدارد ابروئے تو پیوست
بگو شیشہ ز طاق افتاد و بشکست
کنوں در بر ہمہ عالم تواں بست
چو صبح آید نشاطہا از سر کند مست
گل اندر پیش و گلگوں بادہ در دست
میانِ صبح وا کیفیتے ہست

۱۰۲

حسن دولت ز اہلِ صبح میجو
بدیں نوع از شب محنت تواں رست

۷

بازایں یکے نہالِ تو از بوستاں کیست
یارب منجمے بر ساں تا بپرسمش
دل خوں شد از کرشمۂ ابروئے دلبراں
دانم کہ ہست کشتۂ چشمش چو من ہزار
شہرے بخوں دیدۂ خود غرق شد تمام
اے بادِ پیک سوسنِ تازہ توئی اگر

واں گل کہ سبزہ میکند از گلستاں کیست
کاں آفتابِ شب رو مہ از آسماں کیست
واں تیرہا شناختہ ام از کماں کیست
آں چشمۂ حیات ندانم کہ جاں کیست
آں ترکِ نیم مست خوئے آلودہ آں کیست
ورنہ چنیں پیامِ لطیف از زباں کیست

۱۰۴	نظم حسن چو دید فلک باز ماند و گفت رخت غریب می نگرم از دکان کیست	۷

مرا از زلف تو موئے بسند است
فضولی می کنم بوئے بسند ست

زراحتہا کہ ہست اندر دو زلفت
دو عالم را سر موئے بسند ست

چہ لشکر میکشی بر قلب عشاق
صف مغلوب را ہوئے بسند ست

زغمزہ جنگ ترکانہ چہ آری
ہم از خال تو ہندوئے بسند ست

من از روئے سلامت را نہ بینم
سلامے از نکو روئے بسند ست

حسن گر طالب حبل المتین
زخوباں تار گیسوئے بسند ست

۱۰۵	وگر محراب خواہی بہر طاعت ازیشاں طاق ابروئے بسند ست	۷

اندر غم تو ام سر و ساماں چہ حاجتست
چوں درد م از تو باشد درماں چہ حاجتست

جانا فدائے دوستی تست جان من
عاشق بدست زندہ بود جاں چہ حاجتست

عشاق روئے تو بتماشا نمے روند
مرغ بہشت را بگلستاں چہ حاجتست

یک چشم زد لب تو دہد عمر جاوداں
چندیں حدیث چشمۂ حیواں چہ حاجتست

ہر کہ بتو رسید رسیدش ہمہ مراد
کشت رسیدہ را نم باراں چہ حاجتست

خیز اے رقیب بر در خوباں چہ شستۂ
درہائے آسماں را درباں چہ حاجتست

۱۰۶	حاجت گہ حسن در راحت رساں نشست امید کز درت برسد آں چہ حاجتست	۷

ساقی بیار بادہ کہ جانم بہ بند تست
امروز ناو سایہ بید و سماع و مے
عاشق ز دیدہ گریۂ خونیں کشاد باز
اے نقش خوب از تو شکایت نمی کنم
کردم نثار اشک و خجل ماندہ ام ہنوز
چندیں برائے حکم سیاست شتاب چیست

مستِ تو بید لے کہ بجاں مستمند تست
ہمسایہ را بگو کہ نہ ہنگام پند تست
اے شوخ ایں بلا ز لب نوش خند تست
بر ما ہر آنچہ میرود از نقش بند تست
کاں لعل ہا نہ در خور نعل سمند تست
آہستہ ترکہ گردن و پا در کمند تست

۱۰۷

گفتی حسن بلند سخن شد روا بود
کاں عندلیب عاشق سر و بلند تست

۷

آں نقش کارگاہ لطافت نگار کیست
ما را کنار اوست مراد از ہمہ جہاں
دیدہ اشک من عناں نکشید و گفت ہم
مست آمدست و زاحسن آوردہ بر دلم
جانا بوقت گشتنم ار پرسشے نرفت
گفتی کدام سنگدل از عہد تو نگشت

واں سرو جوئبار جوانی بہار کیست
تا امشب آں مراد جہاں در کنار کیست
کیں لعل تر و لؤلؤ تازہ نثار کیست
واں ترک شیر گیر کسے شہسوار کیست
بارے یکے بپرس کہ ایں کشتہ یار کیست
اے سست عہد ہم تو بگوئی کہ کار کیست

۱۰۸

زنہار بر حسن نکنی جور اے فلک
بر تو مقرر است کہ در زنہار کیست

۷

چوں جمال تو ہیچ بستاں نیست

چوں تو گل در ہمہ گلستاں نیست

مہ کہ او نور می دہد چندیں
ان چہ زلفت و ظلم کردن او
تو بیا گر دلم رود گو رو
خط کشیدی و من شدم عاشق
دوش دیوانۂ چہ خوش می گفت

در حضور رُخ تو چنداں نیست
ما ہمہ میکشیم و پایاں نیست
رنج من از دست از جاں نیست
راستی عشق مُشک پنہاں نیست
ہر کرا عشق نیست ایماں نیست

(۱۰۹)

اے حسن ایں چہ می نویسی باز
قلم آہستہ دار فرماں نیست

(۹)

اے ز جام لبت جہانے مست
دلکے داشتم چو شیشہ صاف
چشمت از ظلم زلف آگہ نیست
خال تو بر رُخ جہاں افروز
با تو ایں خال و زلف گفتن نیست
تو ازاں عالمے کہ بر در تست
گرنہ بیند ور بہ بیندت
غنچہ گیرم کہ رُخ فرو پوشد

رفتم از دست گر نگیری دست
زلف میگونت زور کرد و شکست
حال شب را خبر ندارد مست
ہندوئے آمد آفتاب پرست
روئے انصاف چند باید خست
سر ہیجدہ ھزار عالم پست
گفت و گوئی تو تا قیامت ہست
دہن بلبلاں کہ خواہد بست

(۱۱۰)

از حسن گر کس است خواہد خلق
او نخواہد مگر ترا پیوست

(۹)

ہر کہ در عشق پا نیفشرد دست
سر خود در حساب نشمرد دست

ہر کہ عشقش نسوخت ناپختہ است
بے نسیمِ شمائلِ خوباں
دل کہ صبرش ز دست بیرون شد
نوحہ گر را کہ باز خواہد داشت
ترک من ہیں کمند ناز کشاد
دوش گفتم کہ چندم آزاری
بندہ را حد ایں عتاب نبود

موم کاتش نیافت افسردست
گلستانِ حیات پژمردست
دست فریاد بر فلک بردست
خاصہ اکنوں کہ مادرش مردست
ان چہ دامِ فریب گسترُدست
ہم بریں یک سخن بیازردست
با بزرگاں ہمیں قدر خردست

۱۱۱

عاقبت سر فدا کند حسنش
زانکہ مردانہ پا بیفشردست

۷

آں شوخ دبستاں کہ گلستانِ دلِ ماست
آں ترکِ خط آوردہ کہ ماہیست گرفتہ
خطے کہ بگردِ قمر خویش کشیدست
گر دیدۂ ما را ز سرِ ما بدر آرد
دیوانۂ او شد دل ما زو گلہ نیست
مے بگذرد آب مژۂ ما ز سرِ ما

اطراف گل از سبزۂ سیراب بیاراست
روزے کہ کمر بند و خورشید بجوزاست
در فہم عطارد نرسد کاں چہ معماست
واللہ کہ ہنوز ش بسر دیدۂ ما جاست
ایں آتش دیوانہ ہم از خانۂ ماخاست
نیکو شکست آنکہ ہم از ماست کہ بر ماست

۱۱۲

بسیار غزلہائے دل آساست حسن را
آئے سخن سوختگاں جملہ دل آساست

۹

دل در ہوس تو دردمند ست
گر مرحمتے کنی پسند ست

صدرہ بجہد دلم زدستت
از زلف تو سرِ جگو نہ تابد
از شادئ گردگشتنِ تو
کشتی بحرِ شبہائے ابروت
با بندہ سخن چہ تلخ رانی
از ہیچو تو دل پسند یارے
سرودئ تو ام زیاں ندارد

آں زلف دراز پائے بندست
آں صید کہ عاشق کمندست
آں رقص نگر کہ در سپندست
اے ترک کمانت بس بلندست
زاں لعل کہ خواجہ تاش قندست
آں پاسخ سرو ناپسندست
سرمائے بہار سودمندست

(۱۱۳) (۶)

درماندہ حسن چو پند نشنید
ایں یک سخنش ہزار پندست

آں شوخ براں وعدہ کہ می داد نماندست
اے باد بگویش کہ نہ نامہ نہ نسیمے
صد بار بگفتی کہ زیادم نہ روی تو
در بر دل من تاختن آرد تو بگویش
بشکست خزان غم تو باغ وجودم

واندر دل بیداد گرش داد نماندست
گر پیک نداری چہ شود باد نماندست
بدبختی من کاں سخنت یاد نماندست
یک خانہ دراں ناحیہ آباد نماندست
آں سرو کہ دیدہ بدی آزاد نماندست

(۱۱۴) (۷)

چوں عمر سر آمد حسن از عشق عناں تافت
کہگل چہ کند خانہ کہ بنیاد نماندست

نگارِ من کہ جفا را وفا گرفت و گذاشت

رہ تجبر و رسم رضا گرفت و گذاشت

گرفت گیسوئے خود پس گذاشت تا برمن
چنیں مکابرہ ٔ وز دے چرا گرفت و گذاشت

ہزار دل چو دلم دوخت چشم او آں دم
کہ تیر غمزہ ٔ خود سوئے ما گرفت و گذاشت

بتا توئی کہ دورنگی دلت بیکبارہ
درون سینہ طریق صفا گرفت و گذاشت

رعونتے کہ مرا در سر است ہم با تو
بخواہم آید و یک روز پا گرفت و گذاشت

مرا بزور گرفتی بمرحمت بگذار
کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گذاشت

(۱۱۵)

دل ضعیف حسن را کہ زلف تو بگرفت
گرفت و بست بزنجیر یا گرفت و گذاشت

(۷)

دوستاں در سرم امروز ہوائے دگر است
گل امید مرا بوئے وفائے دگر است

روشنائی دگر یافتم اندر دم صبح
در پگہ خواستگاں صدق و صفائے دگر است

اے تنک دل کہ تو از دادن جاں میترسی
مردن اندر نظر دوست بقائے دگر است

از من و تو سخن اہل حقیقت ناید
مرغ آں باغچہ را بانگ و نوائے دگر است

من خود آتش کدہ ٔ محنتم و دلبر را
دمبدم در حق ایں سوختہ رائے دگر است

خط مشکینش دل خوں شدہ را درہم کرد
زلف درہم شدہ اش باز بلائے دگر است

(۱۱۶)

چند پیچی حسن از عقدہ ٔ زلف خوباں
کیں سر رشتہ کہ جنبید ز جائے دگر است

(۷)

بازم از چشمہ ٔ ایں چشم کہ باراں بار است
بار عشق تو گراں تر شد و باراں بار است

در جدائی تو شرمندہ ٔ ہمسایہ شدم
کہ ز نالیدن زارم ہمہ شب بیدار است

باز شوق تو زد اندر من خاکی آتش
یا رضائے تو تواں راہِ ریاضت رفتن
گششے از طرف رحمت خود کن روزی
ہر کہ در کوئے تو شد عافیتش خواہد بود

گرچہ آبش نزنی آتش من گلزار است
ورنہ ہر تار ازیں خرقۂ من زنار است
طلبِ ہمچو توئے از چو منے دشوار است
ہر کہ در خلد رود عاقبتش دیدار است

(۱۱۷)

اندک اندک صفت حُسن تو بر خواند حسن
اندکے گر بہ پذیری تو ہماں بسیار است

(۵)

اے ماہ بیا کہ روز عید ست
عیدے کہ حضور تو نباشد
قربانت شوم کہ بر در تو
بر خاک رہت کنم تیمم

غوغائے فراقیاں بعید ست
دور از ہمہ حاضراں عید ست
قربانی را ہزار عید ست
ہر جا کہ قدم نہی صعید ست

(۱۱۸)

گفتی کہ حسن مؤدب آمد
او خادم شیخ بو سعید ست

(۷)

دل کہ درو چاشنئی سوز نیست
حال صلاحیست صبرم میرس
غمزۂ خوباں صفت جاں می درد
ترکش آں ترک جگر خوارہ را
اے دلِ ناپختہ بعشقش بسوز

محرم اسرار دل افروز نیست
انچہ کہ دی داشتم امروز نیست
عقل دریں معرکہ پیروز نیست
نیست خدنگے کہ جگر دوز نیست
خام بود ہر کہ دلہ دوز نیست

علاء ضلع پاٹنہ

عشق چو قرآں صبی آموز نیست	ابجد عشقش تو چہ دانی کہ چیست

۷	دم مزن از صبح وصال اے حسن چونکہ شبت را اثرِ روز نیست	۱۱۹

دل بداغِ یارِ من بہتر چو با من یار نیست
خوش دلے دارم کہ در وے جُز غمِ دلدار نیست

بر درش با آنکہ نبود بار بارے بگذرم
کاشکے ایں بار خود گوید کہ بگذر بار نیست

گر زند ہر جانبے چوں آفتابم تیغ تیز
گو بزن از جانبِ من ذرۂ آزار نیست

بس خوشست ایں مجلس ار یارم در آید خوشترست
آنکہ شیریں جوئے شد با جوئے شیریں کار نیست

تشنۂ دیدار یارم چند گوئی از بہشت
من نہ باشم در بہشتے کاندرو دیدار نیست

وصل میگوئی قدم از کوئے ہستی باز کش
کیمیا در حقۂ غیبست در بازار نیست

۷	انچہ من دارم درون سینہ از سرّ حسن چوں بروں اندازمش کاندازہ گفتار نیست	۱۴۰

نقش تو دریں دیدۂ خونبار بماندست	تا دل بکمند تو گرفتار بماندست

عقلے کہ بہ نیک و بد من داشت تصرف
یاراں بگلستان وصال تو رسیدند
ایں خرقہ کہ یکروز بریں سوختہ دیدی
پنداشتہ بودم کہ زہرت اثرے ہست
گر مخلص جانیست کہ تیرش بدل نشست

در نوبت خوبی تو یکبار بماندست
داماں من آویختہ خار بماندست
سالیست کہ در خانۂ خمار بماندست
آثار نماند از من و پندار بماندست
ہم ذوق نظر ہست کہ سوفار بماندست

۱۲۱

بر گفت حسن رو تو ازیں پیش کہ گویند
گوینده رواں گشتہ و گفتار بماندست

۷

لعل لب تو مدد جان ماست
اے کہ کشیدی فرہ چوں دور باش
جعد ہمی پیچی و جاں می بری
با ہمہ آمیزش و باماست ناز
خوے تو گیرم کہ ہمہ آتشست
گر نہ نمائیم رخ ہمچو عید

کفر سر زلف تو ایمان ماست
دیدہ بدل گفت کہ سلطان ماست
ایں ہمہ پیچاک تو بر جان ماست
ایں نہ زخوی تو ز حرمان ماست
روئے تو آخر نہ گلستان ماست
ایں قدرے گوے کہ فرمان ماست

۱۲۳

ہر چہ کہ ہست آن حسن آن تست
وہ تو نگوئی کہ حسن آن ماست

۷

یعلم اللہ کہ مرا دوش از غمت خواب آمدست
خواب چوں آید کہ چشم غرق خوناب آمدست

خواب را ظالم ہمے گویند افسانہ است ایں
چشم خواب آلود تو ظالم تر از خواب آمدست

ہیچ کس را از نکورویاں نہ بینی دل سپید
گوئیا گو گرد سرخست ایں کہ نایاب آمدست

دل بابروئے تو پیوست آں ہم از دیوانگیست
دور کن از خوں وضو کردہ بمحراب آمدست

خوشتر از خطِ و بیراں شد سوادِ زلف تو
خوش تواں خواند ارچہ درغایات اطناب آمدست

پیش تو خواہم شوم کاں زلف را تا بے دہم
زاں مثل ترسم کہ در حق رسن تاب آمدست

۱۲۳	بردر عشقت کشاید بار معنیہا حسن گرچہ مصراعیست آں نیز اندریں باب آمدست	۷

ترا بکام دلم ہیچ دلنوازی نیست
چہ چارہ سازم کت رسم چارہ سازی نیست

دلم بہ بردی و ننواختی ہزار افسوس
چنانکہ دلبریت ہست دلنوازی نیست

ہوائے زلف توام داشتست سرگرداں
وگرنہ راہ امیدم بدیں درازی نیست

مرا چو قبلہ توئی در نماز گر از ما
جز ایں سخن شنوی آں سخن نمازی نیست

طریق سہل مپندار عشق بازی را
حقیقتست غم عاشقی مجازی نیست

مگر تو نرسیدست کاں بزرگ چہ گفت
میان ما و شما عشق ہست بازی نیست

١٢٤

حسن چو وصفِ عشق آمدی ز سر برخیز
کہ بے سریست دریں راہ سرفرازی نیست

٧

ماہ من چوں طرہ از رُخ برگرفت
مطرب عشقش نوائے ساز کرد
آتشے در دل نہاں می داشتم
عقل گر پا بر سرِ عالم نہاد
غوطہ زد ہر کس کہ اندر بحرِ عشق
بُت پرستی را ہدایت روئے داد

عاشق شوریدہ کار از سر گرفت
پردہ از روئے سلامت برگرفت
عاقبت دیدم کہ ناگہ در گرفت
عشق خوباں پا بہ بالا برگرفت
ایں یکے غرقہ شداں گوہر گرفت
بُت رہا کردو در بت گر گرفت

١٢٥

در حسن ہم ایں صفت بینم کہ او
دل بداد و دامن دلبر گرفت

٥

جانم فدات اے پری آدمی سرشت
رخ چوں در بہشت بر و خط چہ میگسی
گل را صفت کنم مہ و خورشید را اگرا
تخم امید کشتم و تو ابر رحمتے

سلطان ہفت چرخ بتو عہدہ نوشت
اے ظلم پیشہ خار منہ بر درِ بہشت
اے آنکہ خوبِ خوب بہ پیشِ تو زشت زشت
گمذد بکشت زار کہ زارست حال کشت

١٢٦

بخت آں بود کہ بر دلِ سنگیت بگذرد
یادِ حسن شبے کہ نہد سر بہ نیم خشت

٩

گرچہ روے خوش تو گلزارست
خار خار غمت جگر خوارست

یوسف من بہائی خویش بگوئے
بوالعجب مذہبیست مذہب عشق
نفسے میسزنم بدشواری
دل ببردی و بر شکستی نیز
ماخطائے نکردہ ایم ولے
مست بازار حُسن تو ہر روز
تاکہ شد حلقہ زلف میگونت

کہ ہمہ عالمت خریدارست
ہر کہ توبہ کند گنہگارست
گلہ کردن ہم از تو دشوارست
کار ما دل شکستگان زارست
خوئے بدرا بہانہ بسیارست
تیز تر ایں چہ روز بازارست
کعبۂ ما دکاں خمّارست

۱۲۷

نالہا میکند حسن چہ کند
بلبلے در قفس گرفتارست

۷

سروے کہ سایۂ کرم ازمن دریغ داشت
یارب ہمیشہ بر سر من پائیدار باد
بکشاد تیر غمزہ ولیکن نزد مرا
گشتم زفرق تابقدم حلقہ چوں رکاب
گفتم سگ خودم خواں چوں داغ مینہے
من صد نوائے زار کشیدم زدل چونے

صبح سعادتست دُم ازمن دریغ داشت
آں ابر رحمتے کہ نم ازمن دریغ داشت
آں تیر غمزہ را بدم ازمن دریغ داشت
آں شہسوار من قدم ازمن دریغ داشت
داغم نہاد وآں کرم ازمن دریغ داشت
او یک نوازش قلم ازمن دریغ داشت

۱۲۸

فالے ہمے زدم من از روئے چوں حسن
فال حسن نگر کہ ہم ازمن دریغ داشت

۷

دلم ببردی وسامان کار پیدانیست
کدام دل کہ زدست غم توشیدا نیست

مگر تو حل کنی ایں مشکلات نامۂ خود	وگرنہ روح قدس مرد ایں معما نیست
دلم بیاد تو فارغ شد از غم کونین	در آں دیار کہ فرمان تست غوغا نیست
رسید لشکر درد و گرفت کشور جاں	ہنوز گرد شہنشاہ عشق پیدا نیست
تمام عمر مرا صرف شد بغواصی	درے ہمے طلبم کاں بہیچ دریا نیست
مرا ز جائے تو ہر جا نشاں ہمی پرسند	کجاست جائے تو آنجا کہ جائے را جا نیست

(۱۲۹)

حسن بکنج دل عاشقانت میجوید
محل گنج نہفت است آشکارا نیست

(۷)

باز گردِ کوئے یارِ بے وفا خواہیم گشت
او بلا سوز ست و ما گردِ بلا خواہیم گشت
یار اگر چوگاں زند تا حال ما ابتر کند
ما چو گوئے وقف میدانِ رضا خواہیم گشت
چند مدح مصلحاں گوئیم و قدح مفسداں
تو چہ پنداری کز ینہا پارسا خواہیم گشت
از نوائے عشق گر بانگے بما خواہد رسید
تا قیامت ما براں بانگ نوا خواہیم گشت
دوش عہدے شد کہ اندر رقصِ ما گردیم بیش
مطربا یک صوت خوش برگو کہ ما خواہیم گشت
روزِ محشر گر بساطِ خاک طے خواہند کرد

ذرہ وار از مہر خوباں در ہوا خواہیم گشت

۱۳۰	ہرچہ از معشوق تشریف جفا خواہیم یافت چوں حسن از دیدہ مشغول دعا خواہیم گشت	۹

ان گل کہ بوئے خویشتن ازمن دریغ داشت — بادے زعرصۂ چمن ازمن دریغ داشت

یعقوب وار نرگس چشم سفید کرد — وانگہ نسیم پیرہن ازمن دریغ داشت

محض خیال باشد امید وصال یار — چوں او خیال خویشتن ازمن دریغ داشت

دیدار جستنش سخن بے محل بود — او درہمہ محل سخن ازمن دریغ داشت

اندر نظارۂ ذقن و زلف عنبریں — درچہ فروشدم رسن ازمن دریغ داشت

من خود بطوع و رغبت خود میشوم اسیر — آں ترک را کہ تاختن ازمن دریغ داشت

بگشاد تیر غمزہ ولیکن نزد بمن — آں بود آرزوے من ازمن دریغ داشت

گفتم بزیر دامن دردخودم بپوش — زیں درد مردم و کفن ازمن دریغ داشت

۱۳۱	من عشق نامہاش فرستادم اے عجب ویک قصیدۂ حسن ازمن دریغ داشت	۷

بیا ساقی کہ گل مہمان باغست — مپیم وہ کز ہمہ شغلم فراغست

نشانِ توبہ ازمن کمترک جوے — کہ امروزم ہوائے جوئے[1] باغست

اگرچہ شستہ ام دل از بتاں پاک — ولیک از زخم شاں صد جائے باغست[2]

اگرچہ خستہ ام از بادہ چوں باد — ہنوزاں بادہا اندر دماغست

[1] گشت ۱۲ [2] داغست

نہ اہلِ خرقہ نہ اہلِ خرابات	حدیث من حدیث کبک و زاغست
چو بینی اندرونم پرِ طاؤس	برونم سر بسر پرِ کلاغست

۱۳۲	حسن دل را ز تف دردمی سوز کہ آں شبہائے عاشق را چراغست	۷

چند با ما دل گراں کردش اگر از سنگ نیست
چند ازیں زخم زباں گر اتفاق جنگ نیست
نالۂ ما در غمِ تو بگذرد از اوج چرخ
چرخ را با ہفت پردہ حد ایں آہنگ نیست
عقل ما سر می نہد برپائے عشقت چوں کند
مور مسکیں را ز تعظیم سلیماں ننگ نیست
کعبۂ وصل ارچہ ہست از ما بصد فرسنگ دور
گر تو ہمرہ میشوی واللہ کہ یک فرسنگ نیست
خیز تا با سبزہ و گل ذوق گیریم از سماع
غلغلے از نائے بلبل بس بود ار چنگ نیست
جز سیہ کاری نکردی تا سیاہت بود موئے
چوں سپیدت شد کنوں بعد از سپیدی ننگ نیست

۱۳۳	چند بینی اے حسن در گل رخان سبز خط چوں نکو تر بینی آں آئینہ ہائے زنگ نیست	۹

لہ داری ۱۲ ۲ہ سیاہی ۱۲

می دوشینہ دریں کار کردست　　خرد رخت فضولی بار کردست

بیا ساقی مے گلگوں پدید آر　　کہ گل را صبحدم ہشیار کردست

چہ منت می نہد بر من مؤذن　　مرا مرغ سحر بیدار کردست

در آمد اینک آں مستِ شبانہ　　کہ با ما عربدہ بسیار کردست

اگرچہ دوشش از می توبہ می کرد　　ولے یک دو قدح در کار کردست

خصومت با دل اوگار من داشت　　ندانم از کجا افکار کردست

چہ خوں ہا ریزد آں لب خاصہ اکنوں　　خطِ خونریزہ با خود یار کردست

دلا چندیں چہ نالی آخر از وے　　کہ ایں شوخی نہ اوّل بار کردست

(١٣٤) حسن منکر نیارد شد ز عشقت
کہ پیش عالمے اقرار کردست (٧)

اے دوست ترا بر سرو قتم گذرے نیست　　از حال دل بہجرانت خبرے نیست

گفتی بگلستاں رو و در لالہ و گل بیں　　چیزے کہ مرا با تو بود یادگرے نیست

اے من سگ کوے تو مزن سنگ جفایم　　زاں رو کہ مرا جز در تو ہیچ درے نیست

زاں می کہ لبت خورد نصیب من مسکیں　　کمتر مکن از جرعہ اگر بیشترے نیست

چہ ہنر میسر نشد از زخم کہ زد عشق　　حیلت چکنم تیرِ اجل را سپرے نیست

اے خواجہ عاقل تو دلِ خویش نگہ دار　　بر دل شدگاں عیب گرفتن ہنرے نیست

(١٣٥) سر در سر سوداے بتاں کرد حسن باز
اے خاک براں سر کہ برو درد سرے نیست (٧)

خط تو تا برات حسن بنوشت — گل نو پرده بر عارض فروهشت
ز تو در غنچه پنهان شد گل آری — ز روی خوب رو پنهان کند زشت
ز روی روشنت آتش جدا ماند — از انست این سیه روئی در انگشت
نیابد صبحدم از عاشقان صبر — نیاید هیچ وقت از بولیان کشت
غریبی گفت مضمون دل خویش — یکی آں حرف تضمین کرد بنوشت
شبم از دولت او خوش گذشتست — زغم بستر بده زانده بالشت

١٣٦

حسن خاک درت از دیده تر کرد
مگر زاں گل نهی در گور او خشت

٩

غمت امروز غمگسار منست — عشق تو عیش روزگار منست
گر ندارم ز محرماں روزی — شب تاریک راز دار منست
هر نفس پیرهن دریدن صبح — اثر نالهای زار منست
تا بجا کشش نه انگنی ز نهار — دل پُرخوں که یادگار منست
چرخ در خون من کمر می بست — چشم شوخ تو گفت کار منست
گر اسیرم کنی وگر بخشی — اختیار تو اختیار منست
گر تو یک روز در میاں آئی — همه مقصود در کنار منست
همه عالم اگر خزاں گیرد — رُوی خوب تو نوبهار منست

١٣٧

گر حسن را نمی کنی یاری
وقت آخر بگو که یار منست

٧

اے ترک تند رفتہ زمایکزماں بابیست
بر آب چشم ما نظرے کن ازاں بایست

رفتی و مے نہ ایستد آبِ رواں ز چشم
آخر یکے نظارہ آبِ رواں بایست

اے بر ہلاک کردہ عناں و رکاب گرم
یک شہر دست مینر ندت بر عناں بایست

خواہی کہ مہ بکاہد بر بام خود برآ
ور رنج سرو خواہی در بوستاں بایست

پروانہ وار در قدمت اوفتادہ ام
تو شمع عاشقانی و در کار شاں بایست

اے آنکہ آمدی بسر کشتہ ہائے خویش
گر ہست اتفاق دعا یکزماں بایست

١٣٨

در کارِ دلبراں حسن از دیدہ دل بنہ
ور نیز کارے افتد باجاں بجاں بایست

٥

زفتنہ در دلِ سنگیں تو چہاست کہ نیست
بمہر کردی دعوئے خداگواست کہ نیست

جمال داری و ناز و کرشمہ چہ تواں گفت
ز نیکوئی ہمہ ہست و ہمیں وفاست کہ نیست

درِ تو کعبۂ مقصود داد خواہانست
برائے آں ہمہ[عہ] باز و برائے ماست کہ نیست

ہمہ غمست و ہمہ درد حاصل عشاق
ازیں متاع دریں قافلہ چہاست کہ نیست

١٣٩

کنوں کہ جائے گرفتی در وں جان حسن
ببیں کہ داغ غم تو کدام جاست کہ نیست

٧

عہ برائے ہر ہمہ یار است و بار است کہ نیست

از روئے خوب خوے مخالف غریب نیست	نرمی زطبع سلسلہ مویاں قریب نیست
جاں می دہم در اندہ جاناں وشاکرم	کاں کز حبیب در گلہ باشد حبیب نیست
اوصاف عشق و معرفت از مدعی مپرس	محجوب راز ہیچ چراغے نصیب نیست
بلبل بباغ شد چہ غم از بانگ باغباں	گر یار یار باشد ہیم رقیب نیست
چندیں چہ می کنند ز نالیدنم عجب	گر کوہ از فراق بنالد عجیب نیست
اصلاح طالع من و درمان درد من	اندازہ منجم و حد طبیب نیست

۱۴۰	آوارہ شد دلِ حسن اندر ہوائے دوست آوارگی زحال غریباں غریب نیست	۷

کو دیدہ کز فراق رخ تو پر آب نیست	کو دل کہ در کشاکش عشقت خراب نیست
روزم تو بر فروز و شبم را تو نور بخش	ایں کار نیست کار مہ و آفتاب نیست
اے محتسب تو خیمہ بخمار خانہ زن	بگذر زما کہ مستی ما از شراب نیست
آں میزباں کہ کاسہ مہیا ہمے کند	گو ہیچ لقمہ[۵] خوش مزہ تر از کباب نیست
گفتی ترا چہ سوز و چہ شورست در سماع	ایں زاں سوالہاست کہ آنرا جواب نیست
بے حلقۂ کمند سر زلف نیکواں	گر کعبہ میرویم دعا مستجاب نیست

۱۴۱	ہر دُر کہ در خزانۂ دل داری اے حسن آنرا بسلک کلک کشیدن صواب نیست	۷

دلبر ما یگانہ افتادست	شورے اندر زمانہ افتادست

۵ گو ہیچ کاسہ خوش مزہ تر از رباب نیست ۱۲

قصهٔ ما که مے برد در پیش ۔۔۔ انیکہ بر آستانہ افتادست
اے سلامت گزیں سپر کردار ۔۔۔ تیر ما بر نشانہ افتادست
مؤذن اندر صلاے حی علے ۔۔۔ صوفی اما شبانہ افتادست
یار آوارگی ھمی خواھد ۔۔۔ زفتن حج بہانہ افتادست
چند گوئی ز خانهٔ کعبہ ۔۔۔ کار با خصم خانہ افتادست

۱۴۲ — یکے از بندگان اوست حسن ۔۔۔ کہ ز خوباں یگانہ افتادست — ۷

دل غمت را ز کرھائے آلہی دانست ۔۔۔ خاک پائے تو بہ از افسر شاہی دانست
مبتلائے کہ بدو داغ بلائے تو رسید ۔۔۔ آں بلا مملکت نامتناہی دانست
جز رُخ و زلف ترا در دل خود نقش نہ بست ۔۔۔ ہر کہ حرفے ز سپیدی و سیاہی دانست
جان من بندگیٔ روے ترا کرد اقرار ۔۔۔ خطِ خوبِ تو براں دید و گواہی دانست
اے رخت آفت شہر آمد و آشوب سپاہ ۔۔۔ قصهٔ ما و تو شہری و سپاہی دانست
بس نماندست کہ صحبت ز میاں برخیزد ۔۔۔ قدر من بندہ بداں ورنہ بخواہی دانست

۱۴۳ — بحسن انچہ رسید از بد و از نیک ایّام ۔۔۔ نے ز تو نے ز خود از حکم آلہی دانست — ۷

با سر زلف تو مارا سر و سوداے ہست ۔۔۔ وصل ہر چند محالست تمناے ہست
دیدہ گر از رخ خوب تو ندید آسائش ۔۔۔ سینہ را از غم دیرینہ دل آساے ہست

نگذاری کہ سرت گردم و پایت بوسم	آخر ایں کار مرا ہیچ سر و پائے ہست
لب تو خواستم از غمزہ زدی نیش آرے	ہر کجا فرض کنی خارے و خرمائے ہست
خلق گویند دولت راز کجا صبر آمد	اے دل از صبر نشانم دہ اگر جائے ہست
اے کہ نظارہ دیوانہ نکردی ہرگز	قدمے رنجہ کن ایں سوئے کہ رسوائے ہست

۱۴۴	دمبدم تیرہ مکن روز حسن را امروز آخر اندیشہ کن امروز کہ فردائے ہست	۷

اے کشیدہ چو یکے سرو سہی بالا راست	راست بر شکل نئی لیک نئی با ما راست
قد خوبانِ جہاں راست تراز قد تو نیست	آرے ایں خلعت غیبت بداں بالا راست
زاغ را گرچہ نہد کبک گہ رفتن کژ	نتواند کہ نہد پیش تو ہرگز پا راست
تا ز ابروے کژ خویش کماں ساختۂ	من ہدف کردہ ام اندر دل خود صد جا راست
اے کمر بستہ چو جوزا و مژہ کردہ چو تیر	گوئی آں تیر عطارد شد و آں جوزا راست
فلک خال سیہ ات می پزم اے جاں چہ کنم	چو بباز ارنی آیدم ایں سودا راست

۱۴۵	بر حسن ہیچ گہے نرم ندیدم دل تو وہ دل سخت تو دل نیست کہ سنگِ خارا ست	۷

شب گذشتہ مرا از غمت چناں بگذشت	کہ موج اشک من از اوج آسماں بگذشت
حدیث درد چہ گویم کہ شرح ممکن نیست	در طبیب چہ پویم کہ کار ازاں بگذشت
بر آستین جفا بر ممال بیش کہ کارد	باستخواں برسید و ز استخواں بگذشت

حکایتِ دلِ بیمارِ من چہ می پرسی
نہ زیرِ پائے تو مردم نہ بر سرِ کویت
بخدمتت نرسیدیم و عمر آخر شد

تو دیر ماں بسلامت کہ آں فلاں بگذشت
دریغ عمر عزیزم کہ رائگاں بگذشت
زکعبہ دور فتادیم و کارواں بگذشت

۱۴۶	حسن زحرف بلا خواست تا کہ در گزرد ولیکن از خطِ تقدیر کے تواں بگذشت	۹

چہ رویست آنکہ گوئی نو بہارست
بنقد امروز با او در بہشتم
اگر ہر دو جہاں از پا در آیند
خرد معزول و عشق اندر تصرّف
ہمہ عمر از لب میگون معشوق
اگر قصدے کند زلف چو مارش
بوسم نامۂ خود روز محشر
گرم چوگاں زند بر سر بزں گو

غلط کردم بہشت روزگارست
مرا با نسیۂ فردا چہ کارست
چہ غم چوں پایۂ عشق استوارست
عسس بیرون و دزد اندر حصارست
مرا مستی و حاسد را خمارست
شکایت چوں کنم او یارِ غارست
کہ از خطِ سیاہش یادگارست
نہ ایں گو از برائے آں سوارست

۱۴۷	حسن از چشمِ شوخش گوشۂ گیر ہنوز آں ترکِ مست اندر شکارست	۷

اے چوں مہ نو آیتے از نورِ سعادت
گل برگ بریزد چو تو آئی بتماشا

چوں حسرتِ من حُسنِ تو ہر روز زیادت
بیمار نمیرد چو تو آئی بعیادت

گر میل کند نرگس مست تو . بستاں	ما و لب میگوں تو نه زهد و زهادت
ایں عقل من و عشق تو دانی بچه ماند	روباه که با شیر زند لاف جلادت
از زخم تو نالیدن و مرهم طلبیدن	نقصان ادب باشد و سستی ارادت
روزے که تو در کشتن من دست بر آری	من سوے تو انگشت بر آرم بشهادت

۱۴۸	اے اختر مقبل نظرے بر حسن انداز ویں جمله نحوست بدلش کن بسعادت	۷

درد عشاق را دوا دگر ست	داغ معشوق راحتِ جگر ست
دل فدا کردم آں کماں کش را	زخم تیرش سعادت سپر ست
یار یاری کند اگر خواهد	قصهٔ ما هنوز بر اگر ست
در قیامت که حشر خلق بود	هر که عاشق نبود او حشر ست
ما ببوئے نگار زنده شدیم	حشر ما خود قیامت دگر ست
ساقیا صاف اگر نماند چه شد	دُرد پیش آر ایں چه دردسر ست

۱۴۹	دعوئ زهد کرده بود حسن سخن مدعی چه معتبر ست	۷

سر زلف تو تا به پیچیده ست	کار ایں مبتلا به پیچیده ست
آں نه زلف ست روزگار منست	که ز سر تا بپا به پیچیده ست
دل بگیسوت چوں رسن بازے	بکمند بلا به پیچیده ست

طرۂ گردِ رُخ تو پنداری	گرد گنج اژدہا بہ پیچید ست
ترکِ من عشق سخت بازوے تو	گردنِ صبر ما بہ پیچید ست
بازکن فرش ناز کایں درویش	زہد چوں بوریا بہ پیچید ست

۱۵۰	خواست جد ترا حسنؔ بدعا گرہے در دعا بہ پیچید ست	۷

دل کہ باز آوردہ بودم ہم بدلبر[1] باز گشت
مرغ جانم ہم بداں سرو سمن بر باز گشت

گل بدعواے رخش دامن کشاں آمد بباغ
از خجالت ہمچناں با دامنِ تر باز گشت

گفت مشاطہ روم رویش بیارایم چو ماہ
آفتابے دید بر بامے ہم از در باز گشت

دوش سُلطانِ خیالش در دیار ما رسید
قلب ما بشکست منصور و مظفر باز گشت

اے طبیبِ من کجا رفتی یکے گرد دلم
باز گشتے کُن کہ آں بیمار[2] از سر باز گشت

از لب میگونش یک جرعہ بمشتاقاں رسید
زاہد صد سالہ از سبحہ بساغر باز گشت

	زیں خبر آمد حسنؔ یک شب بکوئے یار خویش	

[1] ہم بداں در باز گشت [2] بیچارہ

۱۵۱	آستانش بوسه داد و بیخبر تر باز گشت	۷

غم و اندیشهٔ ما بے تو کم نیست
دل پر خون و جان خسته داریم
خرد با عشق خوباں بر نیاید
ترا دیدم دل از جاں بر گرفتم
دلا صبر از ستم بر کار می دار
اگر سر چوں قلم بر خط لیلیٰ

گرت اندیشهٔ ماهست غم نیست
بدار الملک عشق این جنس کم نیست
بلے درویش مرد محتشم نیست
که عشق و عافیت هر دو بهم نیست
ره عشاق بے خار ستم نیست
نهد صد بار بر مجنوں قلم نیست

۱۵۲	حسن گنج سلامت گیر و بنشیں ترا اندازهٔ ایں ره قدم نیست	۵

بتم که با دل من یار بود ازاں بر گشت
جهان حسن بداں بے وفا تعالی اللہ
بوجه طعنه بگفتم جفا مکن چو فلک
ز بخت خود گلهٔ با زمانه مے کردم

دل شکسته نگشت ارچه دلستاں بر گشت
چو او نگشت تو گوی همه جهاں بر گشت
همیں قدر که فلک گفتمش رواں بر گشت
زمانه نیز به بخت من ایں زماں بر گشت

۱۵۳	حسن بگرد گنوں گرد دوستیٔ کسے که دوست هر چه ترا وعده کرد ازاں بر گشت	۱۱

عالم عشقت جهانے دیگر ست
آستانت آسمانے دیگر ست

عقل را از دفتر عشقت چہ علم
آں ورقہا را نشانے دیگرست

دوزخ اندر راہ مشتاقانِ تو
ہر شرارے بوستانے دیگرست

عالمے پُرشد ز خاموشئ من
بے زباناں را زبانے دیگرست

ہرگزم در باطن من جا نبود
خلق ظاہر را گمانے دیگرست

عشق ابروے تو خونِ من بریخت
وہ کہ آں تیر از کمانے دیگرست

با بلاہائے تو عادت کرد نیست
عافیت اندر جہانے دیگرست

درد و راحت در جہاں بسیار بود
درد تو راحت رسانے دیگرست

جاں بدیں یک بیت دادست آں بزرگ
آرے آں گوہر زکانے دیگرست

"کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست"

۱۵۴

اے حسن سودات زحمت میدہد
وہ کہ آں رخت از دکانے دیگرست

۷

نہ تیغ بلا ترسم و نہ تیر ملامت
باید کہ ازیں ہردو تو باشی بسلامت

اندیشہ مکن کز دل ما کشف شود راز
قارورۂ ما نشکند از سنگِ ملامت

در دیدن رویت اگرم منع کند خلق
بر دیدہ نہم منت و بر خلق غرامت

توبہ مطلب از من مسکیں کہ در آفاق
ہرگز گنۂ عشق نیاورد ندامت

در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا بر سرِ من سایہ کند روز قیامت

میگفت صلات خوشے امروز مؤذن
چوں قامت او دید زباں ماند ز قامت

ایں طرفہ طریقست کہ دیدیم حسن را

۱۵۵	می برکف وبت در نظر ولاف کرامت	۵

مدان کاسودہ دل بے تو کسے ہست	اگر بے خان و مان خواہی بسے ہست
الا اے ساربان محمل مران تند	نگہ کن کز ضعیفاں وا بسے ہست
ننالم گرچہ زارم می کشد یار	ہمان قاتل مرا یاری رسے ہست
اگرچہ در دلم رہ کردی اے یار	چنیں یکسر میا اینجا کسے ہست

۱۵۶	بیا دریاب اے ساقی حسن را کہ در جام مراد او خسے ہست	۷

نیست روزے کان لب خونخوار او خونریز نیست
فتنۂ عشقش کم از غوغائے رستا خیز نیست
نیست پایم را گریز از پیش چشم مست او
با سر گیسوش ہم سامان دست آویز نیست
نسبتِ بالائے قدانش مکن با ہیچ سرو
سرو را بالا خوشست امّا بلا انگیز نیست
عشق بازاں دیگرند و عیش سازاں دیگرند
انچہ در فرہاد می بینیم در پرویز نیست
چند گوئی از ہوائے نیکواں پرہیز کن
ہرچہ بیماریٔ عشق است اندراں پرہیز نیست

از خدا امید می دارم که فردا روز حشر
دست من[۱] ندہند مکتوبے که عشق آمیز نیست

۱۵۷	تیغ جلادی چه آری از پئے قتل حسنؔ ہیچ تیغے چوں سر مژگاں خوباں تیز نیست	۷

دلبرے دارم که غمخوار منست — دل به او دادن ہمیں کار منست
من بدل بردن چرا رنجم ازو — گرچه دل بردست دلدار منست
گلرخا! بے تو نخواہم باغ و گل — داغ و دردت باغ و گلزار منست
چند زیر پیرہن گروی نہاں — ایں ہم از بخت نگونسار منست
لعل خونین ترا ازاں دوستم — کاں شفائے چشم خونبار منست
گر سگ کوئے خودم خوانی شبے — باشد آں شب روز بازار منست

۱۵۸	گیسویت را یاد دادم از حسنؔ گفت می دانم گرفتار منست	۷

اگرچه پائے من از دست تو بزیر گل است
ہنوز دست بدامان عہد متصل است
خلاف کردی و بدکردی و خطا کردی
بیا که ہرچه تو کردی ازیں طرف بحل است
مرا که قبلهٔ جانم توئی چه کار آید

۱ نامهٔ ندہد بدست من۔

بتے کہ درختن و لعبتے کہ در چگل است
دلِ مرا بتو کارے فتاد چہ تواں کرد
شنیدۂ مثلِ مردماں کہ کارِ دل است
دریں جہاں و دراں با محبت تو خوشم
ہوائے عشق بہر جا کہ ہست معتدل است
اگر تو بر گل گورم گذر کنی روزے
ببوئے خوں بشناسی کہ ایں کدام گل است

۱۵۹	حسن اگرچہ نکردست در وفا تقصیر بدیں گناہ کہ بے تو ہے زید خجل است	۷

دل بفتراک یکے بستم و چندیں سال است	کو عناں تافتہ و یں سوختہ در دنبال است
رُخ چو بغداد بیاراستہ و زلف چو شام	اینت ساقی زرُخ و زلف مبارک فال است
من اگر والۂ آں حُسن دلاویز شوم	عجبے نیست کہ یک فتنۂ رویش خال است
من کیم در ہمہ عالم کہ نہم پائے طلب	اندراں کوئی کہ سرہائے سراں پامال است
نالۂ زار کہ کردے دلم آں نیز گذشت	وہ کہ بیمار من امروز بسے بد حال است
ترک خونریز مرا کشت طبیباں چکنند	گر کسے زندہ کند کار ہماں قتال است

۱۶۰	در غمش جاں بلب آمد چہ تواں کرد حسن من بریں حال و زاں سوئے ہنوز اہمال است	۷

مشکے کہ کشید او بہمہ ملک ختن نیست	ہر موے کہ رواں کرد در اطراف چمن نیست
ہر گاہ کہ خندد گلِ دلہا بکشاید	آں غنچۂ از باغ بہشتست دہن نیست
می گفت نگنجد سخن اندر دہن من	در تنگی آں تنگ شکر جائے سخن نیست
بند دل دیوانۂ ما در رسن زلف	آں کیست کہ دیوانۂ آں بند رسن نیست
اے خواجہ منجم چہ شد آخر خبرے دہ	زاں اختر مسعود کہ در طالع من نیست
برداشت ز من دست غمش پردہ عصمت	دانست کہ ایں مردہ سزاوار کفن نیست

۱۶۱ پیغام فرستاد کہ رو توبہ کن از عشق
گو بر دگرے حکم کن ایں کار حسن نیست ۶

دولتِ ما گل بکرد محنت خار از کجاست	راحت مے ناپدید رنج خمار از کجاست
یار ز من رخ بتافت گفت نیاز ز دنست	وہ اگر آزار نیست نالۂ زار از کجاست
ترک من آخر بدار غمزہ خونریز را	گر تونۂ تیغ زن سینہ فگار از کجاست
لب طلبیدم ز تو زلف برافشاندیم	مہرہ بکف نامدہ آفت مار از کجاست
گفتہ بدی با توام ہست غبارے عجب	آب حیاںؔ بلطف در تو غبار از کجاست

۱۶۲ چشم حسنؔ گر نہ بخت بر سر کوئے تو خوں
بر در و دیوار تو نقش و نگار از کجاست ۷

ندانم چوں شود اے دوست حال دوست دارانت
مگر دولت کند یاری کہ یاد آید ز یارانت

ازاں میگوں لبت روزے نشد یک جُرعہ ام روزی
توخونم نوش کردی نوشش بادا و گوارا نت

جفا جوئی اگر بینی بجمع خرقہ پوشانم
دعا گویم اگر بینم میاں بادہ خوارا نت

توچوں غمزہ زناں پیدا شوی بیچارہ عقل و دیں
کہ حدِ ایں سپرہا نیست دفع تیر بارا نت

کسے بودے کہ بر سر لشکرِ خسرو خبر بردے
کہ اندر شہر شورے خواست از شیریں سوارا نت

توا ے شاہِ بتاں گیسو بدستم دہ کہ باشم
بدیں درگہ یکے از جملۂ زنجیر دارا نت

۱۶۳	حسن را در غمت یکدم نمی باشد قرار آرے بریں رفتست پیوستہ قرار از بیقرارا نت	۷

اے شوخ ترا در لبِ شیریں چہ شرابست
کندر ہوسش ایں دل صدپارہ کبابست

مستست بیا دِلب میگون تو شہرے
شہرے کہ چنیں مست نیابیش خرابست

نندیشم اگر راہ بریں دیدہ کُنی لیک
اندیشہ ہمینست کہ ایں رہ ہمہ آبست

گفتی ز بتاں سوختۂ کیست کہ داند
دانیم و نگوئیم[ل] کہ ایں راچہ جوابست

اے شیخ میا پہلوئے من در صف طاعت
بگذر کہ مصلائے مرا داغ شرابست

اے دوست گلے چند بدیں سوختگاں بخش
زیں باغ بہشتی کہ ترا زیر نقابست

۱۶۴	واللہ کہ حسن بے تو نخواہد گل و گلبن بے روے نکو دار چناں دار عذابست	۷

ل ندانیم

لب شیرینت را شکر غلامست	اگر شیریں توئی شکر کدامست
اگر ساقی تو خواہی بود مارا	کہ می گوید کہ می خوردن حرامست
مہ نو بر فلک بینند خلقے	من آن مہ را کہ بر بالائے بامست
شب ہفتم کہ مہ نیمہ نماید	اگر تو روئے بنمائی تمامست
برت چوں سیم و زلفت ہست چوں عود	طمع بر ہر چہ خواہم بست خامست
اگر مہماں بخواہی صوفیاں را	ازاں حلوا خبر دہ تا چہ نامست

(۱۶۵) عزیزان از حسنؔ صحبت مجوئید / شما رحلت کنید او را مقامست (۵)

کو دلے کز دست تو صد پارہ نیست	با شمشیر غمت آوارہ نیست
عشقت از دلِ عشاق پرس	عقل را زحمت مدہ ایں کارہ نیست
خوار گشتم در غمت طرفہ ترانک	اندریں غم جز غمم غمخوارہ نیست
آفتاب از کوہ جلوہ می کند	با سراپایانِ ایں نظارہ نیست

(۱۶۶) با حسنؔ گوئی کہ بے من صبر کن / صبر بے تو حدّ ایں بیچارہ نیست (۷)

مرا در عشق پارسائی نساخت	فسوں خوانی و خود نمائی نساخت
خرد منکر از عشق و عشق از خرد	دو بیگانہ را آشنائی نساخت
بمیگوں لبش خرقہ در باختم	قدح نوش را پارسائی نساخت

دل و دین و جان پیش کش گردش	توانگر بدیں بے نوائی نساخت
چہ آرام اے دوستاں از طبیب	کہ آزردہ راہو میائی نساخت
شکایت ز خورشید توجیہ نیست	اگر بوم را روشنائی نساخت

۱۶۷

بترسید از قتل خوباں حسن
گدا طبع را پادشائی نساخت

۷

گر پردہ برکشائی ازاں روئے چوں بہشت
روشن شود براہلِ نظر حال خوب و زشت
تقدیر حق وجود تو چوں خواست آفرید
صد جان و دل نہفتہ دراں آب و گل سرشت
تا قامتِ تو شاخ گلست دید باغباں
در باغ شد ز بیخ بر افگند ہرچہ کِشت
واللہ اگر تو فردا ہمرہ نباشیم
گر سر بُری مرا ننہم پائے در بہشت
رضواں اگر بہ بیند خشت درت کند
جملہ نگار خانۂ فردوس خشت خشت
کاغذ ز گریہ تر شد و خامہ ز آہ سوخت
شرح فراق خویش بتو چوں تواں نوشت

چندیں حسن برشتۂ جاں دل چہ بستۂ

لہ حدق نیست ۲ہ بزم

۱۶۸ سہلست گرگست چہ شد مرنیش نرشت ۷

چشمے کہ در نظارہ آں سرو قامتست
در ہر گلے کہ بیند بروے غرامتست

برروئے آب میروم از موج اشک خویش
صوفی کہ عشق باز و صاحب کرامتست

شب در خیال دوست نباشد برابرم
آں شب مرا برابر روز قیامتست

من در نماز وقت خوش از یاد قامتش
مقری ہنوز منتظر وقت قامتست

ہرگونہ بر معاملۂ عشق کار کرد
روز حساب حال کارش ندامتست

دوش از خرابیٔ دل تنگم خبر رسید
دل گو خراب شو چو دلستاں سلامتست

۱۶۹ باریست از ملامتیاں بر دل حسن
کارے بجاں فتادہ چہ جائے ملامتست ۷

از خطش سایہ بر سمن بد نیست
سبزہ ہمسایۂ چمن بد نیست

آں بنفشہ کہ خط خطاب ویست
رستہ پیرامن سمن بد نیست

خال بر عارضش نگہ کردم
شحنۂ زنگ بر ختن بد نیست

دیدم آں زلف واں زنخداں را
ترسم ارچہ ولے رسن بد نیست

ہر بدی کاید از نکو رویاں
یعلم اللہ کہ نزد من بد نیست

من بیاد بتاں نکو سخنم
چوں بگوئی کہ ایں سخن بد نیست

۱۰۷ گر کس ایں نکتہ را خلاف کند
اتفاق تو اے حسن بد نیست ۷

جز من کہ دید اینکہ بلائے فراق چیست
آسودہ را خبر چہ از آنک اشتیاق چیست

ہر دل کہ چوں چراغ نمی سوزد از فراق
او را چہ روشنست کہ سوز فراق چیست

خواہم زحق برآمد آں رشک آفتاب
کیں ہفت شمع باز دریں ہفت طاق چیست

در کلبہ ام بس است ہماں صورتِ لطیف
چندیں ہزار نقش دریں نہ رواق چیست

با آفتابِ وصل چو حاصل نشد قراں
سیارۂ دلم را ایں احتراق چیست

گر فرصتے دہی بتواں یافت کام خویش
ہاں اے غمِ فراق بگو اتفاق چیست

۱۷۱

خلقے غریقِ نعمتِ وصل اند اے حسن
جز من کہ داند اینکہ بلائے فراق چیست

۶

از تفِ عشق شعلہ دروں آمدن گرفت
دود از درون سینہ بروں آمدن گرفت

کردم بسے براں لبِ شیرینت چشم سرخ
اینک ز نوک ہر مژہ خوں آمدن گرفت

کشتئ ما بشرط سلامت کجا رسد
موج از چہار سوئے دروں آمدن گرفت

ہرگز نیامدے بدل من خیال مرگ
از دولتِ غمِ تو کنوں آمدن گرفت

روزے برائے طیبت تشبیہ قد خویش
گفتم الف نویسم نوں آمدن گرفت

۱۷۲

شب کا مدی شنیدن شعر حسن ز دور
گفتم پری مگر بہ فسوں آمدن گرفت

۶

گر تر اخشمے است در سر کشتم پیش سنانت
ور بجاں خوش میکنی دل جاں دہم بر آستانت

حال سکیناں نپرسی زاہ مظلوماں بترس
وہ چہ حیلہ سازم اے جاں بادل نامہربانت
گر بزلفت وست بازم سرہمے پیچد کمند
ور زلعلت بوسہ خواہم تنگ می آید دہانت
یک نسیم سنبل تو ہر دو عالم زندہ کرد
باش تا گلہائے دیگر بشکفد از گلستانت
اے ببوئے تو شگفتہ نو بہار آفرینش
من ندیدم چوں تو باغے آفریں بر باغبانت

۱۷۳	اگرچہ از ناز و رعونت چوں حسن بر دست ہجر رائیگانم می فروشی ہسم خریدارم بجانت	۷

سروے چو قد تو در چمن نیست	مشکے چو خطِ تو در ختن نیست
ہر پیرہنے کہ می درد گل	بوئے تو بہ ہیچ پیرہن نیست
بر چوں تو کسے دگر گزیدن	کارِ دگریست کارِ من نیست
دایم سخن از لب تو گویم	شیریں تر ازیں سخن سخن نیست
از عربدہائے من چہ رنجی	دیوانہ بدست خویشتن نیست
جاں پیشِ خیال تو فشاندیم	مارا سرِ بے توزیستن نیست

۱۷۴	گفتی کہ چرا جدائی از من ایں از فلکست از حسن نیست	۷

لہ بازم

اے دلم را تا قیامت با تو پیمانے درست
نیست از دستِ غمت در ہیچ تن جانے درست
گر ز در بیروں خرامے ایں چنیں دامن کشاں
خلق مسکیں را کجا ماند گریبانے درست
گر کسے پرسد چہا دارید از ملکِ جہاں
یک دلِ صد پارہ داریم و پیمانے درست
تا شکستی زلف کافر کیش ظالم پیشہ را
آں شکستہ با کسے نگذاشت ایمانے درست
نار اگر با خندہ شیرینت لافے مے زند
در دہانِ او نہ مانم نیز دندانے درست
ترک من تا تیر غمزہ راست کرد از ہر طرف
میکشم پیوستہ من از سینہ پیکانے درست

۱۷۵	گر برغبت بشنوی یک روز بیتے از حسنؔ تحفہ آرد پیشِ تو ہر روز دیوانے درست	۷

ساقی شب ما شب دراز ست	می دہ کہ در امید باز ست
رو بیت نگریم و سجدہ آریم	در مذہب ما ہمیں نماز ست
شہنامہ چہ خواست کرد محمود	او عاشق قصۂ ایاز ست
با وصل تو ام نساختن کارے	ایں کار بدست کارساز ست

از ناز نمی کنی بمن روئے	روئے کہ تراست جائے نازست
از زلف و رخ تو عشرتم را	شمع روشن شب درازست

(۱۷۶) تا شیوۂ تست سر بسر ناز
تدبیر حسن ہمہ نیازست (۷)

اشکم ز تیغ غمزۂ خوباں رواں ترست
صبرم ز گنج وصل عزیزاں نہاں ترست
سیل سرشک بار نمے ایستد دمے
ہر روز ایں گلیم کہ دارم گراں ترست
جانا دل مرا بجہاں نیست خانۂ
وین عقل خانہ سوختہ بے خان ماں ترست
گرد از مہ و ستارہ برآور کہ دمبدم
از طالعے کہ داشتۂ کامراں ترست
گہ گہ سلام خشک ز تو می رسید یار
امسال آن فراج کہ دیدم چناں ترست
از چشم تو بزلف تو جستم پناہ لیک
ہندوئے تو ز ترک تو نامہرباں ترست

(۱۷۷) اندر ہوائے عشق تو حال حسن نگر
او پیر می شود سخن او جواں ترست (۴)

اے ترک بادہ نوش خرو جرعہ چین تست
ہر گُل مراز باغ رخت ہست صد بہا
ایں دل کہ ما بساعد سمیئت بستہ ایم

دیہیم ہے بری مگر ایں شیوہ دین تست
اول ہماں بنفشہ کہ بر یا سمین تست
تو ہیچنیں نغمار کہ در آستین تست

۱۷۸
اے شاہ نیکوان دل ماکے رسد بما
جملہ خزینہا چو بمہر نگین تست
۷

ردیف ج

اگر بدیدن آثار رحمتی محتاج
کنوں کہ ختم شدش بر بتاں نبوت حسن
بیا کہ بے تو خرابیم چوں تنِ بے سر
بجست وجوے تمنا کنم غلو نکنم
سیہ کشیدن نوفل بداں نمی آرزد
ستادہ ایم بریں در نظر برحمت تو

خطے چو مشک ترش بیں بگرد صفحۂ عاج
ز زلف تیرہ برانگخت لیلۃ المعراج
تو برزن ہمہ سر باش بر سر ہمہ تاج
چو واقفی تو بحاجت چہ حاجتست لجاج
کہ عشق باختن قیس را کند تاراج
چو قصہ دادہ بسلطاں جماعت محتاج

۱۷۹
سلامت از دل و دیں حسن چہ میجوئی
نہ دِیہ ماند نہ دہقان چہ واجبست خراج
۷

اے کہ پیوستہ بود ابروئے تو با ما کج
الف قد تو از قد الف راست ترست

وعدہ ہائے تو چو زلف تو ز سر تا پا کج
ابرویت راست چو نونست و بر و طغرا کج

اے قدِ خوب توچوں دین مسلماناں راست	طرۂ کافر تو ہیچو خطِ ترسا کج
دل چو برگشت زمن ہم من ازو برگشتم	تیغ کج را نتواں کرد نیام الا کج
بنشیں میر منی حکم کریمانہ بکن	کعبتینی کہ نشست است بجنب ما کج
بے نیازی خدا کار ہمہ راست کند	ورنہ ازکوشش فرعون رود دریا کج

۱۸۰ — در رہِ عشق چو رُخ راست روانند ہمہ / اے حسن تا توچو فرزیں نروی آنجا کج — ۷

ردیف د

آں قوم کہ مے حرام گیرند	بر یاد لب توجام گیرند
گرسوختہ نیست دردی آشام	بے آتشِ عشق خام گیرند
عشاق تو مقبل اند و مردود	تازیں دو مرا کدام گیرند
گر سرو دریں زمیں نروید	بالائے ترا تمام گیرند
صیاد مرا یکے بیاموز	دولت بکدام دام گیرند
رخش ازدرِ دل بروں میفگن	حاجت خواہاں لگام گیرند

۱۸۱ — وصفے ز حسن اگر پذیری / اورا ملک الکلام گیرند — ۶

رخت را در صفت مہ می تواں کرد	صفاتش را یکے دہ می تواں کرد

جہا در منزل وصل آے امشب   حدیث ناز در رہ می تواں کرد
نظیر تو توئی وبں نکتہ امروز   ز آئینہ موجہ می تواں کرد
مرا از روئے تو روئے گلہ نیست   سپاس الحمد للہ می تواں کرد
دعائے در رُخ تو می تواں گفت   نیازے در سحرگہ می تواں کرد

۱۸۲	حسن را بر معانی شاہ کردند ز اقبال ملک شہ می تواں کرد	۷

آں کبک شکر خندہ رفتار دگر دارد   سروش بخرامیدن ہنجار دگر دارد
ہم سبزہ کشد بر گل، ہم مشک کشد بر مہ   خوباں ہمہ در کارند او کار دگر دارد
جان و دل من دارند مہر تو چو جان در تن   کافر بود ار جز تو دلدار دگر دارد
درویش کہ می ورزد مہر رُخ گل رنگش   در خانہ بہر کنجے دینار دگر دارد
مسکیں دلم از زلفش ایماں نبرد دانم   گو در خم ہر موئے زنار دگر دارد
ہر ذرہ کہ در عالم گشتست خریدارش   آں یوسف عہد ما بازار دگر دارد

۱۸۳	گفت ہمہ بشنیدی حرفے ز حسن بشنو کاں بلبل باغ تو گلزار دگر دارد	۷

سرمست بیں کہ لبہا خوشتر ز نوش دارد   قصدے کہ دل دارد اول بر عقل و ہوش دارد
از عشق تا چشیدم مستش گشتم خراب مطلق   ایں بادۂ محبت یارب چہ جوش دارد
تا خط اوست بر رُخ ما ئیم و آہ و نالہ   تا ہست سبزۂ و گل بلبل خروش دارد

هم جنس خود چو طوطی در آئینه به بیند　　نتواند آنکه خود را یکدم خموش دارد

روئے چو شاه انجم پوشد بزلف شبگوں　　هم شهرخے تواں زد باآنکه توش دارد

دل بر تو گفت فردا از ارش کشم بگوش　　باشد برائے کشتن امشب نکوش دارد

(۱۸۴)

گم گو حسن ازیں پس اسرار خوبرویاں
ایں درچه میکشائی دیوار گوش دارد

(۹)

سخن وراں که حدیث سمن براں خوانند　　حدیث تو چو در افتد ورق بگردانند

اگر شمایل موزونت را کنند صفت　　هزار سال یکے از هزار نتوانند

بتان چین و همه چیز شاں نگه کردم　　تو دیگرماں که بچیزے بتو نمی مانند

بروزگار تو صورتگران هفت اقلیم　　قلم شکسته و در صورت تو حیرانند

بمکتبے که دروں میروی همه طفلاں　　بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند

اگر ملائکه گفتند در بشر سخنے　　رخ تو دیده ازاں گفتها پشیمانند

شراب حسن تو در جام وصف کے گنجد　　کساں که جامے ازاں خورده اند میدانند

من از جهاں به یکے شادم اے مسلماناں　　جماعتے که دو گویند نامسلمانند

(۲۸۵)

حسن گلے ز گلستان سعدی آورد ست
که اهل معنی گل چین ایں گلستانند

(۶)

الوداع اے دل که دلبر میرود　　روح بخش و روح پرور میرود

ماه ساں منزل بمنزل ره گرفت　　خورصفت کشور بکشور میرود

در پیش وہم سبک رو رفته بود[1]
گرچه زر گویم سخن هم سود نیست
دل شد و صبر ست پا اندر رکاب

او ز وہم من سبک تر میرود
چوں سخن امروز در زر میرود
رو که سلطاں رفت لشکر میرود

۱۸۶	در حسن بنگر که از حسن وفا دل نه و دنبال دل بر میرود	۵

النثار[2] ای دل که دل بر میرسد
بخت میخواندم ز روے دوستیش
خود که می گوید که گل رفت او رسید
هست ساغر کلهٔ بازار عشق

ماه اندک سال من در میرسد
بخت بیں ناخوانده بر سر میرسد
گر نکو رفت او نکوتر میرسد
کله رنگیں کن که ساغر میرسد

۱۸۷	ای حسن بے وقت توبه میکنی توبه بشکن وقت گل در میرسد	۷

ماه من کز مهر دل را دل نوازی میکند
خال او هندوست اما ترک تازی میکند
غمزهٔ خونریز او بازیچهٔ چشم دلست
ترک وانگه مست و دیگر تیغ بازی میکند
در کمر گاهش چه گه گه می برد گیسوش دست
تا چه دستست آں که آنجا[3] ها درازی میکند

ا بسته ام ۲ زر بیار ۳ ایں که هر روزے

میکنم جاں پیشکش در بندگی او تمام
گر بہ نیمے بوسہ ام بندہ نوازی میکند

ترک من غازیست اما بس مسلماں کش فتاد
آنچہ کافران شاید کرد غازی میکند

یک نسیم طرہ اش تازہ ترست از صد بہار
چوں صبا ہر سال برگل برگ سازی میکند

۱۸۸ گر حسن در پاش می افتد زمانے چوں زمیں
آسماں سیرت ہمہ جا سرفرازی میکند ۴

دوش آں ماہ بہنگام سحر خاستہ بود
ماہ من عید بتانست مبارک عیدے
مہ چو در چار دہ شب از رخ او تافتہ شد

سحر از روئے چو خورشید خود آراستہ بود
عید بیں کز جہت روزہ سحر خواستہ بود
در شب پانزدہ دیدم قدرے کاستہ بود

۱۸۹ جز دم شکر دگر دم نزند بندہ حسن
کہ نچندیں شب از نیساں سحرے خواستہ بود ۷

امروز صبح ماچہ مبارک دمیدہ بود
آں سرو بود یا گل یا باغ نوبہار
خالش بزیر چشم چو ہندو رہ ہمہ
لبہائے او نشانہ خونہائے تازہ داشت

کاں شوخ را بدل شدگاں دل کشیدہ بود
یا قطرۂ ز ابر بہاری چکیدہ بود
میزد کہ درحمایت ترکاں خزیدہ بود
زلفیں راچہ گوئی سرہا بریدہ بود

ناگہ طلوع کرد چو صبح از حجاب شب
من خواستہ زخواب و تمم بر سر آمدہ

بختم خود ایں سعادت درخواب دیدہ بود
نوگشت ایں مثل کہ مہ اینجا رسیدہ بود

۱۹۰

القصہ در شمائل خوبش حسن بدید
ہر قصہ کز لطافت خوباں شنیدہ بود

۷

مستے کہ می بیاد لب یار در کشد
فسقے کہ توبہ باشد پایان کار او
من خاک آں کسم کہ نہد سر بخط جام
جور جہاں مکش قدح عشق کش از انکہ
میکن بہ تیغ عشق مرا سینہ شاخ شاخ
اے شہسوار حسن در آتا کہ چشم من

رخت وجود از تن آلودہ بر کشد
بہتر ز طاعتے کہ بہ پندار در کشد
بر جرم ساقیاں قلم عفو در کشد
عشقت ازیں جہاں بجہانے دگر کشد
آں شاخ گل بود کہ سر اندر سپر کشد
بہر نثار نعل تو لعل و گہر کشد

۱۹۱

کو نعل رخش تو کہ حسن ہر دمش چو داغ
در آتش دل افگند و بر جگر کشد

۷

دلم قبلہ ہمیں روئے تو دارد
روا میداری آہ سوزناکم
رسولت را بجاں گردن نہادم
گر از حالم کسے پرسد بگوئی
مرا اندازۂ عشق بتاں نیست

اگر بگزاریش زو ور کہ آرد
چرا از آسماں آتش نبارد
اگر پیغام با خنجر گذارد
دلے دادست و جانے می سپارد
سگے پیشانئ شیراں چہ خارد

زہے بخت ار توانم مرد پیشت | کہ بے تو زندگی لطفے ندارد

(۱۹۲) مگر طالع شود یک شب چو ماہے
حسنؔ ہر شب ستارہ می شمارد (۷)

خراماں در رسید آں سرو آزاد
نشاندہ خال بر روئے دلاویز
ندانم یا پری بودست یا حور
بچیں تا نسخہ بر دند زاں روئے
سر اندر کلبہ ام در کرد یارب
بہ بستر بودہ ام در خواب نوشیں

ز سرو آویختہ زلفے چو شمشاد
نشانے از حبش دادہ بہ بغداد
بدیں خوبی نباشد آدمی زاد
زشاگرداں خجل ماندست استاد
کہ دادش از فرامش گشتہا یاد
کہ شور آں لب شیریں درافتاد

(۱۹۳) حسنؔ دست از لب شیریں کشش ہاں
مزن بر پائے خود تیشہ چو فرہاد (۷)

عید یاربنہ روز ما خوش بود
شب آں روز راچہ شرح دہم
چرخ نرد مراد ما می باخت
شیشہ صاف و اندرادے ناب
زارہا دل بزخمہ خوش کردہ
دوستاں را برائے یک دیگر

بادہ در دست و یار درکش بود
دور ازیں روزہا شبے خوش بود
نقش پرویں دراں میاں شش بود
آب گوئی غلاف آتش بود
جز کمانچہ کہ در کشا کش بود
مژہ جاروب و دیدہ مفرش بود

۱۹۴

سگِ آں آستاں حسن بودست
گرچہ سگ بود آدمی وش بود

۸

گر سرو من از خانہ یکبار بروں آید
گل در ہمہ بستاں ہا بے خار بروں آید

از غمزۂ او تیرے بنشست مرا در دل
آں تیر کہ پیگانش دشوار بروں آید

ہستم سگِ کوئے او اما چہ سگم آں سگ
کو ہم قدمِ شیراں از غار بروں آید

در خلق نقہے کافتد ذکر لبِ شیرینش
از حجرۂ ہر صوفی خمّار بروں آید

گر شوق سرِ زلفش از اہلِ صفا جوئی
اندر تہِ ہر خرقہ زنّار بروں آید

جانے ست دریں سینہ مشغول بیارِ خود
روزے کہ بخواندش بایار بردل آید

ہر راہ روے گو شد در راہ انا الحق گم
سر رشتۂ تدبیرش از دار بروں آید

۱۹۵

کو دوست کہ بر وارد از پیش حسن ہستی
باشد کہ ازیں زنداں یکبار بروں آید

۷

روئے چوں صبح نو بر نور قمر می خندد
لب شیریں تو بر تنگ شکر می خندد

بار گاہے کہ تبسم کند آں دانی چیست
درج یاقوت کہ بر لعل و گہر می خندد

لبِ لعل تو بداں لطف و طراوت گوئی
برگ لالا است کہ بر غنچۂ تر می خندد

روئے خنداں تو دیدست مگر گل در خواب
کہ چناں تازہ و خوش وقت سحر می خندد

جائے خندہ است کہ در پیش تو میخندد نا
تو شکر خندی و او خون جگر می خندد

سر افلاک بنظارہ دندانت بگشت
کیں چہ پروین است کہ بر شمس و قمر می خندد

(۱۹۶)

دی زمانے کہ تو در روئے حسنؔ خندیدی
خلق گفتند کہ از شادی زر می خندد

(۹)

منم از یار جدا ماندہ و دل دادہ بباد	این چہ روزست کہ دشمن بہ چنین روز مباد
وقت آنست کہ آہے کنم و فریادے	وہ کہ نہ طاقت آہست و نہ زور فریاد
گفتی آں یار ہمہ عمر گہے یاد تو کرد	من نہ پندارم و واللہ کہ نمی آید یاد
دل شیریں نخورد و نیم جوئے غصہ اگر	جان شیریں دہد اندر غمِ شیریں فرہاد
نامرادی جہاں بر دلِ خود خوش کردم	اگر او را ز من دل شدہ اینست مراد
چشم او عین بلا گشت و مرا ناوک درد	ہم ازاں چشم رسیدست کہ چشمش مرساد
حق بدستم بود ار دم نزنم در غمِ او	غم او ہمدم جانست بروں نتواں داد
داد چوں خواہم ازاں شاہ کہ دوران عمش	پست کردست چو دیوار دلم را در داد

(۱۹۷)

حسنؔ ار خون دل از دیدہ فتادت سہلست
دل بتقدیر خدا نہ چہ تواں کرد فتاد

(۵)

یاد تو جمعیت جان پریشاں بس بود	درد تو داروے جمعے سینہ ریشاں بس بود
چشم ہر ناظر بمنظورے منور کردہ اند	تو تیائے گرگ گرد راہ ہیشاں بس بود
سنبلہ بر مہ چہ میسائی و سنبل بر سمن	زیور خوباں ہمیں خوبی ایشاں بس بود
گفتیم چوں زلف من ہر سوے میلے افتدت	گر عتابے میکنی ایں یک پریشاں بس بود

تا حسنؔ معشوق خویشت خواند از خویشاں برید

۱۹۸	عشق خویشاوند شد پیوند خویشاں بس بود	۵

دوش جاناں تا سحر با جانِ من دمساز بود	ہر قدر ما را نیاز اندر سر او ناز بود
کردم آہنگ درش تا خاکِ راہ او شوم	آں رہے بر اہل و آں آہنگ ہم بر ساز بود
شاہ را دیدم دعا کردم اجابت یافتم	پاسبانان خفتہ و درہائے رحمت باز بود
لعل میگونش مرا زد طعنہا چوں سنگ سخت	اے عفا اللہ می نخوردہ ایں چنیں سنگ انداز بود

۱۹۹	در خمِ معنی حسنؔ را شیرۂ نوریخت عشق شیرہ از خمخانہ مستے کہ در شیراز بود	۷

دوش دستم بسر گیسوئے آں ماہ رسید	ہر چہ دل خواستہ بود دست بدخواہ رسید
سالہا دل شب گیسوئے ترا جست و نیافت	ایں شب تیرہ ام آخر بسحر گاہ رسید
چشم تاریک من از طلعت او شد روشن	دیدہ از پرتو آں روئے بیک ماہ رسید
مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید
یک سحر آہ زدم از سرِ نومیدی خود	ایں ہمہ دولت امیدم ازاں آہ رسید
خواستم کو برسد منت غیرے بنود	آنچہ می خواستم المنتہ للہ رسید

۲۰۰	حسنؔ امروز سر اندر قدم یار آورد اے خوش آں بیدق مقبل کہ بدیں شاہ رسید	۷

ما قصۂ نوشتیم بسلطاں کہ رساند	جاں ساختہ کردیم بجاناں کہ رساند

مرغان غریبیم اسیر قفس ہجر
حال من مسکیں بدل آرام کہ گوید
بوئے سر آں زلف دریں کلبہ کہ آرد
گیرم چو سکندر ہمہ جائے رسدم دست
گفتی کہ مرا حال دل خویش نگوئی

مارا ز قفس باز بہ بستاں کہ رساند
درد دل موراں بہ سلیماں کہ رساند
پیراہن یوسف سوئے کنعاں کہ رساند
پایم بسر چشمۂ حیواں کہ رساند
من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند

۲۰۱

جاں می طلبد یار و حسن منتظر آنک
ایں مژدۂ جاں بخش بجاناں کہ رساند

۷

مرا ہوائے گل از روئے یار یاد دہد
تنم ز روئے برانداخت پردہ نیست کسے
بیک نظارہ ازو قانعم کرا زہرہ
براوج منظرش آں فاختہ نکو بنشست
سگِ درش شدہ ام سالہا چہ باشد اگر
کجاست مطرب پارینہ تا حریفاں را

نسیم صبح ز بوئے نگار یاد دہد
کہ بلبلاں را از نوبہار یاد دہد
کہ ذکر بوسہ کند یا کنار یاد دہد
مگر بنالد و زیں دوستدار یاد دہد
شبے در آید و آں روزگار یاد دہد
سرود گوید و ایام پار یاد دہد

۲۰۲

حسن بگو غزل خوش بود کہ خوش خوانے
بدیں بہانہ ترا پیشِ یار یاد دہد

۹

ہر دل کہ در حمایت آں دلربا رود
دلہائے عاشقاں ہمہ ہمراہ دلبر ست

کارش ہمہ موافق کام و ہوا رود
خوش لشکرے کہ در پئے بادشا رود

خوش وقت آنکہ صبحدمے یار در برش	خنداں چو گل در آید و خوش چوں صبا رود
خواہم کہ دست بوسم و در پایش اوفتم	ترسم کہ جاں میانۂ ایں دست و پا رود
اے مردم دو دیدہ یکے گرد ما بر آئے	باشد کہ گرد راہ تو در چشم ما رود
داری تو زخم تیغ رواں، ما سرشک خوں	روزے میان ما و تو ایں ماجرا رود
باران رحمتی تو و ما در دعائے تو	رحمت براں زباں کہ براو ایں دعا رود
قاصد تو بازگرد کہ امکاں ندارد آنکہ	پیغام ما بداں حرم کبریا رود

۲۰۳	گفتی حسن چہ بر در من جائے ساختست او جز در تو جائے ندارد کجا رود	۷

کرا گویم کہ شبہائے فراق دوست باز آمد
تنم چوں شمع ہر شب تا سحر کہ در گداز آمد
سر زلفش کہ دور افتاد باز از دست امیدم
دگر بارم یکے اندیشۂ دور و دراز آمد
قبول خاطر عاشق بود ہر چہ از نگار آید
پذیرائے دل محمود شد ہر چہ از ایاز آمد
بجز دلدار نپسندم دگر اینست تدبیرم
بحمد للہ کہ تدبیر پسندیدہ دراز آمد
اجازت داد دوشم تا میان او ببر گیرم
طمع بسیار می کردم ولے با ہیچ باز آمد

جمال او تجلی کرد بر صحن چمن گوئی
که سبزه در سجود افتاد سرو اندر نماز آمد

۲۰۴	.	حسن دریوزه وصل بتاں را از در دلہا نیازے میکند از نوہمانا نو بناز آمد	٦

کسے کہ دل بچو تو شوخ خود مراد دہد	مراد خویش چوں امید من بباد دہد
چو تو نہال بہر خانہ کہ بنشانند	بجائے میوہ بلاہائے خانہ زاد دہد
بنہ زخاک در خویش بر سرم کلہے	کہ آں کلہ خبر از تاج کیقباد دہد
چو جام وصل کشی سوئے من اشارت کن	کہ جرعۂ بغریبان نامراد دہد
تو آنچناں نہ کز بیکسانت آید یاد	مرا کسے نہ کہ بر خاطر تو یاد دہد

۲۰۵	بہ ہیچ وقت نگردید کعبتین حسن چنانکہ مہرۂ ابہد را کشاد دہد
۷	

باز فصل گل رسید آں گلرخ ما کے رسد
سرو ہم بالا کشید آں سرو بالا کے رسد
ہر کس از شاخ امید خویش برہا خورد و من
انتظار میوۂ خود میکشم تا کے رسد
آرزو دارم کہ حلوائے خورم از لعل او
او شکر را تنگ بربستست حلوا کے رسد

من کنار از موج اشک خود چو دریا کرده ام
یارب آں دُرِّ گرانمایہ بدریا کے رسد
گفتی اے قاصد کہ آں مہ در فلاں منزل رسید
جائے او جان منست ایں گو کہ اینجا کے رسد
آں یکے میگفت فردا خواہد آمد وقت صبح
خواب از چشمم برفت امشب کہ فردا کے رسد

۲۰۶	باز میگوید حسن ایں بیت از دوریٔ او باز فصل گل رسید آں گلرخ ما کے رسد	۷

دوشینہ چہ شب بود کہ دلدار در آمد
گوئی کہ مسیح از در بیمار در آمد
تاریک شبے داشتم و تلخ حیاتے
ناگاہ یکے شمع شکر بار در آمد
بس عاشق بیدل بیک پرتو آں رو
جانش بسرا پردۂ انوار در آمد
بس عابد زاہد کہ بیک جنبش آں زلف
از خرقہ بروں رفت و بہ زنار در آمد
پار آنکہ بُد استاد دلستان طریقت
امسال بشاگردی استاد در آمد
یک خانہ گرفتم بسر کوئے سلامت
غوغائے غمش از در و دیوار در آمد

۲۰۷	یک چند بروں شد حسن از مجلس مستاں دید آں لب میگوں و دگر بار در آمد	۷

ترک من گر پردہ[1] بر گیرد جہاں غارت شود
ور بخند در خت دین و نقد جاں غارت شود
ماہ ہر شب با رخ زیباش بازد نرد لاف
چوں سحر شد مہر ہاش از آسماں غارت شود

[1] طرہ

دل بجست از عہد من عیش ہمہ آوارہ شد
عقل را ضبطے نماند از دل بروں افتاد راز
بر درِ ہر خانہ دی در شہر کردند ایں ندا
یار ترسا شد ولے ترسم کہ مشتے بے نمک

ہر کہ نقد قلب زد لابد دکاں غارت شود
شحنہ چوں مغلوب شد دِہ در زماں غارت شود
ہر کہ عاشق گردد او را خان و ماں غارت شود
شورے انگیزند و حلوا درمیاں غارت شود

(۲۰۸)

غوریانہ غارتے کن شکر مصریش را
بارگی باید حسنؔ تا پستاں غارت شود

(۷)

ہر کہ ز اصحاب سخن نبود سخن داں کے شود
ایں کہ ابر از آسماں بارد اگر بارد گلاب
خوف "من احببت" دراسرار منزل خواندہ اند
در رہِ حق عارفاں راہست خلوت خانہ
اہل دل دانند دُر افشانی ز درج معرفت
از سخن دزدی نیارد شد کسے صاحب سخن

آنکہ از گردے گریزد مرد میداں کے شود
آنچہ خارستاں بود ہرگز گلستاں کے شود
تا خدا ندہد ہدیٰ کافر مسلماں کے شود
آنکہ محرومست از اں رہ محرم جاں کے شود
آنکہ دُرجانِ دزد باشد او دُر افشاں کے شود
دیو اگر انگشتری دزد سلیماں کے شود

(۲۰۹)

از فضول حاسداں فضل حسنؔ مخفی نماند
آفتاب اندر پر خفاش پنہاں کے شود

(۷)

آں سرو قدانے کہ چو گل خندہ زنانند
در وعدہ وصل ارچہ ہمہ تلخ مزاجند
کشتہ شدگان لب خونخوارہ محبوب

بس سنگدلانند اگر سیم تنانند
در دادن دشنام چہ شیریں سخنانند
تا روزِ قیامت ہمہ رنگیں کفنانند

چندیں چہ زخانہ طلبی دل شدگاں را
از چاہِ زنخدانِ بتاں در گذرائے دل
درجعدشکن برشکن افتادہ چہ پیچی

کاں قوم خرابی طلبِ بے وطنانند
مفریب بداں بوئے کہ مشکین رسنانند
ہشدار کہ آں طائفہ توبہ شکنانند

۲۱۰

منگر حسنؔ آں ذوق شکر خندۂ خوباں
کز غمزہ خونیں ہمہ شمشیر زنانند

۷

دلم خوں کرد دلدارم، چنیں دلداریٔ دارد
دریں اندوہ کز عمرم مراجاں دادن آساں است
رقیباں چارۂ کارم ہمیساز ند ہموارہ
سگ کویت اگر خصمی نمود اہلِ خصومت را
ندید ایں چشم من یکروز روئے عیش لیکن امشب
دلم بر بستر عشقت بیاد وصل و داغ غم

بصد غم میکند خوارم چنیں غمخواریٔ دارد
طریق صبر می ورزم ولے دشواریٔ دارد
ولے بختِ من بیچارہ ناہمواریٔ دارد
بماہمرہ کنش یارا کہ باما یاریٔ دارد
زشادیٔ خیالت عزم شب بیداریٔ دارد
گہے زندہ است وگہ مردہ چنیں بیماریٔ دارد

۲۱۱

حسنؔ راحال درہم شد طبیباں ترک مرہم گو
علاج توچہ کار آید کہ زخم کاریٔ دارد

۷

دردے کہ دراو دوا نگنجد
وصلت بدعا چگونہ خواہم
مستانہ زنیم سر بپایت
عشق آمد وعقل رخت بربست

جز در دل مبتلا نگنجد
چوں نام تو در دعا نگنجد
در طاعتِ ما ریا نگنجد
یک شہر دو بادشا نگنجد

جاں چیست چو ما یگانہ گشتیم — بیگانہ میاں ما نگنجد
با تو غمِ اہل بیت نتواں — یک قافیہ در دو جا نگنجد

۲۱۲

جائے تو ورائے وہم و فہمست
آنجا حسن علا نگنجد

۶

انوار تو در نظر نگنجد — آثار تو در خبر نگنجد
عشق تو چو حور اے پری رُخ — در حوصلۂ بشر نگنجد
راہِ تو رہِ مجرّداں است — با مُرغ تو بال و پر نگنجد
گفتی ز در دگر سخن گوئے — آنجا سخن دگر نگنجد
خاک در تو چہ چشم داریم — آں سرمہ درین بصر نگنجد

۲۱۳

من بندہ حسن چگونہ گویم
حرفے کہ بگفت در نگنجد

۷

اوصاف تو در زباں نگنجد — اسرار تو در بیاں نگنجد
سودائے لب تو چوں تواں پخت — کاں لقمہ دریں دہاں نگنجد
گر نسبت گل کنم برویت — گُل در ہمہ بوستاں نگنجد
ور وصف رخت کنم بخورشید — خورشید در آسماں نگنجد
جاں پیش کشم چوں تو در آئی — در خلوتِ یار جاں نگنجد
عشقِ تو درونِ جانِ درویش — ملکیست کہ در جہاں نگنجد

۶	با من تو یکے شوی حسن گفت نا اہل دریں میاں نگنجد	۲۱۴

بازامروز بہ میخانہ گذر خواہم کرد
شنعت و شورش دوشینہ ز سر خواہم کرد

وجہ عیش و طرب از روے بتاں خواہم ساخت
خرقۂ ہستی ازیں نقش بدر خواہم کرد

سبب رقص گواہی من ار نشنوند
من ازیں ذوق یکے رقص دگر خواہم کرد

ملک معنی ز دلِ زندہ دلاں خواہم جست
علم از عالم ایں طائفہ بر خواہم کرد

از سر زلف بتاں بند قبا خواہم ساخت
وز خمِ گیسوے شاں بند کمر خواہم کرد

۱۰	نیکواں ہر چہ کنند اے حسن اندر حق تو بد مکن دل کہ ترا نیز خبر خواہم کرد	۲۱۵

حکایت شب ہجراں یار نتواں کرد
شکایت ستم روزگار نتواں کرد

بداں کہ یار ز ما دوری اختیار کند
بجائے او دگرے اختیار نتواں کرد

سپاس دارم اگر در غمش ہلاک شوم
برائے غم گلۂ زاں نگار نتواں کرد

دوائے درد دل از کس نمیتوانم خواست
چرا کہ راز نہاں آشکار نتواں کرد

کنار کرد بیکبار خواہم از دیدہ
کہ در میانۂ دریا قرار نتواں کرد

نخست زر ز دم از دیدہ پس شدم عاشق
کہ مایہ تا نبود ہیچ کار نتواں کرد

اگر چناں کہ چنیں دل ز خلق خواہی برد
بگرد کوئے تو دیگر گذار نتواں کرد

بوصل مید ہدم وعدہ غمزہ ات لیکن
بقول مردم مست اعتبار نتواں کرد

مگر ترا بکنار آورم شبے ورنہ	بہ بوسہ از دہنت اختصار تواں کرد

(۲۱۶) زآب دیدہ حسن راکنار جیحوں شد
منزلے او بہ ازیں در کنار تواں کرد (۵)

زچشمت چشم آں دارم کہ از چشمم نہ یندازد	بچشمانت کہ چشمانم بچشمانِ تو می نازد
زکات چشم چشمے کن بسوئے چشم از رحمت	کہ چشم راہجز چشمت دگر چشمے نمی سازد
رواں گردید بے چشمت ز چشم چشمہائے خوں	اگر چشم تو چشم راز چشم خود نیندازد
زچشمت چشم برگیرم چو چشمت گوشہ گیرم	کہ با چشم تو چشم من تو گوئی چشم می بازد

(۲۱۷) حسن تا دید چشمت را بچشمت ہر زماں چشمے
بچشمک مینزند چشمے اگر چشم تو بنوازد (۷)

ماہِ من از مشرق جمال برآمد	اخترم از خانہ وبال برآمد
عشق تواں باخت برابروئے معشوق	عید تواں کرد چوں ہلال برآمد
خوئے چو ستارہ زرخ بروں زدہ گوئی	کوکبۂ ماہ باکمال برآمد
صبحدمے فال نیک جستم از افلاک	طالع شاہ خجستہ فال برآمد
خسرو عادل علائے دنیا و دیں	قرعہ دولت ہزار سال برآمد
بخت چو زد سکہ عمر و مملکتش را	ہر دو طرف نقش لایزال برآمد

(۲۱۸) ورد حسن شد فرید فضل و جلالش
آں ہمہ از فضل ذو الجلال برآمد (۷)

روئے گل از ہوا نمے دارد　　پشت شاخ از صبا خمے دارد
مرغ ہر بامداد نالۂ زار　　از چہ دارد مگر غمے دارد
باغ بنگر دروں و بیروں خوش　　ہمچوں من وقت خرمے دارد
گرچہ امروز فاختہ بربام　　صدق و سجع دمادمے دارد
ساقیا خیز و مے بدہ کہ حسن　　سر ایں گفت و گو نمے دارد
دلش آسودہ از غم عالم　　تاچہ آسودہ عالمے دارد

(۲۱۹) کعبۂ دیں علائے دنیا انک
ہر کفے ہمچو زمزمے دارد (۷)

باز گل روئے خویشتن بکشاد　　بلبل مست را سخن بکشاد
دل مرغاں بسبزہ آرامید　　چشم نرگس بیاسمن بکشاد
صبحدم مے وزید بادے خوش　　گل گریبان پیرہن بکشاد
بت من چوں بباغ شد گوئی　　درے از خلد بر چمن بکشاد
باز خندہ زناں چو رفت بشہر　　گریہ از چشم مرد و زن بکشاد
رازِ عشقت نمی کشادم من　　چکنم آبِ چشم من بکشاد

(۲۲۰) حقہ در کہ بستہ بود لبش
ہمہ از دیدۂ حسن بکشاد (٦)

دل من جز ترا نمی خواہد　　بے بقایت بقا نمی خواہد

حاجئی کو طواف کوتیو برد
حج خود را روا نمی خواہد

آنکہ بیمار نشتر عشق است
رنج خود را شفا نمی خواہد

ما دعا میکنیم لیکن بخت
حاجتِ ما روا نمی خواہد

من ہمی خواہم و تو میخواہی
چکنم چوں خدا نمی خواہد

۲۲۱

حسن ار جان دہد ترا بپذیر
می بہ بخشند بہا نمی خواہد

۷

باز گل از باغ رفت باد صبا میرود
آب دو چشم روانست آب چرا میرود

خیلِ چمن میرود آمدنش از چہ بود
برمن ازین رفتنش وہ کہ چہا میرود

رفتن او چوں کہ دید واں قدِ بالائے او
سرو بشمشاد گفت ایں چہ بلا میرود

اے گل دلہا دمے عیش من از روئے خویش
تازہ چو گل کن کہ عمر ہمچوں صبا میرود

نالہ شد از حد بروں درد نرفت از دروں
تا تو نباشی طبیب درد کجا میرود

دوست رسید و فزود حسرت ما آنچہ بود
آمدنش چوں گلست آمد و وا میرود

۲۲۲

ہر چہ ز تو میرود بر حسن آں شاکر است
حمل وفا میکند گرچہ جفا میرود

۷

درد ما را ہمہ او دوا داند
کو ست درمان ہر کہ درماند

دل دیوانگان بگیسوئے او ست
کیست کاں سلسلہ بجنباند

تحفۂ ما فرو نمی خواند
آنکہ در مکتبش فرستاند

لشکر عشق او بلائے خداست
این بلارا کہ باز گرداند

گر بدریا در افگند مارا
سوز ما شور او فروشاند

عقل نامرد عشق او شدنی
گربہ باشیر پنجہ نتواند

۲۲۳

حسن از پیش چشم او بگریز
ترک منتست و تیغ میراند

۷

دلا بے وصل جاناں چوں تواں بود
گر او جانست بے جاں چوں تواں بود

مراگو پند صابر باش بے دوست
چو بے او بودنتواں چوں تواں بود

حدیث عشق ما صحرا اگر فتست
بکنج خانہ پنہاں چوں تواں بود

چو گل در جلوہ شد بلبل ہمیگفت
کہ اکنوں بے گلستاں چوں تواں بود

اگر نبود نمکدان لب تو
بخوان خلد مہماں چوں تواں بود

چہ آید پاکشاں زلف چو زنار
دراں خانہ مسلماں چوں تواں بود

۲۲۴

حسن معشوق آں دارد زخوباں
بگو آں خود کہ بے آں چوں تواں بود

۷

گر خط شبگونت گرد ماہ برآید
از دل تفتہ ہزار آہ برآید

شحنہ شہر ار کند تفحص خوباں
ہر طرف آواز دادخواہ برآید

دوش چو طالع شدی شمع بکشتم
شمع چہ حاجت بود چو ماہ برآید

در برہے بگذری بسایۂ قدت
طوبے دیگر میان راہ برآید

مصلحتم را نظر بمرحمت نست
گر بچکد بر زمیں ز برگ گلت خوے

کار رعیت بلطف شاہ برآید
صد سمن از بیخ ہر گیاہ برآید

۲۲۵

سوئے زنخدانت بر کلالہ مشکیں
تا دلِ مسکیں حسنؔ ز چاہ برآید

۷

بوئے راحت در ہمہ عالم نماند
چند پرسے از نکو نامے ازانک
ماندہ ام با یک دل صد جائے ریش
مردم از غم چوں رہم انصاف رفت
یک نفس در کار بود آں ہم گسست
با کہ خواہم دم زدں از محرماں

آدمیت در بنی آدم نماند
نیک نامے در ہمہ عالم نماند
چوں کنم کاندر جہاں مرہم نماند
بیژنؔ از چہ کے رہد رستم نماند
نیم جانے ماندہ بود آں ہم نماند
محرمیت را چو یک ہمدم نماند

۲۲۶

حال محرم بشنو از بندہ حسنؔ
در ہمہ عالم چو یک محرم نماند

۷

چنیں کاں تازہ گلنار آفریدند
چو باغ حسن او گلہا بروں زد
شبے تارے ز زلف یار سر زد
مگر وصف لب او خواست گفتن
ز بویش چشم تیرہ روشنی یافت

نمودے از رُخِ یار آفریدند
ز یک گل ہشت گلزار آفریدند
ہماں شب مشک تاتار آفریدند
کہ طوطی را شکر خوار آفریدند
مگر یوسف دگر بار آفریدند

نوائے زاہد عزیز و پارسا باش	حسن را خوار مے خوار آفریدند

۲۲۷	نزیبد عاشقاں را پارسائی کہ ایشاں را گنہگار آفریدند	۵

مرا بجز روز دیدارت بہ از صد روز عید افتد	مبادا اگر تو برگردم ہمہ عیدم وعید افتد
دعائے گفتن و دادے شنیدم آرزو دارم	کرم کن پیش ازاں کیں کار در گفت و شنید افتد
تو گر از تا ز تیغ خود نیالائی بخون من	میان کشتہا افتم مگر نامم شہید افتد
مبارک روئے تو باآں جمال پیش از اندازہ	بداں نوروز می ماند کہ اندر روز عید افتد

۲۲۸	حسن از تو نظر ہا چشم میدارد اگر چہ تو نظر کمتر کنی بر کس چو افتد بر مزید افتد	۷

دل در غم رخت کہ ہمہ درد می شود	درمان درد من چہ تواں کرد می شود
گہ گاہ نرگست نظرے می کند بمن	شک نیست آنکہ مست جوانمرد می شود
از رشک رنگ چہرہ تست آنکہ آفتاب	ہر روز سرخ می شود و زرد می شود
دعوی حسن طلعت تو می کند ہمے	ہم خود ز شرم دعوی خود سرد می شود
اے آفتاب مشرق میداں بگرد گوئے	چندیں مگرد گوئے تو برگرد می شود
عشقت بسوئے شہر و دِہ آوردہ میبرم	شہرے چو من فدائے رہ آورد می شود

۲۲۹	در عشق روز خواب و خورم آگہے نبود بندہ حسن ز ہر دو جہاں فرد می شود	۷

چشم مستت قصد ہشیاری کند	دم بدم در پرده خونخواری کند
در مسلمانی روا باشد که او	بیگناہے مردم آزاری کند
کافر زلفت سرش ببریده باد	روز ما را چوں شب تاری کند
باکمند زلف ترک چشم تو	ہر شبے تا روز عیاری کند
از خطا باشد که با خاک درت	خود فروشی مشک تاتاری کند
از فراقت جاوداں رستم اگر	دلبرا وصل تو آم یاری کند

٢٣٠	در فراقت خوں ہمی گرید حسن واے اگر او گر یہ و زاری کند	٥

باز جانم را غمے سخت افتاد	خون دل چوں باده یک لخت اوفتاد
چہرهٔ امیدم از نطع مراد	ہمچو رُخ بر گوشهٔ تخت اوفتاد
چوں شود حالم دریں سیلاب غم	ہم شتر غلطید و ہم رخت اوفتاد
صبر گم، دل غائب، و دلدار دُور	بخت ما بنگر چه بدبخت اوفتاد

٢٣١	اے حسن مردانه بر سختیٔ عشق دل بنه کیں واقعه سخت اوفتاد	٦

چشم تو گرچه میکشد عاشق و نازمی کند	عاشق خسته ہمچناں عرض نیاز می کند
قبلهٔ عاشقاں توئی ہر که سجود بـنـدگی	جز برخ تو می کند سهو نمـاز می کند
در نظر محققاں راه زن مخالفست	خواجه که از ره ہوا عزم حجاز می کند

مُرغِ دلِ شکستگاں یار گرفت و صید کرد	باز خوش آمدش گر صید کہ باز می کند
بر لحد سبکتگیں بگزر و حالِ او ببیں	خاک شد ست ہمچناں یادِ ایاز می کند

۲۳۱	وی حسنؔ شکستہ را بندۂ خویش باز خواند لطف نگر کہ آں شہ بندہ نواز می کند	۶

دیر شد یارِ من بہ من نرسید	بلکہ بُوئے ازاں چمن نرسید
یوسفِ من ز من جُدا اُفتاد	دیدہ خوں گشت و پیرہن نرسید
ہر کہ نامد ز خویشتن بیروں	او بمقصود خویشتن نرسید
دوش قرباں عشق می گشتم	چکنم ترک تیغ زن نرسید
بہ تمنائے گیسوئے و ذقنش	در چہ افتادم و رسن نرسید

۱۳۲	عالمے مست شد ز جامِ لبش جُرعۂ حصۂ حسنؔ نرسید	۶

گرت روم بہ فدا عمرِ دوستاں تو باد	ہزار جانِ گرامی فدائے جاں تو باد
بہوئے وصل تو کے پرورم جاں در تن	کہ آفرین خدا بر تن و رواں تو باد
از آستانِ تو دارم مرادِ ہر دو جہاں	کہ حادثاتِ جہاں دور ز آستاں تو باد
مرا ہر سیت بلا کش و گر قبول افتد	فدائے پائے سگِ کوی پاسباں تو باد
ہراں سرے کہ دراں سر ہوائے عشق نبود	چو راہ خاک فتادہ بر آستاں تو باد

	بمرحمت نظرے کن تو بر حسنؔ اے دوست	

۲۳۳	کہ در غمِ تو چناں شد کہ دشمناں تو باد	۷

فلک با کس دلِ یکتا ندارد	ز صد دیدہ یکے بینا ندارد
درخت دہر سرتا پاے خار است	تو گل میجوئی او اصلا ندارد
جہاں از مردمیہا مردماں را	نویدے میدہد اما ندارد
دریں کوار کسے سرکہ فروشد	مرنج از وے کہ او حلوا ندارد
کسے کز ہفت بامِ چرخ بگذشت	بباغ ہشت در ماوا ندارد
کسے کاینجا مربع می نشیند	دراں ایواں ہماں خود جا ندارد

۲۳۴	حسن آخر چرا اندیشی امروز ازاں فردا کہ پس فردا ندارد	۵

زہر کہ رائحۂ روح بخش جود آید	بر آستان درش شیر در سجود آید
ازاں ترا ز عدم در وجود آورد شد	کہ از تو مردمے وجود در وجود آید
کسے کہ قاف قناعت وطن چو عنقا کرد	کجا دگر بدو عالم سرش فرود آید
گلیم فقر من از اطلس زمانہ بہ است	کجا برم قصبے را کہ بوئے دود آید

۲۳۵	حسن زنیک و بد روزگار شکوہ مکن خوشست ہرچہ کہ از واجب الوجود آید	۱۰

باغ خوبی تو از سر تازہ شد	خطِ تو چوں سبزۂ تر تازہ شد

سایۂ قدِ تو بر بستاں فتاد
رونق سرو و صنوبر تازہ شد

روئے تست آں گل چو از خوئے گشتہ تر
یا بہشت از آبِ کوثر تازہ شد

زلف جاں اربر بہ بستی گرد سر
زندگانیٔ من از سر تازہ شد

گل ز رشک روئے او پژمردہ بود
در عرق چوں دید از سر تازہ شد

بوئے گیسویت بعطاراں رسید
روزگار مشک و عنبر تازہ شد

در چمن میرفت دی خندہ زناں
از دہانش غنچۂ تر تازہ شد

خط دیگر تازہ کردی گرد لب
جان خلقے بار دیگر تازہ شد

یک سخن از لعل او ہر کو شنید
در دلِ او میل شکر تازہ شد

۷	مر حسن را در دل ایں عشق آتش است ریش چندیں سالہ بنگر تازہ شد	۲۳۶

من باز بادہ خوردم رسم گذشتہ نو شد
تسبیح بیع کردم سجادہ ہم گرو شد

زاہد کہ گفت از مے یکقطرہ ہم ننوشم
چوں دوست گشت مے کش سجادہ اش گرو شد

صوفی بخلوت اندر میزد نہفتہ رقصے
چوں شمع گشت پیدا پروانہ گرم رو شد

صندوق سینہ در رہ بستم ولیک ناگہ
دردِ کہن بروں زد عشق قدیم نو شد

بازار زاہدی را خمار گشت شحنہ
ہر جرعہ بصد جاں تقویٰ بہ نیم جو شد

بردیم گوئے معنی بیروں ز ہفت میدا(ں)
ایں رخش ہمت ما یارب چہ دور دو شد

۵	بخشا حسن ازیں پس درج سخن بہ ہر جا شہرے شدہ سخن چیں واں بت سخن شنو شد	۲۳۷

سورۂ فاتحہ روئے ترا ہر کہ بدید
"انبت اللہ نباتاً حسناً" گفت وگذشت
"زادك اللہ جمالاً" نتواں گفت کہ نیست
خستگانِ غمِ عشق تو فقیر ندو غنی

"قل ھو اللہ احد" خواند و باخلاص دمید
خضر آنگہ کہ بگرد شکرت سبزہ بدید
بجمال طرب افزائے تو امکانِ مزید
تشنگانِ لب لعل تو شقی اند وسعید

۲۳۸

اے خوش آں ساعتِ میموں کہ بگویند حسنؔ
کہ فلاں عاشق بیچارہ بمقصود رسید

۵

غمت را جائے جز در جان نباشد
غمت ہر گہ کہ می آید بیا گو
غریبے دوش می نالید و میگفت
طبیبے را حدیث عشق گفتم

من از جاں فارغم گر آں نباشد
در درویش را درباں نباشد
شب عشاق را پایاں نباشد
بگفت ایں درد را درماں نباشد

۲۳۹

حسنؔ وصل تو میجوید محالست
گدا ہم کاسۂ سلطاں نباشد

۷

تا سبزہ ہرا سبزہ بگلزار بر آمد
موجے کہ زوایں دیدہ زنادیدن رویش
گل کاشتہ بودم کہ مگر خوش گذرد روز
در مسجد و میخانہ چو گفتند حدیثش
کس نیست کہ مژدہ بردم سوئے حریفاں

بس نعرہ و فریاد زگل زار بر آمد
در بستہ بدم آب ز دیوار بر آمد
بخت من بدروز ہمہ خار بر آمد
فریاد ز سجادہ و زنار بر آمد
کاں مست انا الحق بسر دار بر آمد

آں ماہ کہ در اوج عرب بود طلوعش	ناگہ شبے از زاویۂ غار برآمد

۲۴۰
ہاں اے حسن اندر رہِ عشق تو فرو شد
چوں نام تو امروز دریں کار برآمد
۷

خورشید بروئے تو چہ ماند	فردوس بکوئے تو چہ ماند
خورشید بکام زرد رویست	آں روئے بروئے تو چہ ماند
مہ ہم بخسوف ہست بدرنگ	آں بد بہ نکوئے تو چہ ماند
شب گرچہ کہ ہست سربسر تار	آں تار بموئے تو چہ ماند
روئے تو بہ از ہزار خورشید	خورشید بروئے تو چہ ماند
بوئے گل اگرچہ دوست دارم	آں بوے ببوئے تو چہ ماند

۲۴۱
اے گم شدہ یوسف حسن[عہ] تو
آں دوست بخوئے تو چہ ماند
۷

دوش از دم من باد صبا را کہ خبر کرد	وز نالۂ من مرغ ہوا را کہ خبر کرد
سرگشتگی حال مرا تا نفس صبح	شب محرم سر بود صبا را کہ خبر کرد
من بودم و کنجے و حریفے و سرودے	غم را کہ نشاں داد بلا را کہ خبر کرد
یک صوت حزیں شب ہمہ شب مونس ما بود	ایں نعرہ زن حیّ علیٰ را کہ خبر کرد
عقل آمد و گفتہ ز غم دوست مشو خوش	زیں وقت خوش آں دشمن ما را کہ خبر کرد
گفتم کہ نیندیشم از اندوہ خود امشب	اندیشۂ اندوہ فزا را کہ خبر کرد

در آتش و در آب فگندند حسن را

عہ در جمیع نسخ بہ ہمیں طور است

۲۴۲	اے سینہ واے دیدہ شمارا کہ خبر گرد	۵

سر زلفش اگر گشادہ شود
کار ہا سر بسر گشادہ شود
زلفش از مشک مشک از خونست
خوں بخونِ جگر گشادہ شود
روے من دید خندہ کرد آرے
ہمہ تنگی بزر گشادہ شود
دل تنگم ز خندہ اش بگشاد
دل بہ لعل و گہر گشادہ شود

۲۴۳	در دولت گرفتہ باش حسن تو چہ دانی مگر گشادہ شود	۵

الںثار اے دل کہ دلبر میرسد
ماہِ اندک سال من در میرسد
بخت من مے خواندروئے دوستیش
بخت بیں ناخواندہ بر سر میرسد
خود چہ میگویم بنام ایزد چو گل
گر نکو رفت او نکو تر میرسد
چیست ساغر کلۂ بازار عیش
کلّہ رنگیں کن کہ ساغر میرسد

۲۴۴	اے حسن بے وقت توبہ میکنی توبہ بشکن وقت گل در میرسد	۵

درد او دود از دل من میکشد
مرغ جاں را از نشیمن میکشد
گفتۂ چندیں دم از شوقم مکش
چوں کنم جاناں دل من میکشد
بندہ کو بیت ما من خود ساختہ
رخت ایماں را بما من میکشد

ا؎ سقف خانہ و ہر چیز کہ بمنزلہ سقف باشد، وخیمہ وغیرہ ۲؎ چہرہ

ہر کہ خورشید رخت دید اے صنم	رُو بسجدہ چوں برہمن میکشد

۲۴۵	چوں حسنؔ را از تو امیدے نماند پائے نومیدی بدامن میکشد	۵

گر ز زلفت بندے از ہم بگسلد	بند بند عاشق از ہم بگسلد
زلف دلبند تو یارب نگسلاد	زانکہ صد دل زیر ہر خم بگسلد
عقلہا بگسست از عشقت بلے	ہر چہ نا محکم ز محکم بگسلد
گر نہ پیوندی تو با من ہفتئہ	ہفت پیوند من از ہم بگسلد

۲۴۶	مر حسنؔ را بر در خود جائے دہ تا بیکبار از دو عالم بگسلد	۷

یار در انجمن نمی گنجد	نام اور در دہن نمی گنجد
تا بخون من آستیں برزد	بندہ در پیرہن نمی گنجد
ہر کرا عشق او بمیر انید	او خود اندر کفن نمی گنجد
تا رخش را بگل صفت کردم	گل میان چمن نمی گنجد
دہنش را بغنچہ کردم وصف	غنچہ در خویشتن نمی گنجد
بلکہ ہیچست آں دہن زیراک	ہیچ در فہم من نمی گنجد

۲۴۷	حسن او بے حدست او صافش در ضمیر حسنؔ نمی گنجد	۷

ہر کہ در شہرہ بلا خُسپد	بہ کہ از چوں توتے جدا خُسپد
خال تو بر زنخ چہ تکیہ زند	طفل نزدیک چہ چرا خُسپد
سرو پیشت قدم نیار و زد	گوئیا کش زباد پا خُسپد
دل ز گیسوئے تو بر انگیزم	چند در سایۂ بلا خُسپد
عافیت را چگونہ دارد چشم	آنک در کام اژدہا خُسپد
گیرم از بند زلف تو بجہم	چشم بدمست تو کجا خُسپد

۲۴۸	جُز بخوابت حسؔن نہ بیند لیک کے گذارد غمِ تو تا خُسپد	۷

باز فصلِ بہار می آید	ہمہ اسباب کار می آید
بوستاں باز مشک می بندد	کہ صبا مشکبار می آید
مُرغ بانگ جرس کُند آرے	کاروان بہار می آید
پائے گل از پیادگی در ماند	سرو بارے سوار می آید
شاخ گلبرگ گرد ز تختنی	شادی آنک یار می آید
یار با دور باش ناز خوشست	کہ چو شاہاں بیار می آید

۲۴۹	حسؔن از یاد دوست خوش کن عمر عمر بے اوچہ کار می آید	۷

خوبی تو ترا وفا نباشد	در تیرہ دلت صفا نباشد

سلطان بتاں عہدی امروز	در عہد بتاں وفا نباشد
چشمت جگرم بدوخت آرے	ترک از ترکی جدا نباشد
طعنے زدهٔ گله چه آرم	گر تیر زنی خطا نباشد
کامے چو منے روانه کردی	این از چو توئی روا نباشد
عقلم شد و عشق ماند آرے	بیگانه چو آشنا نباشد

۲۵۰	ناکس شمری ہمه کساں را باشد که حسن علا نباشد	۷

روے که تراست مه ندارد	نقصاں تو ہیچ ره ندارد
این کوکبهٔ که ہم تو داری	خورشید نداشت مه ندارد
فتنه که از او خرد زند چشم	جز چشم تو خوابگه ندارد
جاں در ولهٔ تو ماند جانا	والله که جز این وله ندارد
زلفت که ہزار دل نگهداشت	ہرگز یک جاں نگه ندارد
دل چاره گر محبت تست	بیچاره جز این گنه ندارد

۲۵۱	درماند حسن پناه او شو کو جز درِ تو پنه ندارد	۷

عالم چو توئے دگر ندارد	سروے ز تو تازه تر ندارد
خوباں تو کش و بتاں تو می بند	کیں حکم بکسے دگر ندارد

دریائے ملاحتست رویت — خورشید بران گذر ندارد

چشم تو خراب کرد دو چشم — یا مست بدو خبر ندارد

عاشق کہ در فتاد بیرون — بیرون ز درِ تو در ندارد

تا کے گوئی کہ رخت بردار — بیہودہ مگو کہ بر ندارد

۲۵۲	درمان دل حسن بہ فرمائے تا درد تو در جگر ندارد	۶

دل بہ بندِ زلف تو در میرود — آتشے در بار عنبر میرود

تا تو چوں ماہے ز چشم رفتۂ — ہر شبم از دیدہ اختر میرود

دل ہمہ زلف تو عنبر بوے یافت — ہم بداں بوائے صنم در میرود

پائے صبر من فرو شد لاجرم — پا بپایہ عشق تو بر میرود

حُسن پارینہ دو چنداں کردۂ — کار تو امسال بہتر میرود

۲۵۳	از نم چشم و تف سینہ حسن ہر نفس در آب و آذر میرود	۷

الوداع اے دل کہ دلبر میرود — رُوح بخش و روح پرور میرود

ماہ ساں منزل بمنزل مے کشد — خور صفت کشور بکشور میرود

در پیش و ہم سبک رو بستہ ام — او ز وہم من سُبکتر میرود

گفتیم باب سخن بکشا برو — نے سخن در باب دیگر میرود

گرچو زر گویم سخن ہم سود نیست دل شد و صبر ست پا اندر رکاب	چوں سخن امروز در زر میرود رو کہ سلطاں رفت لشکر میرود

۲۵۴	در حسن بینید کز حسن و فا دل نہ و د نبال دلبر میرود	۶

فصل نو روز ست و نو بر میرسد مرغ بے تاب است مالِ میوہ را بید من لرزانست ہر ساعت چو باد پائے بندست ایں نے اندر روئے گل ابر از قوس قزح دارد کماں	غنچۂ نو خیز من در میرسد زانکہ از ہر شاخ بن بر میرسد در صف گلزار صفدر میرسد ابر خود بر آب دیگر میرسد لاجرم تیرش قوی تر میرسد

۲۵۵	تا کہ مُلکِ غنچہ شد مِلکِ بہار در خزانش بے عدد زر میرسد	۷

وقت آں آمد کہ گل بیروں شود باد بر خیزد بروئے سبزہ تند کوہ از لالہ علم بر پائے کرد ابر چوں نوفل بگشت از عہد باغ شاخ میداند کہ گل خواہد شدن بادہ دہ زاں پیش کر دوئی ابر	گونۂ گلزار دیگرگوں شود سبزہ از راہِ چمن بکیسوں شود ہم کنوں دہلیز گل بیروں شود باغباں نشگفت گر مجنوں شود خویشتن کج می نہد تا چوں شود غنچہ را ناگہ درونہ خوں شود

۲۵۶	گر حسن را برکشی چوں ابرِ باز کار او گرداں تراز گردوں شود	۵

هر کرا از یاد تو مستی بود
هر که با تو راست شد از خود برست
اشکِ من دریات می غلطد بلے
چشمِ تو بر حالِ من تر شد چه شد

نقل او ترکِ همه هستی بود
راستت این راستی رستی بود
آب را همت سوئے پستی بود
گریهٔ مستاں هم از مستی بود

۲۵۷	گر حسن افلاس می ورزد مرنج مایهٔ عاشق تهی دستی بود	۷

یار از صبرم جدائی میدهد
زلف بر رُخ راست گوئی دیو را
قد چوں نے شکرش را آسماں
شوقش از زر رخ و سیم سرشک
مردمِ چشمِ جهاں بین مرا
خط کشیده عاقبت بر حالِ من

کار خوبے را روائی میدهد
با فرشته آشنائی میدهد
رونقِ شیریں قبائی میدهد
مفلساں را پادشائی میدهد
خط سبزش روشنائی میدهد
دعوی آرد دل گواهی میدهد

۲۵۸	تا بد و پیوست بیچاره حسن از دل و دینش جُدائی میدهد	۶

پیشتر آئے ماہ من پیشِ کہ ماہ دے رسد
دور مدار مے زمن راحتِ من زمے رسد
زاں مے لالہ گوں کزو گُل شگفد بہر زماں
فصلِ بہار تازہ کن پیشِ کہ ماہ دے رسد
خوں مرا چو خوے مریز اے گل نو رسیدہ ہاں
خون قرابہ خورد مے تا ز گل تو خوے رسد
غرہ رویت اے صنم گرچہ بحُسن نشر شد
غرّہ مشو کہ ہم کنوں فرش زماں بطے رسد
خیز و زروئے یک دلی خوش دلئ بمار ساں
خود ز سپہر دہ دلے ناخوشئ ز پے رسد

۲۵۹

چشم حسؔن سفید شد در رہِ انتظار تو
بو کہ ز چوں تو یوسفے بوئے وفا بوے رسد

۸

اے رخت رشکِ مہِ زیبائے عید
روئے تو عید و لبت حلوائے اوست
روئے تو شمع شب افروز برات
از لب تو خلق را آشوب شہر
وصل تو عید ست و فردا وعدہ اش

در ہلالِ تست جانا جائے عید
چاشنی شکرطست از حلوائے عید
شمع تو صبح جہاں آرائے عید
وز جمالت شہر را غوغائے عید
من چو طفلاں شاد بر فردائے عید

شیر خرما خواہی اندر عید ہست عید بالائے ہمہ شادی بود	اشک من شیر و لبت خرمائے عید شادئ دیدار تو بالائے عید

۲۶۰	امشب از طالع حسن را ساز نیست تا طلوع روز شادی زائے عید	۵

دل پیش کش نا کردہ جاں در پیش جاناں کے رسد
مرغ سلامت رو چو من پیش سلیماں کے رسد
او بے من و من بے کسم از بے کسانِ مفلسم
آنجا رسم نے کے رسم مفلس بسلطاں کے رسد
سینہ جگر را تاب زد بر چشم راہِ خواب زد
جاں خانۂ چشمِ آب زد کاں یار مہماں کے رسد
خورشید گوئے آمدہ مہ تیر چوگانی شدہ
ابر آب در میداں زدہ تا او بمیداں کے رسد

۲۶۱	ہاں اے حسن رو دل بہ و ز ننگ و نام دل برہ بر نامِ خوباں دل بنہ نامہ از ایشاں کے رسد	۷

مرا ز غائب من یک خبر کہ می آرد چو مہ نشانہ شد اندر سفر مسلماناں حدیث یوسف و یعقوب مختصر کردم	دو دیدہ در قدمِ اوست ہر کہ می آرد نشانے از مہ من در سفر کہ می آرد زغایبے بہ رفیقے خبر کہ می آرد

شب سیاه بپوشید راه بر قاصد	پیام صبح بمرغ سحر که می آرد
بجز صبا که درو بوے آشنائی هست	نسیمِ یار بیاراں دگر که می آرد
کبوترے ز دل آرام میرسد اینک	ولیک نامه ندانم بیر که می آرد

۲۶۲	حسن که بے خبرست از فراق می گوید مراز غائبِ من یک خبر که می آرد	۷

غمت به قصد من ناتواں چه می آید	هم از تو شکر تواں گفت انچه می آید
کشید خواهم هر سرکشی که خواهی کرد	زمین نترسد کز آسماں چه می آید
لبے که بر دل من میکشد کماں حشمت	بداں که بر دلِ من آں زماں چه می آید
مگر که در قدمت خواهد اُدفتاد اشکم	وگرنه از سرو دیده رواں چه می آید
هزار نافهٔ مشک است گرد گرد میانت	بگو نصیبهٔ من زاں میاں چه می آید
سبک شدم همه از عشق روئے بر گوئے	که بر تو هر سخنِ من گراں چه می آید

۲۶۳	قبول کن سخنانِ حسن که مقبول است نه آنچناں که تو خواهی چناں چه می آید	۷

نسیم از سرِ زلفِ تو تا نمی جنبد	رگِ حیات در اعضائے ما نمی جنبد
بخندی از دمِ سردم دریں شگفته نیست	که گل نمی شگفد تا صبا نمی جنبد
هزار وعدهٔ کرد او زلف پیچانت	هنوز سلسله اش از وفا نمی جنبد
باشنائیت افتاده ام دریں غرقاب	تو دست ده که مرا دست و پا نمی جنبد

عه دلے چو سنگ تو داری ولیک حیرانم -

حکیم چند نصیحت کنی دل مارا
سوار کشِ کلہم را نظارہ کن کہ چہ فرس

مکن کز آب تو ایں آسیا نمی جنبد
ہمے دواند و بندِ قبا نمی جنبد

(۲۶۴)

زہے حسن کہ اگر تیغ بر سرش رانند
چو کوہ وقت تحمل ز جا نمی جنبد

(۷)

ہرگز خبرے یا بم کاں گم شدہ باز آمد
در معرکۂ ہجرم امید کہ گوید کس
بنواخت مرا روزے چوں نامے چرا نالم
اے مہ سفر اوّل در موسم گل رفتی
یک نامہ فرستادم شوق دو رخت در وے
در آرزوئے زلفت خطے دو سہ افزوں شد

از اندیشہ غم رفت آں رفتہ فراز آمد
آں غازی قلب اشکن بر مرکب ناز آمد
در بندگی آں لب کو بندہ نواز آمد
باز آئے کنوں آخر آں قابلہ باز آمد
مضمونش ہمہ عجز ست عنوانش نیاز آمد
تا عیب نفرمائی گر نامہ دراز آمد

(۲۶۵)

خورشید رخش تا شد از چشم حسن غائب
زاں سوز چو شمع انکم ہر شب بگداز آمد

(۶)

حالِ من یار نکو روئے نکو می داند
تو مپندار کہ دلبر ز دلت آگہ نیست
اہلِ دل صورتِ معشوق بہ برقے بینند
مصلحت نیست کہ پندم دہی اے خواجہ حکیم
قیمت آبحیات دہنش از ما پرس

دل ازو تا چہ بلا دید ہم او می داند
ہر کہ چوگاں بزند حالت گو می داند
پیر پیراہن فرزند بہ بو می داند
ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند
تشنہ بادیہ قدر لب جو می داند

(۲۶۶) درد دل پیش دل آرام چه گوئی چندیں
اے حسن خواه بگو خواه مگو می داند (۷)

عشاق بے دلت راستی بجاں نباشد
با تو بجاں چه حاجت گر در میاں نباشد

چه از ارم رسیدی یا از ریاض رضواں
بوئے که از تو آمد در گلستاں نباشد

طوبے ست قامت تو کوثر لب تو نے نے
کوثر سخن نگوید طوبے رواں نباشد

گفتم لبے بمن ده دنداں نمود آرے
حلوائے خوب رویاں بے استخواں نباشد

دادی امانت عشق از جاں قبول کردم
بارے که از تو آید هرگز گراں نباشد

گفتی ز من جدا شو یا سر بنه بریں در
اے من سر تو گردم ایں باشد آں نباشد

(۲۶۷) در عشق تو حسن را اندیشه نیست از جاں
پروانه را در آتش پروائے جاں نباشد (۷)

اے شده باز از بر ما هم بر ما باز گرد
گرچه در خوں پا فشردی هم بدیں پا باز گرد

عزم ره کردی و دلهائے عزیزاں هم بهت
میر خوباں همچناں با قلب یکجا باز گرد

تا رواں گشتی رواں گشت از دو چشمم چشمه ها
گر به پرسش نائی از بهر تماشا باز گرد

میروی سرکش چو ابر از چشم چوں دریائے من
اے ز قطره پاک تر آخر بدریا باز گرد

چند چوں مه از همه دیوانگاں پنهاں روی
همچو خورشید درخشاں آشکارا باز گرد

رفتی و از طنز گفتی کاے ازاں دیگراں
من از ینها نیستم والله ازاینها باز گرد

گرچه نفرستی سلامے مر حسن را هیچ وقت

(۲۶۸) هم سلامت در پناه شاهِ والا باز گرد (۷)

اے سحر آں نفس سحر نمائے تو چہ شد — صبح از راہ غلط کرد صفائے تو چہ شد
شب بریں کوکبہ کامد ہمہ آفاق گرفت — آنچناں خنجر آفاق کشائے تو چہ شد
پردۂ عیش مرا دست سحر گہ نواخت — آخر اے مرغ سحر خیز نوائے تو چہ شد
اگر آواز دہل پست شد از کوفتگی — اے خروس ایں ہمہ آواز چو نائے تو چہ شد
دست چرخ ار بشکستند کہ سیارہ بخفت — آفتابے تو چہ می پائے و پائے تو چہ شد
منم از تیرہ شب خویش علی اللہ زناں — اے مؤذن تو کجا حی علائے تو چہ شد

(۲۶۹)
گبرم امشب ہمہ درہائے فلک بربستند
حسن آں جنبش مفتاح دعائے تو چہ شد
(۷)

دوش بکوئیت گذرے اوفتاد — بے خطراں را خطرے اوفتاد
باز ہوائے توام از جائے برد — ناگہم آنجا گذرے اوفتاد
راہ قیامت سفر کوئے تست — وہ کہ قیامت سفرے اوفتاد
چشم تو ترکانہ در آمد بصید — دل نہ کہ جاں را ضررے اوفتاد
گرچہ کماں سوئے دلم داشتہ است — تیر ازاں سوئے ترے اوفتاد
مست بدو خواب کناں لاجرم — زخم دگر بر دگرے اوفتاد

(۲۷۰)
چشم نے زد حسن از چشم زخم
ہم ز قضا ایں قدرے افتاد
(۶)

ل = فتح اول و یائے مجہول دیوار بسیار بلند و سدے کہ پیش چیزے بکشند۔ برہان

چشمم کہ سوئے عاشق گذریت می نیفتد
منم اندر انتظارت کہ رہے بتو بیابم
زغمم کہ حد ندارد مہ من تراچہ روشن
قد تو چو نخل خرما ز تو دست خلق کوتہ
زغم تو ہفت عضوم پر از آتشت بنگر

بفتادگی یاراں نظریت می نیفتد
چہ فتاد تا ازیں سو گذریت می نیفتد
چو دریں حدود ہرگز سفریت می نیفتد
چکنم بریت چندیں چو بریت می نیفتد
کہ زہفت دوزخ من شہریت می نیفتد

۲۷۱

حسن است مرغ دامت مکنش بہجر بسمل
کہ نکوتریت ازوے دگریت می نیفتد

۷

باز از خط تو حجت خوبی تمام شد
تخمے کہ بر امید تو کشتیم خاک خورد
عقلم کہ زیں بر ابلق ایام می نہاد
اے خواجہ در محلت تقوی قرار گیر
انکو نگفت مذہب عشق ترا حلال
شاہے[له] بتخت غزنی وصد شاہ بندہ داشت

باز آں بلا کہ خاصۂ ما بود عام شد
دیگے کہ در ہوائے تو پختیم خام شد
آخر بتازیانہ عشق تو رام شد
در کوئے عاشقی نتواں نیک نام شد
خونش حلال و عمر عزیزش حرام شد
عشقش چناں گرفت و غلام غلام شد

۲۷۲

در عاشقی بمیر حسن تا شوی تمام
نشنیدۂ ہر آنکہ بمیرد تمام شد

۷

خطے کز روئے یار من برآمد
ز ابر دیدہ چنداں ریختم آب

امید روزگار من برآمد
کہ سبزہ از بہار من برآمد

لہ محمود غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت

نگارم نقش ایوانِ بہشت است مرا با خط خوبش بود کارے اگر خارےᵉ بپائے وقت من رفت ہزار امید بود ست از درِ او	دگر نقش از نگارِ من برآمد بحمد اللہ کہ کارِ من برآمد ز دست دوست خارِ من برآمد بہمت ہر ہزارِ من برآمد

(۲۷۳)

حسن گوید کہ مقصودِ دو عالم
بیک دیدار یارِ من برآمد

(۷)

ہم یار بدست آمد ہم کار فراہم شد سلطان جمالش را از خط و رخ رنگیں بکشاد لب شیریں شہرے بنشاط آمد یکچند مہ از رویش میزد بہوس لافے اے شانہ سر موئے مفگن ز سر زلفش احسنت زہے طالع زلف و رخ خوبش را	المنة للہ کہ ایں ہم شد و آں ہم شد ہم زنگ بجنگ آمد ہم روم مسلم شد بنمود رخ زیبا خلقے خوش و خرم شد چوں چند شبے بگذشت آں لاف زدن کم شد کز زخم زبان تو بسیار فراہم شد کیں قاتل دلہا گشت واں قبلۂ عالم شد

(۲۷۴)

بہر دل و دیں وقتے مے بود حسن غمگیں
دل داو بدلبنداں زاں ہر ہمہ بے غم شد

(۵)

بخدمت چو تو یارے سلام ما کہ رساند ز دست گیری زلفت پیام وصل بیابم اگر بمن برساند زمانہ ان رخِ خوبت	سلام مرغ بگلزار جز صبا کہ رساند ولیکن ان سر رشتہ بدست ما کہ رساند موجہت سزا را بنا سزا کہ رساند

ے اگر خارے بپایم رفت بارے۔

تراز غیب رسیدست پادشاہی خوباں	حدیث بندہ مقبل بہ پادشا کہ رساند

۲۷۵	حدیث مفلسیٔ من کہ نیست حد و قیاسش بجملہ شہر رسیدست شاہ را کہ رساند	۵

ساقی مے گلگوں بدہ بوئے بہارم میرسد
یک دو قدح بر کار کن خاصہ کہ یارم میرسد
اے ابر روئے گل بشو وے گلِ دلِ بلبل بجو
بلبل تو صوتے نو بگو کاں نو بہارم میرسد
من سوئے قدِ او شوم با قدِ او چوگاں شوم
چوں گوئے سر غلطاں شوم کاں شہسوارم میرسد
زیں پیش غم را دمبدم ہر جانِ من بودے ستم
اکنوں ازاں غمہا چہ غم چوں غمگسارم میرسد

۲۷۶	گفتی حسن چونی تو ہاں گفتا خوشم باآں وہاں کانچہ از در شاہ جہاں امیدوارم میرسد	۹

خوباں نشبِ دوشینہ کمیں ساختہ بودند	ما را بجمند ہوس انداختہ بودند
نقد دل ما پاک ببردند اگرچہ	ازابروے خود بازی کژ باختہ بودند
طالع شدہ برتخت گہ حسن چو شاہاں	چتر سیہ از طرہ برافراختہ بودند
گہ عارض شاں غارت جاں کرد گہے زلف	بل روم و حبش ہر دو بہم تاختہ بودند

عشاق ہم از روز ازل عشق گزیدند
آں کار براں طائفہ پرداختہ بودند

تا آخر شب فاختہ میگفت کہ کُو کُو
یاراں ہمہ شب ہمدم آں فاختہ بودند

بشناخت پدر یوسف خود را بہ نسیمے
اخواں بنظر دیدہ و نشناختہ بودند

اے محتسب ایں چنگ چہ می سوزی و بربط
آخر نہ کہ با سوختہ ہا ساختہ بودند

۲۷۷ — تا صبح حسن دم نزد از ناز بتاں دوش
از غمزہ ہمہ تیغ بلا آختہ بودند — ۵

برفتی و کہ می گوید کہ رفتہ بازمے آید
مرا بارے بہ گوش دل ہمیں آوازمے آید

بیا اے چشم من جاہت کہ روزم در غمت شب شد
شب آخر ہر کہ می باشد بخانہ بازمے آید

مرا از عشق تو مے خیزد ایں گریہ کہ مے بینی
کہ نشاند جوش طوفاں را کہ در آغازمے آید

سحرگاہاں گل اندر باغ مے خندید ہمی گفتم
ازیں جانب نسیم دلبر دمسازمے آید

۲۷۸ — شب اندر خواب ہم بر حکم عادت دیدمش گویا
خراماں چشم خواب آلود مست نازمے آید — ۷

گفتم مگر کہ کار بساماں شود نشد
یار از جفائے خویش پشیماں شود نشد

گفتم مگر زمانہ عنایت کند نکرد
بخت ستیزہ کار بفرماں شود نشد

از بہر دوست آب زدم خانۂ دو چشم
شبہا بریں خیال کہ مہماں شود نشد

گردے کہ خیزد از رہ تو نور دیدہ ہاست
ایں دیدہ خاک گشت مگر آں شود نشد

کردم نگہ بہا گہر افشاں امیدم آنکہ
لعلش بخندۂ شکر افشاں شود نشد

ابرے بلند خاست پس از روزگارہا	خلقے در انتظار کہ باراں شود نشد

٢٧٩	عمرے حسن ملازم اصحاب درد بود بسیار خواست تا کہ از ایشاں شود نشد	٧

وعدۂ کرد نگارم بوفا ہم برسد	عشق گر درد رسانید دوا ہم برسد
گر بلائے رسد از فرقت او باکے نیست	از وصالش سبب دفع بلا ہم برسد
طوطیاں از شکرش کام و دہن خوش کردند	بلبلاں را ز گلش برگ و نوا ہم برسد
طرۂ یار چو گل نافۂ مشک ارزاں کرد	باش تا قافلۂ باد صبا ہم برسد
تحفۂ ہر دو جہاں بر در او می آرند	از من خستہ سلامی و دعا ہم برسد
ز آفتاب رخ او جملہ جہاں نور گرفت	نور او را کمئے نیست بما ہم برسد

٢٨٠	بوئے زلف خوش او رحمت عامست حسن ہمہ کس را چو رسیدست ترا ہم برسد	٥

صبا جنبید وقت آمد کہ بلبل از چمن پرسد	بنفشہ یاسمن نشنید سمن از یاسمن پرسد
بہارست و ہوائے خوش خوشا وقت کساں کاکنوں	یکے جوے رواں جوید یکے راہ چمن پرسد
در آمد فصل نوروز و من اندر کار خود حیراں	نہ گل از من ورق خواہد نہ مرغ از من چمن پرسد
دریں دوران بوقلموں عجب نقشے فتادست ایں	نہ من اسرار خود گویم نہ کس از احوال من پرسد

٢٨١	نہ یابے آنچناں محرم کہ از وے یارئے آید نہ دلدارے چناں مشفق کہ از حال حسن پرسد	٧

زہے روئے تر و تازہ گلستاں اینچنیں باید
بخندہ می فشانی گل گل افشاں اینچنیں باید

خیالت میہماں آمد دلم پیش آمد و بر دش
اگر دل برد جاں بخشید مہماں اینچنیں باید

بیک جرعہ ز جامِ لب دو عالم زندہ کن و انگہ
خضر را گوئے اینک آبِ حیواں اینچنیں باید

ببردی گوئی حسن از زلف چوں چوگاں بنامِ ایزد
زہے شہسوارے چوں تو چوگاں اینچنیں باید

خطِ خوب تو فرمانیست بہرِ ضبط دلہا را
خرد گاں دید مہر بنہاد فرماں اینچنیں باید

دل من عالمے خوش داشت عشق تو چو سلطاناں
ہمہ عالم بدست آورد سلطاں اینچنیں باید

۲۸۲	حسن را روئے خوب تو سخن گو میکشد الحق برائے آنچناں بلبل گلستاں اینچنیں باید	۷

زہے سرو شکر گفتار گفتار اینچنیں باید
دلم بردی بیک رفتار رفتار اینچنیں باید

دل از بردی تو باکے نیست دلبر اینچنیں خواہم
ولے لختے نگہ میدار دلدار اینچنیں باید

مرا آزادی دادو غمِ تو از ہمہ غمہا
غمت دیرینہ غم خوار است غم خوار اینچنیں باید

مجرد کردی از عیشم مرا عیش اینچنیں سازد
مبرا کردی از یاراں مرا یار اینچنیں باید

سمن ساقی و سوسن بوئے و لالہ روئے و نسرین بر
تعالی اللہ گر انصاف است گلزار اینچنیں باید

ملائک دوش بر رخسار خوبت آیۃ الکرسی
ہمے خواندند و مے گفتند رخسار اینچنیں باید

۲۸۳	اگرچہ بادہ نایابست لیکن جملہ مشتاقاں ز گفتارِ حسن مستند گفتار اینچنیں باید	۷

اگر آرام جانِ ما شبے با ما بیار آمد
دل سودائی ما را ہمہ صفرا بیار آمد

له دل را له دے

مرا چشمیست چوں دریا و رخت دل بموج اندر	برآید رخت من سالم اگر دریا بیار امد
قرار عاشق شوریده با معشوق بس باشد	غرامتہا ست بروامق کہ بے عذرا بیار امد
پری رویا بدست نازیکرہ زلف در جنبال	مگر زاں سلسلہ لختے دل شیدا بیار امد
نیار امد دل اندرتن اگر تو بگذری از من	محالست ایں کہ مرغ اندر قفس تنہا بیار امد
بتانِ عہد غوغائے در افگندند در عالم	تو سلطاں و رُخ بنمائے تا غوغا بیار امد

۲۸۴	حسن را زاں لب شیریں شرف کن بدشنامے مگر ایں صوفیٔ طامع بداں حلوا بیار امد	۷

چہ رویست انکہ وصف او بوہم ما نمے گنجد
کمال حُسن او در حد عقل ما نمے گنجد
موافق نیست شیدا را مہ نو لیک از ابروش
بجز عشق مہ نو در دل شیدا نمے گنجد
دلم بسیار میخواہد کہ در زلفینش[1] جا سازد
دریں خوف و رجا موئے شدست اما نمے گنجد
بگفتم جان و دین و دل بخدمت آورم گفتا
چہ آری چوں کس از نا محرماں اینجا نمے گنجد
اسامیٔ سگانِ کوئے او دریک ورق دیدم
دریں دیباچۂ دولت حدیث ما نمے گنجد
ہمیشہ خیمۂ آہم بصحرائے فلک بودے

[1] در زلف تو

کنوں انبوہ شد لشکر در آں صحرائے گنجد

۲۸۵	حسن را گفتی از دریائے ہنر خود بدہ درّے بدستت چوں درہم درّے کہ در دریائے گنجد	۷

مرا بدیدن رویت ہمہ امیدؔ برآید
بیار سرو بلندت نہال جاں ببرآید
سواد چیں بجشایم ہمہ حبش بکف آرم
گرم علاقۂ زلفت نشانہ ظفر آید
فغان خلق زشادی بآسماں رسد اے جاں
چو از وصول رکاب مبارکت خبر آید
چہ خوش بود کہ مسافر بود رسیدہ بمنزل
شکاری چو تو ناگہ درون خیمہ درآید
ازاں لب چو نبات خودم نصیب کن یکبار
اگر نبات شداں لب دوبارہ خوبتر آید
کسے کہ روئے تو بیند پس از نظارۂ رویت
خسے بود اگر اورا دوکون در نظر آید

۲۸۶	بوقت فال حسن را قدِ تو در نظر آمد سزد کہ کار دو عالم بر آستینش برآید	۷

ہجوم عشق بدیں جان مبتلا چکند
بلاست ایں دل مسکیں دریں بلا چکند
قرار مے نکند با من ایں دلم نفسے
دلے کہ عاشق دلدار شد مرا چکند
چناں خجستہ و آسودہ روزگار مرا
نگر کہ عشق چہ کردو ہنوز تا چکند
وفا ہمے طلبیدم زیار عقلم گفت
زہے مکابرہ در بے وفا وفا چکند
گرانی خرد از نزد عشق کردم دور
ندیم تلخ سخن پیش پادشا چکند
کفایت تو نکرد اندریں میاں کارے
کنوں صبور ہمے باش تا خدا چکند

ؔ مراد

۲۸۷

حسن دعائے تو گر مستجاب نیست مرنج
زبان تو دگر و دل دگر دعا چکند

۷

شبے کہ نیم مرادے بچنگ می آید
دگر ز ہجر و صلش ہمے شوم مائل
اگرچہ حقہ پر گوہر ست شیریں را
مگر بچشمہ حیواں کنیم جامہ سپید
قلم بصحبت مادرکش اے بزرگی جو
بزرق چند دعائے بلند خواہی کرد

خیال غمزہ خوباں بجنگ می آید
نخست کام بکام نہنگ می آید
ولے نصیبہ فرہاد سنگ می آید
کہ آب دیدہ ما سرخ رنگ می آید
اگر ز نام گدایانت ننگ می آید
بدار کیں طرف آواز چنگ می آید

۲۸۸

حسن تو مایدہ معرفت فراخ بخش
اگرچہ صاحب انکار تنگ می آید

۵

سنبل چو سر زلفت پر تاب نمی آید
بسیار طلب کردم اندر ہمہ مسجدہا
این یک دو سہ شب تا تو بربام نمی آئی
گفتی کہ بخواب اندر یک شب بشوم مہماں

سبزہ چو خط سبزت سیراب نمی آید
شیریں ترا ز ابرویت محراب نمی آید
از روزن درویشاں مہتاب نمی آید
ہرگز تو کجا آئی چوں خواب نمی آید

۲۸۹

قصاب طلب کردم تا خون حسن ریزد
از ننگ چنیں خونی قصاب نمی آید

۷

له بلائے غمزہ خوباں   سه قلم بہ نسبت مادرکش اے بزرگ ہمین

مہ درصفت حسن ز تو بیش نباشد — سرو از قد تو یک قدمے پیش نباشد
چشم ہمہ پیوستہ بر ابروئے تو بینم — ناز مہ تو یک شبکے بیش نباشد
اے گنج نہاں خانۂ ہر کُنج نشینے — آں کس کہ ترا دارد درویش نباشد
از زخم تو ریشست سراسر دل درویش — درویش نگیرند کہ دل ریش نباشد
ہر تیر ز کیش تو مرا راحت جانست — قرباں شود آنکس کہ بدیں کیش نباشد
گفتی کہ چرا می بُری از خویش وز پیوند — آنرا کہ سر تست سر خویش نباشد

(۲۹۰) طعنہ چہ زنی حال پریشان حسن را
در عشق کسے عافیت اندیش نباشد (۵)

باز نوائے بلبلاں عشق تو یاد می دہد — ہر کہ بعشق نیست[1] خوش عمر بباد می دہد
دی بدعاے من ترا پردہ ز رخ کشادہ شد — من کیم و دعاے من بخت کشاد می دہد
ہرچہ بغمزہ میکشی زندہ کنی ہمے بلب — چشم تو جور میکند لعل تو داد می دہد
باغ ہمے روم کہ تا یک نفسے بروئے گل — نالہ فرامشم شود فاختہ یاد می دہد

(۲۹۱) باہمہ نامرادیت صبر خوشست اے حسن
زانکہ نہال صابری میوہ مراد می دہد (۷)

چوں رخ خوب تو آفتاب نباشد — چوں لب نوشین تو شراب نباشد
چوں بگلستاں روی تو روے کشادہ — غنچہ کہ باشد کہ در نقاب نباشد
دیدۂ آنرا کہ دید شام دو زلفت — تا سحر رُستخیز خواب نباشد

[1] زندہ نیست

پیش تو از پس نوائے عشرت و شادی	نالۂ مظلوم را جواب نباشد
لازم کوئے توایم روے چہ پوشی	ساکن فردوس را عذاب نباشد
یاد بتاں چوں کنیم مہر تو بر لب	روزہ آلودہ را ثواب نباشد

(۲۹۲) چوں حسنے را بشکل شعبدہ کشتن
گرچہ توانی و لے صواب نباشد (۵)

باز نسیم سوسنم بوئے تو یاد می دہد	جلوۂ سوری وسمن روئے تو یاد می دہد
طعن ضلالت قدیم ار نکنند بندہ را	پیرہن لطیف گل بوئے تو یاد می دہد
بر سر منبر ار کسے ذکر بہشت میکند	گم شدگانِ عشق را کوئے تو یاد می دہد
با شب تیرہ بس خوشم گرچہ دراز میکشد	زانکہ بہر صفت مرا موئے تو یاد می دہد

(۲۹۳) باز ز سر ہمی کنی قصد حسن گرچہ تو
از سر آں گذشتہ خوئے تو یاد می دہد (۶)

سرو سمن اگر طرہ ز شمشاد نہ بندد	گیتی کمر فتنہ و بیداد نہ بندد
فریاد کنم روزے ازاں لعل گہر بار	گر دست اجل حقۂ فریاد نہ بندد
دی گفت میاں بیش بخون تو نہ بندم	امروز چناں بست کہ جلاد نہ بندد
سوداش نظر بر دل انبوہ ندارد	چوں چغد کہ دل در دہ آباد نہ بندد
خوں از رگ ہر دیدہ چو دجلہ بگشاید	گر پردہ بر آں روئے چو بغداد نہ بندد
دانم کہ نہ بندد در لطفے کہ کشاد است	خود در مثلست ایں کہ چو بکشاد نہ بندد

۲۹۴

چشمش بحسن گفت کہ خواب تو کہ بستست
خوابش بجز آں جادوئے استاد نہ بندد

۷

بازآں گل تر از چمن کیست کہ داند
وین شمع دل از انجمن کیست کہ داند

خاتون سراپردۂ غنچہ است گل آرے
او گلرخ و غنچہ دہن کیست کہ داند

طوبیٰ ہمہ دانند کہ از باغ بہشتست
آں سروظریف از چمن کیست کہ داند

خال سیہش عہد بسے طائفہ بشکست
آں غالیۂ تو بہ شکن کیست کہ داند

باد آمد و جاں تازہ شد و دیدہ بصر یافت
ایں بوئے خوش از پیرہن کیست کہ داند

طرز سخن بندہ نکو داند و از ناز
پرسد ز رقیب ایں سخن کیست کہ داند

۲۹۵

گفتم کہ نخواہی غزلے از حسن خود
خندید و بگفت ایں حسن کیست کہ داند

۷

دل ببردی دگر چہ خواہد شد
را ضیم من بہر چہ خواہد شد

مردم چشم عالمی یک دم
جانب من نگر چہ خواہد شد

یک نظر سوئے ماگدا و ببیں
تا ازاں یک نظر چہ خواہد شد

خلقے از بادہ خواست شد تا بے
تالبت ہست بر چہ خواہد شد

جگرم خوں شد از کرشمۂ تو
وہ کہ خون جگر چہ خواہد شد.

دل بشد جاں گر بخت دیں گم شد
شدنی شد دگر چہ خواہد شد

صبر سرگشتہ یار برگشتہ

۲۹۶	اے حسن زیں بتر چہ خواہد شد	۷

دل را نسیم زلف تو بیہوشی آورد
جاں را شمائل تو بمدہوشی آورد

یاد تو اے نگار چو معجون حکمتست
کز ہر چہ خواندہ ایم فراموشی آورد

واللہ کہ من بتو بہ خوشم لیک چوں کنم
میگوں لبت مرا بقدح نوشی آورد

مہ را کمال حسن چہ باید کہ ناگہاں
افسانہ رخت بہ سیہ پوشی آورد

شوق تو شحنہ ایست کہ سلطان عقل را
موئے جبیں گرفتہ بچاؤشی آورد

گفتی چرا سخن نکنی چوں بمن رسی
حیرانی جمال تو خاموشی آورد

۲۹۷	بیہوش شد دل حسن از بادۂ لبت بادہ ہماں خوشست کہ بیہوشی آورد	۷

بے ہوائے تو روح دم نزند
دل بروں درت قدم نزند

ہر دبیرے کہ خط خوب تو دید
تا ابد دست در قلم نزند

جز نگار ندۂ وصوت کم
ہیچ نقاش ایں رقم نزند

سپر صبر من لبست مرا
چشمت از ناوک ستم نزند

بر سر بام گر برآئی تو
ہیچ حاجی در حرم نزند

بوجود تو ھر کہ زندہ بود
خیمہ در منزل عدم نزند

۲۹۸	حسن افسون خویش می دمدت گر رضائے تو نیست دم نزند	۷

مہر و مہ از تو فال مے گیرند	نسخہ زاں خط و خال مے گیرند
صفت حسن را سخن سازاں	ہر یک از تو مثال مے گیرند
در رہِ فتنہ و طریق فریب	جیم زلف تو دال مے گیرند
مفتیان شریعت عشقت	تو بہ گردن ضلال مے گیرند
عصمت از حال عاشقاں مطلب	عشق و عصمت محال مے گیرند
شاخ و برگ و محبت و محنت	ہر دو از یک نہال مے گیرند

۲۹۹	حسن ار آبروئے رفت چہ شد خونِ صوفی حلال مے گیرند	۷

گہے کاں روئے گلگوں را بنفشہ ہمنشیں باشد
خطر در ملک جاں افتد خلل در کارِ دیں باشد
سرِ من بر زمیں باشد ہمیشہ پیش مہرویاں
مگر آں روز معذورم کہ در زیرِ زمیں باشد
اگر در بند دلبندے بماند آرزو مندے
بگو جرم از مگس گیریم یا از انگبیں باشد
بباغ خود طلب اے باغباں امروز سرو ما
اگر خواہی کہ در باغ تو سرو راستیں باشد
پری رویا شبے با بندہ بنشینی چہ میگویم
پری با دیو با سلطاں گدا گے ہمنشیں باشد

اگر پیراہنِ جاں را فتد صد چاک در دامن
ہنوز از شکر انعامِ علم برآستیں باشد

(۳۰۰) حسنؔ از جاں چہ اندیشی اگر دلخواہ جاں خواہد
بخوبی جاں برافشاں عشقِ خوباں اینچنیں باشد (۹)

چو مہرویاں بمعنی آفتاب اند
نسیمِ عشقِ شاں آفاق بگرفت
ہمہ تن روح صرف اند از لطافت
بیا بند از پس عمر ار بیابند
بیا خوش اے بہشتِ ایں جہانی
برآمد از افق گلدستۂ صبح
یکے زاں لعلِ نوشیں مہر بکشائے
ندانم حالِ رنداں چیست زاں مے

چرا بر ذرہ مسکیں نتابند
اگرچہ خود چو غنچہ در نقاب اند
اگر از کارگاہ خاک و آب اند
ہمہ چوں عمر در رفتن شتاب اند
کہ بے تو عاشقاں اندر عذاب اند
ہنوز آں نرگساں در عین خواب اند
کہ اہلِ شہرِ مستانِ خراب اند
کہ بارے صوفیاں مست و خراب اند

(۳۰۱) تو خوش گفتی حسنؔ بر تو چہ واجب
اگر بے راحتاں[۱] راحت نیابند (۷)

شخص تو از لطافت غیبی سرشتہ اند
عنابہائے تو گہ دشنام گاہ بوس
خطِ تو بر لبِ تو فسونیست پر شکر

سروے چو تو بعرصۂ عالم نکشتہ اند
شیریں و ہم ترش ہمہ درہم بکشتہ اند
تا ذکر "شہد فیہ شفاء" نوشتہ اند

زلفیں گرد عارض خوبت بر آمدہ
خورشید آں صباح حقیقت تو بودہ
تا قصۂ من و تو در آفاق نشر شد

گوئی کہ ہر دو دیو رقیب فرشتہ اند
چل صبح کاندرو گل آدم سرشتہ اند
یاراں حدیث لیلی و مجنوں بہشتہ اند

۳۰۲
در سخن بصرفہ ترے صَرف کن حسن
کیں رشتہ از قوافی باریک رشتہ اند
۵

شب گذشتہ دل من سوے نماز کشید
صبا ز زلف بتاں یاد داد اے ساقی
نزد مبارز غم جز کہ بر دل محمود
بہ نیم بوسہ کرم کردہ بمن لیکن

چو عشق دست بر آورد پائے ناز کشید
بیا کہ توبۂ دوشین ما و راز کشید
ہراں خدنگ کہ از ترکش ایاز کشید
سخن بوعدہ شد و وعدہ ہم دراز کشید

۳۰۳
سزد کہ قبلہ ز رویت کند حسن کامروز
ز قامت تو دلش جانب نماز کشید
۷

دلم تسلیم دلبر شد بہر حکمے کہ او خواہد
سر آں ترک چوگاں باز خود گردم کہ پیوستہ
چو در منظر شود پیدا مہ از روے روشنی گیرد
اگر آں روے گلگوں و لب میگوں شود حاصل
کنم ایں جان افسردہ فدائے غمزۂ شوخش
مرا تا جاں بود در تن بقائے جان او خواہم

نیندیشد ز نام بد بہماں روے نکو خواہد
قدم را چوں سر چوگان زلف خم دو دو تو خواہد
چو در بستاں زند خیمہ گل از روے رنگ و بو خواہد
چہ بے حاصل کسے کو ہشت باغ و چار جو خواہد
وے ہر لحظہ چشم جاں بتانش جان نو خواہد
کہ او خواہد ہلاک من من آں خواہم کہ او خواہد

۱؎ خرج

۳۰۴	مرا گفتی غزلہائے حسن پیشش بگو وقتے برم گو از ہمہ عالم گرا و ایں گفتگو خواہد	۷

اگر از روے گلرنگت صبا پردہ براندازد
بہ پیش روے خندانت نشاید شمع برکردن
اسیرم بند زلفت را بہر تارے کہ آویزی
کساں درطعن و طنز او مارا با تو پیوندے
شنیدم ہر چہ سوز و آں بسازد بوالعجب کارے
نگارا رحم کن آخر کہ سلطاں بندہ خود را

صبوری رخت بربندد خرد خانہ بپردازد
تو در خندہ شکر ریزی و او از شرم بگدازد
شکارم ترک مستت را بہر تیرے کہ اندازد
عرب در گفت و گوئے خویش و مجنوں عشق می بازد
دلم چندیں ہمے سوز و چرا با ما نمے سازد
اگر عمرے بیازارد ہمش یک روز بنوازد

۳۰۵	حسن ہر چند مفلس شد زیادت گنجہا دارد در ادبارش چہ می بینی باقبال تو می نازد	۷

خطے کز مشک بر مرجاں نوشتند
مرا خود ورد جاں خند چند حرفے
کراما الکاتبیں ایں حرف دیدند
چہ خوش عید لیست ابروش از شب قدر
ازاں خط کشتہ گشتم اے دریغا
نگر آں ترک من وجہے نمو وا ناک

محبت نامۂ بر جاں نوشتند
کہ بر گرد لب جاناں نوشتند
حساب خود بہشتند آں نوشتند
ہلالے بر سر تاباں نوشتند
مگر بر خون من فرماں نوشتند
برات کفر بر ایماں نوشتند

بتاں را در ازل بود ست غرضی

۳۰۶	حسن را بندهٔ ایشاں نوشتند	۷

جگر پر درد و دل پر خوں تواں بود
ولے جان تو بے جاں چوں تواں بود

بما گر بگذری صبح صبا وار
چو لالہ با دلے پُر خوں تواں بود

اگر چوں جرعہ خوں خود تواں ریخت
حریف آں لب میگوں تواں بود

بمارز لفت ار دستے تواں یافت
بدیں اقبال افریدوں تواں بود

مرا گفتی چرا دیوانہ گشتی
چو تو لیلیٰ شدی مجنوں تواں بود

بطاعتہا نمی بودم ملازم
چو رویت قبلہ شد اکنوں تواں بود

۳۰۷	حسن با نیستی نیکو تواں ساخت گراز ہستیٔ خود بیروں تواں بود	۷

آناں کہ زتو در گلہ باشند بدانند
قدر تو ندانند مبادا کہ بدانند

گر جان و خرد در قدمت خاک نسازند
اے خاک براں قوم کہ بس بیخبرانند

عشاق تو با انکہ بخنجر دو کنی شاں
ہم با تو یکے اند چنیں متحد انند

بیداد تو در دفتر عشاق نوشتند
انصاف دہ اے جاں چہ خوش معتقد انند

قبلہ نگرفتند مگر روئے تو آرے
ہر طائفہ در مذہب خود مجتہد انند

گر با تو بر آیند مہ و مہر چہ باکست
تو صاحب حسنی ہمہ صاحب حسد انند

۳۰۸	گر بندہ حسن عشق بورز د عجبے نیست بلبل نفساں شیفتۂ سرو قد انند	۹

خوے کہ از روے جہاں افروز جاناں میچکد
کوکبِ سیارہ از خورشید رختاں میچکد

جان شہرے تازہ شد از جرعہ جام لبش
جرعہ نتواں گفت آں چیزے کہ از جاں میچکد

سبزہ تر بیں بگرد چشمۂ نوشین او
گوئیا خضرست کز وے آبِ حیواں میچکد

دی بیک شست جفا خوں از رگ جانم کشاد
سوئے تیرش بیں ہنوزاں خوں زپیکاں میچکد

خوں چکانست آں لب خونخوار جاناں چوں کنم
انچہ ایشاں را زلب مارا زمژگاں میچکد

ساقیا از لعل تر یک قطرہ در جانم چکاں
خاصہ کیں دم کز زمرد دُر و مرجاں میچکد

روئے میپوشند مرغاں زیر ہر برگے زابر
منھزم گفتے مگر چیزے پریشاں میچکد

ماہ من مست آمدست ایں طرفہ کز مستئ خود
منکرست و مستیش از چشم فتاں میچکد

۷	دیدچوں اشک حسن برخاست گفتم برمخیز گفت خواہم رفت رہ دورست باراں میچکد	۳۰۹

یاری دہدم آں بت عیار کہ داند	یا دل دہدم ترک جگر خوار کہ داند
سرمایۂ دین وخرد از غارتِ خوباں	ہر بار نگہ داشتم ایں بار کہ داند
اسرار خطش در شب زلفش نتواں خواند	اسرار معما بشبِ تار کہ داند
پارینہ خراج مژہ ام خون جگر بود	امسال چہ حاصل شود از یار کہ داند
حال تنِ بیمار طبیبانِ زمانہ	دانند درون دل بیمار کہ داند
افتاد بداں غمزۂ خونیں[1] سرو کارم	تا باز کجا میکشد ایں کار کہ داند

۳۱۰	با آنکہ دلش نرم نگشتست ہمہ عمر ایں نظم حسن در نظرش دار کہ داند	۷

ترک دل آشوب من تند و رواں میرود	چوں دلم از جا برفت آہ کہ جاں میرود
ما چو درختِ خزاں خشک فرو ماندہ ایم	او چو گل نو بہار خندہ زناں میرود
سرو سہی گفتہ اند او بہ ازاں خاستست	کبک دری دیدہ ام او بہ ازاں میرود
آب حیات منست وہ کہ نمی ایستد	عمر عزیز منست وہ چہ رواں میرود
تا کہ دو چشمش نشد بر من مسکیں چہا	ہر نفس از چشم من چشمہ رواں میرود
ہر سحرے بر لبم وقت نیازے کہ ہست	پیشتر از وردہا نام فلاں میرود

۳۱۱	مر حسن خستہ را ضبط میسر نشد ہرچہ درون دست آں بزباں میرود	۷

اے چوں تو نداشتہ جہاں یاد	روزے نہ کنی ز دوستاں یاد

[1] ب چو بہ غمزۂ ترکاں

گر در دل خود نکردی ام ذکر
گشتی بحر شبهائے ابروم
بر روئے زمیں چو روئے خوبت
آنرا که ز حسن تو خبر شد
مرغے که تو در قفس بداری

بارے بکن از سر زبان یاد
اے ترک که دادت از کمان یاد
یک ماه ندارد آسمان یاد
نه از خود خبرست نه از جهان یاد
هرگز نکند ز بوستان یاد

(۳۱۲)

بر بست حسن میاں بخدمت
باشد که کنی دریں میاں یاد

(۱۱)

بیک کرشمه برآوردی از جگر ها دود
دل ارچه سوخته شد با محبت تو خوشست
خرابیٔ دل خود با تو کے توانم گفت
مرا ز عشق نه آسودگی بود نه قرار
به پیش قاضیٔ دل ماجرائے خود گفتم
ربوده که ترا دید شد شهنشه عشق
درانکه قبلهٔ محمود شد بتے چو ایاز
تو تا دوال کمر بند خویش بستی سخت
شبے ز گوشهٔ بامے چو ماه طالع شو
بوقت مردنم از حال پرسیم گویم

نگر که حال من خسته چه خواهد بود
چو مجمرے که معطر بود بصحبت عود
مرا فسانه دراز و تو مست خواب آلود
غمت قرار بدیں داد و دل بدیں آسود
مراد عشق بتانرا ملازمت فرمود
رسید و گوئے سلامت ز حال ما بربود
کجا شد ایں صفت بت شکستن محمود
نداشت هیچ مرا زهد سست قاعده سود
مگر ستارهٔ ما مدبران کنی مسعود
که خوش همے روم از بخت خویش ناخشنود

هزار همچو حسن گر نهند سر بعدم

۱۱	چه غم بود چو بود یک وجود تو موجود[۱]	۲۱۳

مناز اے بتِ چیں کہ چیں ہم نماند	قرار جہاں ایں چنیں هم نماند
ز ہر غم ار عاشقے کشته گردد	شکر خنده نازنیں هم نماند
تہی دست ویرانه خسپ ار بمیرد	جہاندار اورنگ شیں هم نماند
نه جم ماند اینجا نه نقش نگینش	چه نقش نگیں بل نگیں هم نماند
نماند بچیں ہیچ بتخانه آخر	چه بتخانه چیں که چیں هم نماند
خود از ہر بنا عاقبت چوں نه بینی	زماں گردد آخر زمیں هم نماند
بچرخ بریں میکنی تکیه دایم	ندانی که چرخ بریں هم نماند
چه مونس ہمی گیری از ہر قرینے	که مونس نپاید قریں هم نماند
اگر بگذرد مرد کج گوئی کم داں	سخن داں باریک بیں هم نماند
سخن را اگرچند سحر آفریند	سر انجام سحر آفریں هم نماند

۷	ہمیں نالهٔ ماند بیکس حسن را بترسم ازاں روز کیں هم نماند	۲۱۴

اشعار بسے گویند اسرار[۲] خدا بخشد	تاریک نشیناں را انوار خدا بخشد
لغزیده بسے بینی در راه سخن آرے	بس بو العجبست ایں ره ہنجار خدا بخشد
اے زاغ چه می پوئی پے بر پے ہر کبکے	تو خود ہوسے کردی رفتار خدا بخشد
فعل تو دگر باشد فضل ازلی دیگر	تو طالب جنت شو دیدار خدا بخشد

۱ ناموجود   ۲ جدا باشد

نو خاستگاں گرچہ چوں سوسن ہر یک گر اندکے از نعمت دریافتہ اے دل	دارند زباں لیکن گفتار خدا بخشد خوش باش ہاں اندک بسیار خدا بخشد

۳۱۵	یاراں چو حسن ہر بار از شاخ ضمیر خود ایں بار ہمے خواہند ایں بار خدا بخشد	۷

گذشتگان جہاں حال خویش چوں گویند یکے بپرس ز نو رفتگان ما اے باد فراق دیدہ گل چہرہ گاں نمی دانم خبر شدست فلانے برفت آگہ باش غم جنازۂ خود اے عجب چرا نخورند چو روشنست کہ آں رفتگاں کجا رفتند	کہ زیر ضربت چوگان مرگ چوں گویند ازاں نو آمدگاں کز چمن ہمی رویند کہ از کہ یاد کنند ایں زماں کہ گل بویند کہ روزے ایں خبر تو بدیگراں گویند کساں کہ درپے تابوت مردگاں مویند ہنوز ایں دگراں ہم کجا ہمی پویند

۳۱۶	حسن بکوے عدم گم شدند یارانت بگو نشان چناں گم شدہ کجا جویند	۷

باز مرا عشق تو در ہم نہاد باد بگیسوئے تو آسیب زد زلف تو لاحول چگویم چو دیو نوش لباں موم نجاتم دہند گرچہ دلم از غم تو خستہ شد	داغ بلا بر دل پر غم نہاد درد ہمے بر دل درہم نہاد وسوسۂ در ہمہ عالم نہاد لعل لبت شہد بجانم نہاد ہم غم جاں بخش تو مرہم نہاد

آں کہ بحکمت دو جہاں آفرید	عالم عشق تو مقدم نہاد

۳۱۷	گفتہ بدی بر درِ من پا منہ بندہ حسنؔ پایک و سرہم نہاد	۷

بنزہ سر برکرد و مرغان ہم بگل پیوستہ اند	مطرباں چوں فارغ و مستاں چرا آہستہ اند
باغباناً بلبلاں را از گل و گلزار و شاخ	زود بجسل زانکہ بعد از دیر باپیوستہ اند
جان من از سختی احوال درویشاں مرنج	چوں لبت خرما شد ایشاں تا قیامت خستہ اند
من سلاح زہد چوں پوشیم کہ ترکان غمت	ہم باول حملہ صف توبہ را بشکستہ اند
ایمن آباد یست مارا عشقت از ہر آفتے	ماہیان بحر ہیں کز شست طفلاں جستہ اند
ہر زماں میگوئیم بر دیگراں دل بستہ	یعلم اللہ من نہ بستم دیگران بستہ اند

۳۱۸	اے حسنؔ از خود برون رو بیخود از پایے بوس ما دریں رشتہ گرفتاریم وایشاں رستہ اند	۵

پری رخان کہ بچین و چگل ہمی باشند	ز صورتے کہ تو داری خجل ہمی باشند
چوراندہ ماندم از روئے تو بدانستم	کہ بعضے آدمیاں تنگ دل ہمی باشند
چرا رسد بورقہائے غنچہ آفت باد	ازانکہ یک بدگر متصل ہمی باشند
تو گرچہ از دل کس بار برنگیری لیک	امیدوار براں محتمل ہمی باشند

۳۱۹	حسنؔ بمجلس خوباں در آ تماشا کن فرشتگاں کہ ز آب و زِ گل ہمی باشند	۷

لہ گفتہ حسنؔ درِ من پا منہ ؛ پایے بہ تنہا نگہ سرہم نہاد لہ چو زندہ ماندم پیہ آنے تو بدانستم ؛ کہ بعض آدمیاں تنگ دل ہمی باشند

پیش کہ گویم ایں کہ مرا یار می کشد
یکچند داشت خال خوش اسال خط کشید
گوید منم طبیب اسیران درد خویش
گفتم کہ کے رسد بغمت حد کارِ من
شیریں لباں کشند و نوازند لیکن او
عشاق را بروزِ جزا زار میکند

دل دادہ را کرشمۂ دلدار می کشد
یکبارہ کشتہ بود دگر بار می کشد
اینست آں طبیب کہ بیمار می کشد
گفت ایں چہ حد تست بریں کار می کشد
اندک ہمی نوازد و بسیار می کشد
چوں زار میکند پس ازاں زار می کشد

۳۲۰

سکیں مثِ شکستہ بساں حسنؔ بگو
پیشِ کہ گویم ایں کہ مرا یار می کشد

۵

کمال حسن تو در عقل کس نمی گنجد
بنفس خویش رسیدن نمی تواں برتو
تو کیستی کہ دم از وصل او زنی اے دل
رسید مژدہ قتل از تو مرغ جان مرا

دُر وصال بہ دُرج ہوس نمی گنجد
چہ جائے نفس کہ انجا نفس نمی گنجد
کہ اندراں قدح خاص خس نمی گنجد
بجاں تو کہ کنوں در قفس نمی گنجد

۳۲۱

چہ لطف بود کہ شب ہر زماں ہمی گفتی
میان ما و حسنؔ ہیچ کس نمی گنجد

۷

باز ایں دلم بکوے دل آرام میرود
گویند ہر کسے کہ بیارام چوں کنم
بے او اگر درخت گل اندر بر آورم

از دام جستہ باز سوئے دام میرود
آرام ہم کا ب دل[1] آرام میرود
ہر گل مرا چو خار در اندام میرود

[1] دل قلب است - از برہان

ایام در نیامده باما بدوستی
ہر روئے زمشک دارد برماہ نردبان
شہرتیست در ولایت خوباں کہ اندرو

واں دوست ہم بسیرت ایام میرود
زاں نردباں دل است کہ بربام میرود
ہر پارسا کہ آید بدنام میرود

۳۲۲

پختہ نگشتۂ زلف عشق اے حسن
تدبیرہائے تو ہمہ زاں خام میرود

۷

بیاکہ عید درعیش برجہاں بکشاد
چو آں دو طرہ براطراف آں دو رُخ بیچد
گہے کہ بردرِمن بگذری ہمہ عالم
مرا بتو چہ گذر اینک روستائی را
زعید وصل تو دل را مرادے ارنرسد
نسبے کہ درنظر آمد ہلال ابروئے تو

جہاں بعید خوشست دلم بروئے تو شاد
دو عید باد و شب قدر کس ندارد یاد
مرا زعید گذشتہ کند مبارک باد
مقررست کہ باعید نسبتے افتاد
بروزگار خوشست نامرادیٔ مرساد
چو طبل عید زشب تا سحر کنم فریاد

۳۲۳

حسن اگرچہ توئی عید وقت او امروز
ہنوز روزۂ ہجرانت یک شبے بکشاد

۷

چوں نسیمے بباغ در بجہد
دیدن روئے گل دلیل کند
باغ از سبزہ باز نو خط شد
غنچہ از خوف خار در خطرست

ورق گل زیک دگر بجہد
چشم نرگس کہ در سحر بجہد
شاخ را وقت ندکہ بر بجہد
آیت فسخ زیں خطر بجہد

در دل از یاد تیر غمزۂ دوست نظرش ناوک جگردوز ست	ہر زماں خونم از جگر بجہد گیست کز شست آں نظر بجہد

۳۲۴	بر درش[1] سر نہاد بندہ حسن بو کہ در عشق سر بسر بجہد	۷

باز آں نگار پردہ در درپردہ پنہاں از چہ شد
اول وفائے می نمود آخر پشیماں از چہ شد
دی کرد شہرے را خراب امروز می بندد نقاب
اوّل چناں کافر بدو آخر مسلماں از چہ شد
حیران آں رخسارہ ام از وے نہ[2] لفظے بس عجب
گر نیست حسنش چوں[3] خلیل آتش گلستاں از چہ شد
از خام کاریہائے دل خندہ ہمی آید مرا
دل گرمیٔ نا دیدہ رو نا پختہ بریاں از چہ شد
آخر بپرسید از دلم آں شحنۂ خونریز را
شہرے کہ پار آباد بود امسال ویراں از چہ شد
جاں کشتہ شد بے روئے او ایں خود خلاف مذہبست
اشتر دلیٔ جاں نگر بے عید قرباں از چہ شد

۳۲۵	من با تو گفتم اے حسن اوصاف حسن بے حدش گر نیست آں دلبر پری از خلق پنہاں از چہ شد	۵

[1] بر در [2] آبے و لطفے [3] معجزہ

بازم ایں ساعت ازاں شکل نکو یاد آمد
گل بخندید و مرا خندہ او یاد آمد

سبزہ بر روئے چمن راحتِ دلہا افزود
در دمم ان خط وان روئے نکو یاد آمد

تا خیال قد او نشست دریں دیدۂ من
خلق را سرور وان ولب جو یاد آمد

چشم از نامۂ جاں پرورِ او روشن شد
قصہ یوسف و پیراہن و بو یاد آمد

۳۲۶	بر دل دوست حسن بود فراشش گشتہ ایں غزل خواندہ شد ان نادرہ گو یاد آمد	۷

سرّیست دریں سینہ کہ پیدا نتواں کرد
دل طالب چیزے کہ تمنا نتواں کرد

طرفہ سرو کاریست کہ بر وعدۂ معشوق
صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد

شہد لب او مایۂ ما مدعیاں نیست
زنبور صفت بیہدہ غوغا نتواں کرد

غیرت بکمیں دست بلعلش نتواں برد
روزہ بدہاں میل بحلوا نتواں کرد

حاصل نہ شدہ نعمتِ دیدار دل آرام
دل بر گل و گلزار شکیبا نتواں کرد

ہر روز دریں صاعقہ پنہاں نتواں سوخت
یک حرف ازیں واقعہ پیدا نتواں کرد

۳۲۷	چہ چارہ حسن کز جہت وصل فراقش سودا نتواں پختن و صفرا نتواں کرد	۷

دلم ز دست شد و دلستاں نمی پرسد
بحکم رسمِ قدیم ایں زباں نمی پرسد

چناں بہم شدہ دیدم طریق عہدش ازانک
چنانکہ شرط بود آنچناں نمی پرسد

ہمہ بخانۂ اصحاب دولت است رہش
زرہ فتادۂ بے خانماں نمی پرسد

سلہ روئے

بصدر رشتۂ قدح خوردۂ شیر گیر شدہ
سوال کردم دل را کہ نالۂ توز چیست
کدام دردم ازیں پیشتر کہ پرسیدن

ازیں کمینہ سگِ آستاں نمی پرسد
بنالہ گفت چہ پرسی فلاں نمی پرسد
ہمی تواند وزیں ناتواں نمی پرسد

۳۲۸

حسن نشانہ شد اندر بلا و آں بے رحم
برائے نامے ازیں سو نشاں نمی پرسد

۷

نہ پندارم کہ ماہ من شبے برمن فرود آید
زہے حیف از چناں گل در چنیں گلشن فرود آید
شب و روزش ہمی خوانم کہ ہست او آیت رحمت
فتوح آسمانی داں اگر برمن فرود آید
گر او دستے فرود آرد بفرقِ کشتگانِ خود
ہماں دم جانِ بالا آمدہ در تن فرود آید
سراسر دامنم پُر قطرہائے اشک عنداٰرے
چو ابر دیدہ خیزد قطرہ در دامن فرود آید
اگر بندم در خانہ برائے دفع آفتہا
بلائے عشق پنداری کہ از روزن فرود آید
سرم بر گردنم بار یست آں ترک سر افگن کو
کہ از لطف او ایں بارم از گردن فرود آید

حسن ہرگز نمی پیچد سر از شمشیر او واللہ

۳۲۹	اگر از مہر مہ رویاں سر سوزن فرود آید	۷

کیست کز نغمۂ نے زمزمہ در گیرد
تا مگر بار غم از سینۂ ما بر گیرد

ہر سبک روح کہ در جانش اثر کرد سماع
جانش از عالم تن عالم دیگر گیرد

ایں سماعیست کہ ذوقش بسر آدم داشت
کہ چو اندر سرِ شش افتد کم افسر گیرد

چوں نوا ہا بگہ صبح زند بلبل مست
فاختۂ ہم قدرے صوتِ گران تر گیرد

نالۂ مرغ سحر زار چنانست کہ گر
شمع را سمع بود سوختن از سر گیرد

مدعی گر نشد از ذوق بر آتش چہ کند
ہنبر م او ہمہ تر بود کجا در گیرد

۳۳۰	پاے ہر زندہ دلے را کہ بجنبد در رقص حسن از دیدہ رواں در دُرِ گوہر گیرد	۷

اے چو گل خاستۂ بد بجمالت ہر ساد
قرۃ العین منی عین کمالت ہر ساد

دیدہا چوں برکابِ تو بسالم گویم
دستِ بیداد زمانہ بدوالت ہر ساد

سال و مہ باد ترا روز سعادت روزی
ہیچ روزے بخلافِ مہ و سالت ہر ساد

خوبرویانِ[۱] جہاں را شرف از تست اے ماہ
یارب از دور فلک ہیچ وبالت ہر ساد

اے چو خورشید بر آوردہ سر از مشرقِ حسن
شب باروز تو کردی کہ زوالت ہر ساد

یک نظر سوئے تو عیدست ہمہ عالم را
ہیچ غشی و غباری بہلالت ہر ساد

۳۳۱	گرچہ از روے نکو بیت حسن آفتہا دید آفت دیدہ بد ہیں بجمالت ہر ساد	۷

[۱] چوں جہاں را شرف از دیدن تست اے ماہ   [۲] در گیر تو

خستگانے کہ بعشق چو تو ترکے گروند — تیر تو خوردہ بکیش دگرے چوں گروند
تو یکے آیتے از مصحف حسن آمدہٗ — جائے سجدہ ست بہر بار کہ نامت شنوند
عجبم آید ازاں راہ رواں کز غفلت — صاحب خانہ رہا کردہ سوئے خانہ روند
تا بزنجیر سر زلف بہ بستی دل من — عاقلاں جملہ برآنند کہ دیوانہ شوند
بر سرِ بام شو و گوشۂ ابرو بنما — روزہ دارانِ غمت منتظرِ ماہ نواند
رفتنِ بادِ صبا آمدن گل چکنم — من ترا دانم ازینہا بسے آیند و روند

۳۴۲ — کے رود مستی عشق از سر عشاق بروں / کہ حسن وار بمیخانۂ عشقت گروند — ۱۱

بہ ارز جام لبت جرعۂ بخشی زود — بشوے ایں دلم از تو بہ گنہ آلود
سپید کن دلم از نورے کہ نتواں یافت — ولے سیہ ترازیں زیر آسمان کبود
ہزار دوزخ سوزاں فرو شد اندر من — وزیں فرو شدہ یک روز بر نیامد دود
طبیب علم ندارد ز درد ضربت عشق — چہ سود مند بود شربتے کہ او فرمود
عجب معاملۂ پیشم آمدست امروز — کہ زاہداں گلہ مندند و شاہداں خوشنود
دلیل دولت محمود بود عشق ایاز — وگرنہ عاقبت او کجا شدے محمود
غلام نرگس مستانہ توام کہ مرا — خلاص داد ز پرہیزگاریئے کہ نبود
بروں خرام ز در تا منجماں بینند — کہ بر چہ وجہ رود سیر اختر مسعود
ندیدہ بود فلاں صورت تو در آدم — وگرنہ از سر دیدہ در آمدے بسجود
نداشتم سر جولاں گریٔ ایں میداں — ولیک مستیٔ عشقم عناں ز دست ربود

٣٣٣

حسن نصیحتے از دل ہمی کنیم ترا
ولے دل تو نصیحت پذیر نیست چہ سود

٧

برمے شکنی از من در دیش چہ باشد	دل می نہی با من دل ریش چہ باشد
ہر شب بدعا ہا طلبم روئے چو ماہت	جہد من بد روز ازیں بیش چہ باشد
جان و دل خود پیش کشم گر تو بیائی	پیدا است کہ اندازۂ درویش چہ باشد
تو ماہ نوی شیفتۂ تو من مسکیں	پنہاں شدن از شیفتۂ خویش چہ باشد
گفتی سگے خود خوانمت امّا ننہم داغ	ایں داغ کہن بر من ازیں بیش چہ باشد
من زاں توام گر بکشی خیز و بکش زود	صید بکمند آمدہ فردیش چہ باشد

٣٣٤

اکنوں کہ حسن داد باندیشۂ تو دل
بدگو کہ بود طعن بد اندیش چہ باشد

٧

صبا امروز گوئی کز دیار یار می آید	کہ بوئے مشکبارش خوشتر از ہر بار می آید
گل نو رستہ است ایں با نسیم بار می جنبد	شب قدرست یارم[2] یا سلام یار می آید
بنی آدم ہمہ دیوانہ مسکلند ایں زماں از چہ	مگر آں آدمی خلقے پری رخسار می آید
زلیخا وار بینم شہرے از خانہ بروں رفتہ	مگر آں یوسف آفاق در بازار می آید
شبے در خواب جوئے خضر سوئے خود رواں دیدم	ہم اندر خواب با خود گفتم آں دلدار می آید
چو شاہاں خوش خراماں بر بساط حسن مے رفتے	ولیکا امروز مے خوردہ ست فرزیں دار می آید

٣٣٥

حسن ہر چند حیرانست در وصف لب لعلش
ولے دُرہا ہمی ریزد چو در گفتار می آید

٧

۱ منی ۲ شب قدرست ایں یا خود سلام

نگارِ من جوانی می فروشد — زبانش کامرانی می فروشد
سر افگنده نشینم چوں بنفشه — چو سروِ من جوانی می فروشد
حریف عشق راز آں لعل میگوں — شراب ارغوانی می فروشد
کمر بندش بجوز ادا و تحفه — اگر از بے میانی می فروشد
مگر زاں خط همی دزدد صبا مشک — که هر صبحے نهانی می فروشد
خط او گرچه گرد آورد سودا — لب آب زندگانی می فروشد

۳۳۶
چه حیثیت این که پیش آں شکر لب
حسن شیرین زبانی می فروشد
۷

بتاں کز زلفِ مشکیں دام کردند — جهانے زیر هر مو رام کردند
بتقوی نام نیکو برده بودم — نکو رویاں مرا بدنام کردند
بهشتی گشت صحن خانه امروز — مگر ایشاں گذر بر بام کردند
من از اخلاص میخواندم دعائے — وزاں سوختم بر دشنام کردند
غم نوشیں لباں زاں تشنگاں پرس — که دریا هائے خوں آشام کردند
ملائک دیگے اندر طعن ایشاں — بر آوردند لیکن خام کردند

۳۳۷
حسن را جامهٔ جاں چاک زاں شد
که دُرد دردش اندر جام کردند
۵

در دل هر که غمِ یار دل افروز بود — لشکر همت او بر همه فیروز بود

نکهند در مه و خورشید همه عمر نگه
هر که بیند گل و رخسارهٔ یارم یک روز
ماهِ عید آمد و من روزهٔ هجران دارم

نظر هر که بران شمع دل افروز بود
روزگارش همه چون عشرتِ نوروز بود
مه من گر برسد عید من آن روز بود

(۳۳۸)

حسن از سوز دل خود سخنے بیرون داد
وین نداند مگر آن کس که درو سوز بود

(۷)

شب اندر ماه رخسارش به بینید
بهر شکلے که دانست از برم رفت
به نزدیک من آن ماه دو هفته است
من از دیدار دلبر در بهشتم
چه یوسف در همه عالم عزیز ست
همه عالم خریداری کنندش

شبه بر لعل خون خوارش به بینید
یکے در شکل رفتارش به بینید
شما از دور رخسارش به بینید
بهشت از نیست دیدارش به بینید
همه عالم خریدارش به بینید
خدا را روز بازارش به بینید

(۳۳۹)

حسن دین در سر زلفِ بتان کرد
بزیر خرقه زنارش به بینید

(۷)

گلش تا همنشین مشک تر شد
چو اوصافِ لب او می نوشتند
سلام خشک برائے قاصد این بار
بدل گفتم کزان دلبر خبر گوئے

خرد در خوف و جان اندر خطر شد
قلم در دست کاتب نے شکر شد
که از باران اشکم نامه تر شد
دل آنجا رفت و او هم بے خبر شد

شبانگه محتسب دنبال ما کرد
چو در ما دید از ما مست تر شد

سر ما در سر کار بتاں رفت
حساب ما و ایشاں سر بسر شد

(۳۴۰) دگر کردند خوباں شیوۂ حسن
حسن را ہم سخن طرزِ دگر شد (۵)

بتم سلطان خوباں شد گدایاں را که می پرسد
چو او بیگانگی کرد آشنایاں را که می پرسد
دل صاحب دلاں خوں شد ز ناز او چو ایشاں را
سزا اینست چوں ما نا سزایاں را که می پرسد
بدو گفتم که خود را می نمایم چوں سگے پیشت
جوابم داد و گفتا خود نمایاں را که می پرسد
دلا ایں پارسائیہائے بے حاجت بیکسو نه
بعهد چشم مستش پارسایاں را که می پرسد

(۳۴۱) حسن جاں ریزه ریزه کردی اندر زیر پائے او
تو خود کردی و لیکن زیر پایاں را که می پرسد (۷)

حدیث عاشقی پنہاں نماند
قرار کار ہاکیساں نماند

نشان اشک من در چہرہ پیداست
نگو گویند خوں پنہاں نماند

اگر زہره به بیند روئے آں ماه
جمالِ او دراں میزاں نماند

مرزاں آدمی حیرانی آید | کہ رویش بیند و حیراں نماند
دلا بر جاں ہمی لرزند خلقے | تو با جاناں بسازار جاں نماند
حیاتِ جاوداں انکہ تواں یافت | کہ جائے جاں بجز جاناں نماند

(۳۴۲)
حسن سر برکشد از اوجِ مقصود
اگر پابستۂ ہجراں نماند
(۷)

غمِ جاناں اگر دامن نگیرد | فلک دُنبالِ جانِ من نگیرد
چہ گرد غم کہ ریزد بر سرم چرخ | اگر آہِ من رہِ روزن نگیرد
نخواہم باختن سر در رہِ دوست | اگر بازم زسر دشمن نگیرد
اگر پروانہ نارد از خطِ تو | بنفشہ عرصۂ سوسن نگیرد
چو عاشق در کمندِ زلفش افتاد | چہ منت ہا کہ بر گردن نگیرد
بچشم پا نہد پس بگذرد زود | کہ تا خونِ منش دامن نگیرد

(۳۴۳)
حسن راختہ باید بود لابد
چو ترکے ترک ناوک زن نگیرد
(۶)

تا رخت از مطلع مراد برآمد | رخت گل و لالہ را کساد برآمد
خط سیہ گرد روے خوب تو گوئی | شب بتماشائے بامداد برآمد
از قد و زلف و دہن و چشم خوش تو | نقش الف و لام و میم و صاد برآمد
عشق تو دل را سلام کرد ہماندم | از دل و جاں ہر دو خیرباد برآمد

سہل بود نامرادیئے کہ رسید ست	چلں نور رسیدی ہمہ مراد برآمد

۳۴۴	حرف صلاح از دل حسن مطلب زانک نام وے از دفتر فساد برآمد	۷

شب مرا تا بروز خواب نبود	جز نم دیدہ فسخ باب نبود
ہر دم از چشم خود بر آتش دل	خوں ہمی ریختم چو آب نبود
خونے از دید نوش می کردم	در صُراحی جز ایں شراب نبود
ماہِ من از مے جوانی مست	ہیچ میلش بدیں خراب نبود
گرچہ تا صبح نالہا کردم	یک سوالِ مرا جواب نبود
تلخ کردم جہانیاں را خواب	زاں دعاہا کہ مستجاب نبود

۳۴۵	اے حسن یار گر خطائے کرد ہم شکایت ازو صواب نبود	۷

بار دگر تیر عشق بر ہدف جاں رسید	بار دگر شعلۂ در دلِ بریاں رسید
دیدہ بُدی چشم من ریختہ باران خوں	بر درِ دیوار تو نقش نگاراں رسید
گفتۂ اے میر بار حاجت شہرے بشاہ	حال غریباں بگو نوبت ایشاں رسید
بانگ مزن اے رقیب دم مزن ای پردہ دار	منتظر رحمتیم قصہ بسلطاں رسید
ہر کہ بزلفت رسد سر کند اندر رسرت	گرچہ کمند بلاست کاش کہ بتواں رسید
گفت بخواہم رسید بر تو پس از عمرہا	او نرسید اے دریغ عمر بپایاں رسید

۳۴۶	دوست رضا میدہد از سر جاں خواستن عذر میار اے حسن خیز کہ فرماں رسید	۷

دوشش از غم تو دلم چناں بود
اگر دوے ہمہ شہر در فغاں بود
گر خون دو دیدہ بر زمیں ریخت
گہ دست دعا بر آسماں بود
با آب مژہ صبور بودم
ایں خون جگر کرا گماں بود
از اول شب کہ نالہ کردم
تا آخرِ شب نفس ہماں بود
آں لحظہ کہ در سرم سخن رفت
ہم نام تو بر سرِ زباں بود
ہر چند کہ با تو ایں بلا ہاست
با ایں ہمہ بے تو کے تواں بود

۳۴۷	ہر بار کہ عشق آتش افروخت بیچارہ حسن دراں میاں بود	۵

از چشم پر خمار تو مستی نمیرود
خوبیت ازاں مزاج کہ ہستی نمیرود
دودِ دلم بر اوج فلک خیمہ زد بلے
ایں عشق آتشیست بہ پستی نمیرود
عقل از کمند زلف[۱] تو سر در جہاں نہاد
دل را کہ پا بسلسلہ بستی نمیرود
تا جرعۂ ازاں لبِ میگوں چشیدہ ام
از من ہوائے بادہ پرستی نمیرود

۳۴۸	گفتی حسن چرا نکنی توبہ از شراب واللہ کہ توبہ کردم و مستی نمیرود	۷

امسال[۲] رونقِ گلِ تر آنچناں نبود
بے سرو تو بدیہہ بلبل رواں نبود

---

[۱] عشق [۲] امسال بے تو رونق گل

گلزار بود. مجلس قولِ مغنیاں
ایں کاروانِ گل پس سالے رسید لیک
دانستہ ام کہ از تو بہ بینم شبِ فراق
لعلِ بتاں جواہر تبسم نثار کرد
مُرغ ارچہ عشق نامۂ خود خواند بامداد

برقولِ صوفیاں ہمہ خود بود آں نبود
ماہیے کہ در دلست دریں کارواں نبود
آں روز رُستخیز مرا در گماں نبود
ورنہ مرا چنیں صدف دُر فشاں نبود
دستانش را طراوتِ ایں داستاں نبود

۳۴۹
ایں طرز شیوۂ حسن ست ورنہ پیش ازیں
چندیں شکر بعرصۂ ہندوستاں نبود
۷

دوستاں در دم قوی شد مرہمے حاصل کنید
از ملامتہائے تاں ہر روز دیوانہ ترم
اے رفیقاں از کہ می پرسید تا منزل کجاست
گر بمیرم در فراق آں مہِ محمل نشیں
ہر خسے کش زیر پا شد گرد می آرم بچشم
پندگویاں ہرچہ گویندم ہمہ بے حاصل است

دیدہ در خوں غرق شد کوشش و علاج دل کنید
اے عجب دیوانہ را خواہید تا عاقل کنید
ہر کجا معشوق عاشق را ہماں منزل کنید
گاہ مردن روئے ایں مسکیں سوئے محمل کنید
تا چو میرم ہم بداں گورے مرا کہگل کنید
بارے آں چشمے کہ من می بینمش حاصل کنید

۳۵۰
یار چوں ایں سو خرامد از پئے قتل حسن
جان ایں مقتول خاک راہ آں قاتل کنید
۷

گر نسیمے از سر زلفِ تو سر در ہم رسد
زاں دہاں تنگ نِک من شود ملک مُراد

سر بسر دلہائے در ہم گشتہ را مرہم رسد
گر سلیماں وار دستِ من بداں خاتم رسد

از پری زاد ست او یا از ملائک یا ز حور
زخم زیر چشم او یارب چه شیریں آمدست
چشم مست او بیک غمزه جگر با دل بدوخت
از غمم غافل مباشید ارچه اندک گفته ام

بارے از نسلِ بنی آدم چوں او ئے کم رسد
زاں ہمی ترسم کہ دیگر چشم زخمے ہم رسد
تیر ترکاں گز سر مستی رسد محکم رسد
آتش اندک خیزد اما در ہمہ عالم رسد

۳۵۱

عالمے شاد و حسن را جائے شادی غم رسید
او چہ غم دارد حسن را گرچہ صد چوں غم رسد

۷

ایں مژده کہ می گوید ویں نامہ کہ می آرد
غنیمت دریں قاصد از پیش کہ می آید
شمع نظرست آں خور تا بر کہ ہمی تابد
طعنہ زندم ہر کس[۱] کو را چہ سپردی دل
گفتی چہ رود چندیں خوں از جگر ریشت
بے دوست اگر عاشق فردا بہشت آید

اے دل ز صبا می پرس کز گل چہ خبر دارد
فتحیست دریں نامہ تا خود بکہ می آرد
ابر کرمست آں مہ تا بر کہ ہمی بارد
گر جاں طلبد جاناں آں کیست کہ نسپارد
خاریست درون دل کاں ریش ہمی خارد
نعمتکدهٔ رضواں آتشکده پندارد

۳۵۲

ماندست حسن واللہ بر قاعدهٔ عشقش
ور بگذرد از عالم آں قاعده بگذارد

۷

شب را چو صبح[۲] عید عزیزے بما رسید
گفتی رسید موسم حج ایں سخن بدار
بوده ست ہمچو دیده نرگس دو چشم من

گز پائے بوس او سر ما بر سما رسید
ما حج چرا رویم چو کعبہ بما رسید
حیرانم ایں بہار گرم از کجا رسید

۱ زاہد ۲ گرد است

ازخار خار غصه نهالم چو گل شگفت — وز درد دل گله نکنم چوں دوا رسید
دل در طرب در آمد و دَوران غم گذشت — ابر کرم بر آمد و کشت رجا رسید
شمعے ز لطف در دل تاریک بنده تافت — شاہے زغیب بر سر وقت گدا رسید

۳۵۳

ناخوش بگفتی اے حسن اینجا زہے ادب
ایں نیک نامیست که از حق ترا رسید[۱]

۹

آں که حسنت چوں گلستاں آفرید — در لبت صد ناز خنداں آفرید
نافۂ چیں در چین زلفینت نهاد — وز رخت خورشید تاباں آفرید
از رُخ گلرنگ تو آبِ حیات — وز رُخ گلبوئے توجاں آفرید
ماه را دُر بتیمت عرضه داد — باز بر ماہت گلستاں آفرید
آفریں بر صنع آں صانع که او — صورتِ زیبا بدیناں آفرید
ماه در دَوراں چو تو شاہے نزاد[۲] — تا خدا بیناو خوباں آفرید
تا ہمی بخشی خلائق را حیات — در لبانت آبِ حیواں آفرید
در لبِ شیریں تو چندیں شکر — از برائے دردمنداں آفرید

۳۵۴

چوں حسن را داد قدرت در سخن
زیں نکو تر شعر نتواں آفرید

۵

دل را که خوں گرفت نگه داشتن چه سود[۳] — تخمے کزو برے نرسد کاشتن چه سود
جانا چو سیل عشق تو دلها خراب کرد — ما را بنائے عشق بر افراشتن چه سود

---

[۱] در بعض نسخ ایں شعر ہم بنظر رسیده۔ سلطان علائے دولت و دیں آنکه در جہاں ٭ شاہے چو او نیامده تا پادشا رسید۔
[۲] ...
[۳] دل خواں گرفته را ز نگه۔

دل بر تو رفت گرچه نگه داشتم بسے خون دلم بچاه زنخ ریختی نخست	چیزے کہ رفتنیست نگہ داشتن چہ سود اکنوں بمشک وعنبرش انباشتن چہ سود

(۳۵۵) از نالۂ حسن چہ بدانکاری اے صنم
خود زخم کردۂ تو بدانگاشتن چہ سود (۵)

دل خوں شداں خلاصۂ جانرا خبر کنید صبراز برم بجست چو آہو بصید گاہ تنگ آمدست جان من از جور عشق او جانست یار وایں سر من خاک پائے او	زیں آب دیدہ سرو روانرا خبر کنید آں شہسوار سخت کمانرا خبر کنید اں تنگ چشم وتنگ دہانرا خبر کنید چوں سر بپا در آمد جانرا خبر کنید

(۳۵۶) جملہ جہاں بزہد حسن طعنہ می زنند
ایں ہم نماند جملہ جہاں را خبر کنید (۷)

سرگشتہ دلم راہ بمقصود ندارد باغ از خط خوب ولب شیر نیست خجل ماند عاشق کہ شبے سیر ندیدت چہ تواں کرد برشست ایاز اختر مسعود دہد بوس کس را خبرے نیست زسوز جگر من یک روز نخوردی غم بیچارہ بیندیش	آں صبر کہ یکچند در و بود ندارد گو ہیچ بنفشہ شکر آلود ندارد بد روز ابد طالع مسعود ندارد کاں تاج بجز سینۂ محمود ندارد آرے چکنم آتش من دود ندارد زاں روز کہ افسوس کنی سود ندارد

گفتی کہ حسن می ندہد دل بتان بیش

٣٥٧	معذور همی دار که موجود ندارد	٧

تا سایه زلفینت یار مه تابان شد — گوئی که مگر کفرے همسایهٔ ایماں شد

تنگ آمده بود این دل زین دین نفاق آلود — از زلف تو زناّرے بر بست مسلماں شد

تا بر دو رخ چوں گل از مشک زدی خالے — آں حسن که وی بود است امروز دو چنداں شد

خودبیں شده بد نرگس چوں تو بچمن رفتی — هر چشم که بود اورا در روئے تو حیراں شد

جانا دهن تنگت اندر نظرم آمد — طراری او دیدی دل بستهٔ پنهاں شد

گفتی که چرا از دل چیزیت نشد حاصل — تو دیر بماں کاں ده دیر است که ویراں شد

٣٥٨	هاں اے حسن از عالم تلخی چه کشی چندیں کز گفتهٔ شیرینت نرخ شکر ارزاں شد	٧

باز در جانم ز لفت عشق تابے اوفتاد — ذرّه را دوستی با آفتابے اوفتاد

آفتاب آسا ثباتے خواهمش در اوج حسن — گرچه با ماش اتفاق انقلابے اوفتاد

گو بمش دل سوئے ماهی وار گوید سنگ هست — ایں چنیں معشوقهٔ حاضر جوابے اوفتاد

چوں شود حال دل مسکین من در دست عشق — صعوهٔ بیچاره در چنگ عقابے اوفتاد

عقل من افراسیابے بود آمادر دو دست — رستمے گوئی که بر افراسیابے اوفتاد

چشمش از سوئے دلم دید آں نبود از مردمی — مست می غلطید ناگه بر خرابے اوفتاد

٣٥٩	مر حسن را دل بزلف یار در پیچید باز گردن دیوانهٔ اندر طنابے اوفتاد	٧

آں سراز عہد بروں بردہ اگر باز آید
خوشی وخستہ می رفتہ دگر باز آید
گرچہ شد در طلب وصل عزیزش ہمہ عمر
او بہ از عمر عزیزیست اگر باز آید
بامداداں کہ فلک سورہ والفجر نوشت
والضحیٰ خواند مش از دور مگر باز آید
مہ و سیارہ برانگیخت زہر سو لشکر
باشد تا لشکری ما زسفر باز آید
گل کہ از رشک رخش جامہ دراں رفت امسال
ہست تر دامنے ارسال دگر باز آید
او عزیزیست کز و مصری و کنعانی را
عمر تازہ شود و نور بصر باز آید

۳۶۰	حسن گم شدہ را ذوق لبش یاد دہید مگر آں طوطی مسکیں بشکر باز آید	۹

امشب از یاقوت جاناں قوت جاں خواہم کشید
گوہر جاں پیش لعل دلستاں خواہم کشید
بر طریق پیشکش حال دل صد پارہ را
ہمچو دیدہ دامن اندر خوں کشاں خواہم کشید
من چہ دارم جز متاع عجز یا نقد نیاز
آنچہ دارم پیش یار مہرباں خواہم کشید
میزباناں پیش مہماں سیم و زرہا می کشند
من سر خود زیر پائے مہماں خواہم کشید
خانۂ چشم مرا تا کے زنی اے دیدہ آب
کیں مسافر را بمنزل گاہ جاں خواہم کشید
از مژہ نوک قلم کردہ سیاہی از دو چشم
با وجود عشق او خط بر جہاں خواہم کشید
مرغ روزش یاد داد و شمع رازم فاش کرد
وہ ندانم چند جور ایں واں خواہم کشید
مرغ را گرد سرش آزاد خواہم کرد لیک
شمع را بارے بدست خود زباں خواہم کشید

۳۶۱	گرہا اگر ذرہ خود گرد خواہد چوں حسن از زمیں ناگاہ سر بر آسماں خواہم کشید	۶

تا کشیدی سبزه بر گل گریباں پاره کرد — خار عشقت تا بداماں جامهٔ جاں پاره کرد

حلقهٔ زلفش که در پائے دلم زنجیر شد — آنچناں زنجیر را نتواں بسوہاں پاره کرد

جامهٔ نیلوفری پوشیدی و رفتی بباغ — یاسمیں پیراہن خود تا بداماں پاره کرد

سیب سیمین زنخدانت که از جاں خوشتر است — گر بدستم اوفتد خواہم بدنداں پاره کرد

طاعناں سنگ ملامت بر زلیخا می زوند — حسن یوسف تیغ بستد دست ایشاں پاره کرد

۳۶۲

رشتهٔ صبر حسن را بر کف دستش نهید
تا بدوزد خرقهٔ کز جور خوباں پاره کرد

۷

تا دو چشم تو مست و فتانند — همه عشاق در تو حیرانند

مے لبت خورد و مست چشم تو شد — گیسوانت چرا پریشانند

گر بجائے سر اندر آیے تو — جاں بگرو سر تو گردانند

بے دلاں را رعایتے کن ازانک — از دمے بے تواند بے جانند

تو ہم اینجا و ماز تو غافل — مکّیاں قدر کعبه کے دانند

عارفاں نگذرند از در تو — بلبلاں پائے بند بستانند

۳۶۳

اے حسن صوت بلبلاں چه خوش ست
گوئیا گفتهٔ تو می خوانند

۹

ساقیا مے ده که ابرے خاست از خاور سفید
سرورا سر سبز شد صد برگ را چادر سفید

ابر چوں چشمِ زلیخا بہرِ یوسف اشکبار
ژالہا چوں دیدۂ یعقوب پیغمبر سفید

گر نہ حشر است ایں نگہ کن در بنفشہ و سمن
چیست دست ایں کبود و روئے آں دیگر سفید

بید لرزاں از شمال اینک چو اصحاب الشمال
یاسمیں مانند اصحاب الیمیں دفتر سفید

بادہ در جامِ بلوریں دہ مرا اگر میدہی
نغز می آید شراب لعل را ساغر سفید

راحت از افسردگاں کم جو کہ کم یابد کسے
نامہ بر امیٔ سیہ جامہ بر آہنگر سفید

محمل آزادگاں می جستم از ابنائے دہر
کاغذے در دست من وا دند سر تا سر سفید

عنکبوت غار را گفتم کہ ایں پردہ چہ بود
گفت مہماں عزیز آمد کہ کردم در سفید

۳۶۴	اے حسن اغیار را ہرگز نہ بینی طبع راست راستست ایں زاغ را ہرگز نروید پر سفید	۵

اے کہ ہرگز از تو دلجوئی نبود من ہمہ سالہ ہوا خواہ توام	دل ز من بردی چناں گوئی نبود زاں طرف ہرگز رضا جوئی نبود

این بدیہاے تو تا کے یا مگر — نیکو ازا رسم نیکوئی نبود
دوشں گرچہ داد دشنام بسے — کارمن غیر از دعا گوئی نبود

۳۶۵
ہیہدہ می رنجد از جورت حسن
کیں طریق خاص او گوئی نبود
۵

بتم چوں شاخ گل ہر بار می آمد نمی آید — نہال عیش کا مذر بار می آمد نمی آید
صبائے کز درِ دلدار جنبدے نمی جنبد — نسیمے کز دیار یار می آمد نمی آید
نشاطِ مے زمیخوارہ ہمی دیدم نمی بینم — سلام گل کہ از گلزار می آمد نمی آید
عتاب دوست کاندک مایہ دل را تسکیں میدہد — اگرچہ پیش ازیں بسیار می آمد نمی آید

۳۶۶
حسن را ہیچ کارے نیست با یارانِ کم ہمت
کہ آں یارے کہ او را کار می آمد نمی آید
۵

یار از ما رفت و یادے ہم نکرد — زلف دلبندش کشادے ہم نکرد
چشم او در جادوئی شاگرد کیست — کانچہ او کرد اوستادے ہم نکرد
لشکرِ مژگانِ او قلبم شکست[1] — اشک خونیں ایستادے ہم نکرد
صبر من بنگر کہ چوں رفت از برم — وقت رفتن خیر بادے ہم نکرد

۳۶۷
نامہ از وے چوں طمع داری حسن
کت بعمرے خویش یادے ہم نکرد
۵

[1] لشکر مژگانش صف جاں درید

تا نظر باز گرفتی ز گرفتارے چند — جز جگر ہیچ نخوردند جگر خوارے چند
دل ما خستہ چشم تو شد و تو ہمہ عمر — نشدی رنجہ بپرسیدنِ بیمارے چند
چند ازیں غمزہ زناں بر سر کو آمدنت — تو مرا کشتہ شدہ گیر و چو من یارے چند
صفت نعمت دیدار ترا انشنیدند — طرفہ مرغاں کہ فتادند بگلزارے چند

(۳۶۸)

گر حسن را نظرے بر غلط افتاد بہ بخش
چشم بر عفو تو دارند گنہگارے چند

(۵)

یارے کہ طریق ناز دارد — گر دل ببرد کہ باز دارد
آں شوخ برائے کشتن ما — صد شیوۂ جاں گداز دارد
در زلف بتان مپیچ اے دل — کیں رشتۂ سر دراز دارد
جاناں دلِ من بجانب تست — گنجشک ہوائے باز دارد

بشنو کہ بوصف تو حسن باز
خوش گفتہ دلنواز دارد

(۳۶۹)

ردیف (ر)

(۷)

خہ خدا ے حسن بر کمال قمر — خانہ روشن شد از جمال قمر
یافت تقویم عمر من ترتیب[1] — چوں میسر شد اتصال قمر
شمس را گر زوال شد گو شو — ایمنم بارے از زوال قمر

له زینت

چشمِ نرگس بخواب جوید نور
چہ خبر خفتہ را ز حالِ قمر

چوں کند و ز وبال نندیشد
ہست مہو و خود وبالِ قمر

سالہا بودہ ام بیادِ رخش
شبِ تاریک در خیالِ قمر

۳۷۰ — از قمر نور یافت کارِ حسن
خہ خہ اے حسن بر کمالِ قمر — ۵

نوروز رسید یاد می دار
گل پردہ درید یاد می دار

گفتی بتو وقتِ گل رسم باز
آں وقت رسید یاد می دار

من با تو رسیدہ ام دمے دوش
چوں صبح دمید یاد می دار

من می گفتم تو می شنیدی
آں گفت و شنید یاد می دار

۳۷۱ — قربان کردی دلِ حسن را
اے غیرتِ عید یاد می دار — ۷

بخت بیں کامروز وقتِ صُبح یار
چشم روشن کرد مارا صبح وار

کام حاصل شد بیک مہ جبت وجئے
دوست طالع شد باندک انتظار

خط سبز او فتوح آسماں
خالِ شبرنگش فریبِ روزگار

آں چہ مجلس بود یارب چوں بہشت
کوثر اندر دستِ طوبےٰ در کنار

من بدستے ساغرے داشتم
دست دیگر گیسوے مشکین یار

ہیچ کس دُنبالہ مستاں نکرد
محتسب را سر گراں بود از خمار

۳۷۲	زر ذخیرہ ماند و سیم از ہر کسے از حسن اوصاف خوباں یادگار	۵

ماہِ من دیدی چہ دیدم از فراق یکدگر	اجتماع غصہ بعد از افتراق یکدگر
اشتیاق ما بیکدیگر دو چنداں شد کہ بُو	دیں دو چشم ما چہار از اشتیاق یکدگر
کے بود تا بر وصال یکدگر یابیم دست	داستانی باز خوانی از فراق یکدگر
خیز و خونِ من بریز و من برانم متفق	خوب باشد کارہا با اتفاق یکدگر

۳۷۳	اے صنم خوش خوش غم خود خوردہ ہمچوں حسن خوش فتادست ایں دو معنی بر مذاق یکدگر	۷

دی تازہ رُخے دیدم چوں گُل بہار اندر	لالہ بے آلودہ نرگس بخمار اندر
چوں آب ہمی آمد من در گذرش بودم	تشنہ بجمال او دریا بکنار اندر
گفتم کہ شبے اے مہ بشمر عدد اشکم	گفتا کہ ستارہ است ایں ناید بشمار اندر
چشمت چو یکے صیدے کشتست خوشم آرے	خوش وقت[۱] کہ خوں ریزد کافر بشکار اندر
آں رُوے جہاں افروز از دور ہمی دیدم	در گرد شکارستاں چوں مس بغبار اندر
جاناچو بباغ آئی پیدا شودت آخر	کز شرم لبت غنچہ پنہاست بخار اندر

۳۷۴	گر خواست حسن بوئے زاں روئے چو گل نشگفت بس بیہدہ گویا شد بلبل بہار اندر	۷

صُبح طالع شد و در آمد یار	ساغرے پُر کُن اے غلام بیار

۱؎ خوں وقت خوشی ریز

خط ساغر کجا کہ بگرفتست
زیں سپید و سیہ چہ سود مرا
نیست ہمچوں قرابہ مجموعہ
بشکن ایں شیشہائے کاغذ پوش
بہ ازیں داروئے خموشی نیست

دلِ من از کتابتِ اشعار
در قدح زیر لعل گوہر بار
قلم و کاغذ از میاں بردار
بوریا پوش شیشۂ پیش آر
دفع دردے کہ دیدم از گفتار

(۳۷۵)

گر حسنؔ را دریں حدیثے ہست
بادہ دہ اں حدیث باد انکار

(۵)

نے فلک با من موافق طبع می آید نہ یار
بر زمانہ دل نہم با یار سازم چارہ جیست
من چہ دانستم کہ زلف یار پابندم شود
یار رفت و شد جوانی در پیش یکبارگی

نے دل من با من مسکیں ہمی آید نہ یار
نے زمانہ بر من بیچارہ بخشاید نہ یار
وین گرہ یکبارگی نہ بخت بخشاید نہ یار
اے دریغا نے جوانی بازمی آید نہ یار

(۳۷۶)

صبر فرمایند یاراں ہم صلاحیت ولے
نے حسنؔ این پندہا را کار فرماید نہ یار

(۷)

مکن بر عاشقان زار خود زور
بروں افلاس داریم و درون ضعف
بتشریف شفا امید دارد
اگر میریم بر یاد تو میریم

سلیماں را چہ فخر از کشتن مور
نہ زر ما را دریں تدبیر نہ زور
جہانے از لباس عافیت عور
پشیمانی نشاید برد در گور

فغاں از طرۂ ہندوت مارا — کہ چشمِ ترک دارد غارتِ غور

چہ پرسی حالِ عشق از مفتیٔ عقل — چہ داند نورِ مہ را مردم کور

(۳۷۷)

دل مسکیں حسن دریائے دردست

محالست ایں کہ از دریا شود شور

(۵)

اے زبتانِ سرو قد قدِ تو خوش خرام تر — روئے تمام ہمچو مہ بلکہ ز مہ تمام تر

نوش مباد اگر خورم بے لبِ شکرینت مے — مے ہمہ جا حرام شد بے لبِ تو حرام تر

دوش کہ وعدہ کردۂ اں برِ ہمچو سیم خود — وعدہ چو خوئے بینمت خوئے ز وعدہ خام تر

تا تو رواں چو چشمۂ از نظرم برفتۂ — چشم منست ہر سحر تا بنماز شام تر

(۳۷۸)

اے بخطے کہ می کشی مِلکِ تو گشتہ مُلکِ دل

من چو حسن غلامِ تو بلکہ ازو غلام تر

(۷)

نیست چو روئے تو گلستاں دگر — روئے دگر باشد و بستاں دگر

باز چہ سختست دل کافرت — سخت دگر باشد و سنداں دگر

از تفِ عشقت جگرم پختہ شد — پختہ دگر باشد و بریاں دگر

غمزۂ خوں خوار تو خونم بریخت — غمزہ دگر باشد و پیکاں دگر

عشق تو بر عرصۂ دل شحنہ شد — شحنہ دگر باشد و سلطاں دگر

گفتی اگر عاشق مائے بمیر — عشق دگر باشد و فرماں دگر

چشم حسن بیں و دراو موج خون

ے درس

۳۷۹	موج دگر باشد و طوفان دگر	۵

اے زشوخاں جہاں عیارہ تر	چشم شوخت از جہاں خوں خوارہ تر
غنچہ وار از دست خوباں می درم	دامنے از جیب گل صد پارہ تر
مردم چشمم زگریہ غرق آب	مردمانرا چشم زیں نظارہ تر
حال صبر و دل چہ می پرسی چہ شد	صبرم از دل دل زصبر آوارہ تر

۳۸۰	گفتیم چونست بیچارہ حسن زانچہ دیدی ہست زاں بیچارہ تر	۵

اے زعقیق نیکویاں لعل لبت خوشاب تر	نے جگرم کباب شد دل زجگر کباب تر
رست بشکل نرگسم روز و شب از نم ہوا	چشم پُر آب داشتہ وقت سحر پر آب تر
اے چو گل تری ترا حقہ لعل پر ز دُر	چند چو لالہ داریم چہرہ بخون ناب تر
چند بطنز گوئیم تا نہی بخانہ دل	خانہ من نہ دیدہ از دل من خراب تر

۳۸۱	بر سر گنج وصل تو دست حسن کجا رسد لے زوجود کیمیا وصل تو دیر یاب تر	۷

اے پیش درج لولو تو شرمسار دُر	بر لعل تو کنم ز دو دیدہ نثار دُر
زانگہ کہ ہفت بحر فلک آفریدہ شد	چو تو نزاد از صدف روزگار دُر
دریائے آسماں ندہد چوں تو یک گہر	ہر شب اگرچہ موج زند صد ہزار دُر

گر نہ مفرح دل دیوانۂ منست — در تنگ شکریں چہ کند اے نگار دُر
در گریہ ام بگوشۂ چشمے نگاہ کن — گر حاجت افتد ز پے گوشوار دُر
در در اشک من نظرے کن کہ در جہاں — ہرگز نہ دیدہ اند چنیں آبدار دُر

(۳۸۲) در خدمت تو نثر کنم ہر درے کہ ہست
دارم ز نظمہائے حسن بے شمار دُر (۷)

دیدہ[۱] بر روے تو حیراں شد و دل[۲] بر تو اسیر — جائے تدبیر نماندست چہ[۲] سازم تدبیر
بوسۂ خواستم انگشت گرفتی بدہاں — بر من ایں کار بیک بار چنیں تنگ مگیر
خطِ خوب تو بمکتوب سلاطیں ماند — کہ بہ انگشتریش مہر کند دست دبیر
زلف خود با ہمہ دلہائے پریشاں بنگر — چند دیوانہ مسلسل شدہ در یک زنجیر
دیر بازست مرا مستی عشق اندر سر — جامہا خوردہ ام از دست تو در جامہ شیر
صید گر تیر تو بر سینہ خورد عاشق وا — جاں بر افشاند و در سینہ نگہ دارد تیر

(۳۸۳) بر حسن طعنہ مزن کو نتواند برداشت
نظر از روئے کسے کش نتواں یافت نظیر (۷)

باد خوش بوے ہمی آید و گردے چو عبیر — مگر آں ترک مرا خواست ہوائے نخچیر
دل بباد دادہ ام او قصد بجانم کردست — انچہ خود کردہ ام آں را نتوانم تدبیر
اے بسا صید کہ بفگند بیک گوشۂ چشم — سوئے من تا ببناگوش چہ می آرد تیر
من گیاہِ ہوس[۳] روے چو آہو چکنم — شیر را پنجہ میسّر نشود با تقدیر

۱؎ در ۲؎ چہ جاے تدبیر
۳؎ من چہ مرد ہوس چشم چو آہوے توام (از نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگی)
من گیاہے ہوس چشم چو آہو دارم (از ،، ،، آصفیہ)

اے کہ گفتی دل تنگ تو بتو بخشیدم
میر خوباں دل بخشیدہ ز من باز مخواہ
بیش با طائفۂ تنگ دلاں تنگ مگیر
زانکہ بخشیدہ دگر می نرود خانۂ میر

(۳۸۴)

بہر شد بندہ حسن گرچہ ز عالم برود
نرود عشق چو تو سرو رواں از دل پیر

(۷)

گفتم مرا دستے بدہ تا مد ز جاناں ایں قدر
خیزم بوسہم پائے او ہم نیست ساماں ایں قدر

گویند جا را تحفہ بر جاناں اگر پیش آیدت
ہیہات تحفہ چوں برم در پیش جاناں ایں قدر

گر با بدیں دیدہ نہد عالم بدست غم دہد
صد ملک را منت بود بر دیدۂ جاں ایں قدر

روحی کہ با بد روح من از یک نسیم کوئے او
واللہ کہ نتواں یافتن از ہشت بستاں ایں قدر

تا چرخ بر شد آہ من کے بود صرصر اینچنیں
اشکم گذشت از بحر ہم کے بود طوفاں ایں قدر

در کافرستان غم جاں میدہد ہر دشمنے
وہ گر مسلمانی کند آں نامسلماں ایں قدر

(۳۸۵)

وقتے یکے از طالباں کرد ایں ردیف از من طلب
من نظم کردم چوں حسن بر حکم فرماں ایں قدر

(۷)

تا دیدہ ام رخسار او از برگ گل سیراب تر
بے خواب ہمچوں نرگسم چشمے از و بے خواب تر

دارد دلے گردندۂ زلفست اندر وعدہا
یکبارگی قلاب شد چشمش از و قلاب تر

گرچہ فلک در قصد من ہر روز قصابی کند
آں غمزۂ خونریز ہیں صد بار از و قصاب تر

ناگاہ ماہ چاردہ دیداں رخ تاباں او
زاں پس چہ می پرسی چہ شد شد ہر شبے بیتاب تر

رنگست زاں نازنیں داں سرو قدر آتشیں
چوں سبزۂ سیراب ہیں از سبزہ ہم سیراب تر

اینک روان شد سر و من رنگے چو رنگ سبزهٔ خوش | ماراچو گل بگذاشته دامن بخونِ ناب تر

۳۸۶
از بهر وصل او حسن وجه زرے داری ولے
شد وصل او چوں کیمیا از کیمیا نایاب تر
۷

گر وجودم ز غمت رفت خیالے کم گیر | پیش آں روے چو خورشید ہلالے کم گیر
بارخ فرخ تو دل بجہاں نتواں بست | جاں بریحان تو تازہ ست سفالے کم گیر
دلم از دیدن سرو قد او باغ شدست | گر بہشتم نبود چند نہالے کم گیر
خواستم وصف میان تو کنم لیک آں شعر | ہمہ مصنوع فتادست خیالے کم گیر
لب تو یافتہ ام چشمۂ حیواں چہ کنم | باچناں آتش تر آب زلالے کم گیر
رخصتے دہ کہ بدنداں بکنم خال لبت | آخر اے جاں مثلے ہست کہ خالے کم گیر

۳۸۷
حسن ار کوفتہ ماندست ز چوگانت چو گوے
تو قوی حال بماں کوفتہ حالے کم گیر
۷

اے مرا حال از غمت از ہر چہ دانی زار تر | بے تو بودن از ہمہ دشوارہا دشوار تر
من خود از آزار چرخ و جور انجم سالہا | زار بودم گشتم از روز فراقت زار تر
ہر شبے زاری کنم در حسرت پیوند تو | تو شوی ہر روز از روز دگر بیزار تر
کے رساند از گلستان وصال تو گلے | بخت کز خار مغیلانست ناہموار تر
گیسوے تو گرد کار من پریشاں طرفہ آنک | طرۂ داری ازاں ظالم پریشاں کار تر
ابر نیساں را ہمی بینم پریشاں خاستہ | در ہواے لعل تو ہر بار گوہر بار تر

ئے چو رنگ ارغواں

۳۸۸	اے شد چشم حسن از عشق لعلت غرق چول چشم او خونبار تر یا لعل تو خون خوار تر	۷

پیر شدیم و نشد شور جوانی ز سر
می نگرم از درون حاصل خود بیش و کم
موج زناں خون دل گرچہ فروزد رخم
شب ہمہ شب باغباں کردہ در باغ قفل
پیک ہوا از مصر گر نرسد گو مرس
گر متفرق شوند ہر دو جہاں کے شود

عمر برفت و نرفت صورت یار از نظر
عزم صبوری کم است عشق بتاں بیشتر
شعلہ زناں میجہد آتش عشق از جگر
مرغ حریف گلست تا بطلوع سحر
باد بکنعاں رسید داد ز یوسف خبر
عاشق و معشوق را تفرقہ از یکدگر

۳۸۹	گرچہ بدست جفا خصم کشید ست تیغ پائے بروں نہ حسن دوست ستادہ بہ بر	۹

بقید عشق صیدم کرد تقدیر
دل و دیں بندۂ دلبر شد آرے
نگر باجاں رود مستیٔ عشقش
عجب دارم اگر عاشق نمی شد
زہے ترکے کہ از خمہائے ابرو
شنیدی قصۂ زنجیر و کعبہ
مرا دوشینہ صوت آہنگ حالی کرد

رہ تدبیر گم کردم چہ تدبیر
رعیت را ببا ید ساخت با میر
کہ دایہ آں میم داد ست با شیر
ملک چوں صورتش میکرد تصویر
کماں پیدا کند پنہاں زند تیر
رخش را کعبہ دان و زلف زنجیر
بیا مطرب ہماں آہنگ برگیر

بگوش مدعی کے جائے گیرد	ہراں رمزے کہ ہست اندر مزامیر

39	حسن را طعنہ در عشق جوانان مزن کو اندریں خونابہ شد پیر	7

مپرس کز مئے فرقت چگونہ مخمور	ز دوست دور تواں شد ولے نہ چنداں دور
کجاست حضرت دہلی وخوب رویانش	یکے بہشت درون و برون او پر حور
چہ حیلہ چوں کہ رسد زخم عشق بزرگ جاں	چہ چارہ چوں کہ فتد پائے پیل بر سر مور
اگرچہ غلبتے افتاد بر طریق مجاز	ولے بر اہل محبت محققست حضور
اگرچہ کردۂ از حد بروں خرابیہا	درونہ ایست مرا ہم بیاد تو معمور
ہزار بار ہمی مردم از فراق ولیک	مرا امید وصال تو داشتست صبور

391	میان ما و تو آمیزشیست سخت حسن چو اختلاط موافق میان دیدہ و نور	7

اے رُخِ خوب تو از عارض گل زیباتر	چشم رعنائے تو از نرگس تر رعناتر
طوبی از غیرت بالائے تو پنہاں ماندست	خود بگو تا چہ صفت باشد ازیں بالاتر
خوب زیبا بتواں یافت ولے نتواں یافت	روئے ازیں خوبتر و قامت ازیں زیباتر
طرفہ حالیست مرا روز و شب اندر غمِ تو	دل چو دوزخ شدہ سوزاں مژہ چوں دریا تر
شب بکوئے تو شدم نعرہ زناں دریاوار	بلکہ ایں بار ز ہر بار دگر شیداتر
حال دوشینہ شوریدۂ ما می پرسی	دوش رسوا بدم امروز ازاں رسواتر

۳۹۲	دلِ مسکین حسن از عشق تو ناپیدا شد صبر از آں غمزدۂ دل شده ناپیدا تر	۵

شکلے عجبے داری رفتار عجبتر
صنعت عجبے می کشی از مورچہ گویم
یاراں لب خوانخور عجب خیره کشے بود
ایں خشم زخوے خوش تو بس عجب افتاد

بعلت عجب از لعل تو گفتار عجبتر
بربستہ کمندے دگراز مار عجبتر
امسال عجب بینمش از پار عجبتر
تلخیست زیاقوت شکر بار عجبتر.

۳۹۳	بے ہیچ گنہ کشتن ہمچوں حسنے را از چرخ عجب دارم و از یار عجبتر	۷

اے بہشتے مجلس مارا تو نور
اے پری روے بنی آدم فریب
حور روح مطلق آمد چوں ملک
در وجود من چو می باشی تو سر
ہم بہ نیکے تو خواہم داشت چشم
آنچہ بر من میرود در غیبتت

حور از رشک تو دایم در قصور
نے فرشتہ ایں صفت دارد نہ حور
تو میان این و آں خیر الامور
در سرم چوں دیده در دیده چو نور
گرچہ چوں چشم بداں ام از تو دور
گر خدا خواہد بگویم در حضور

۳۹۴	وصل تو جوید حسن ہذا محال کے رسد ملک سلیمانی بمور	۵

اے خال ہندو پیکرت از ترک غارتناکتر
نامد ز ہندوستاں گہے ترکے ز تو چالاکتر

در کشتن بیچارگاں بے باک می بینم لبت
واں چشم اندک شرم تو بسیار زاں بیباکتر

می گفت امشب بلبلم یارب کہ داند در جہاں
من از تو اندہ گیں ترم یا تو ز من غمناکتر

گفتی کہ از ہر چشمۂ آلودۂ دامانِ دل
واللہ کزیں تہمت منم از آب دریا پاکتر

۳۹۵	باشد کہ روزے یا شبے طوفے کنی سوے حسن تا در رہت خاکے شود از خاک عنبر خاکتر	۵

خال تو و حال من ہر دو سیہ ہمچو قیر
ذہن من و روئے تو ہر دو چو ماہ منیر

قد من و ابرویت ہمچو کماں کژ بود
قد تو و قول من راست بود ہمچو تیر

فرق تو و جسم من ہر دو چو ماہ نوست
موئے تو و روز من ہر دو چو شب گشت تیر

قہر تو و صبر من تلخ چو زہر آمدست
وصل تو و کام من ہیچ چو امید پیر

۳۹۶	لطف تو عشق من ہمچو فرح جاں فزا حسن تو شعر حسن ہر دو رواں دلپذیر	۶

مشو از جائے کہ از تو شدم جائے دگر
بندۂ روئے توام تا نہ کنی رائے دگر

هر کہ رویت نگرد کے نگرد سبزہ و گُل
نیست در سینہ بجز درد تو اندوہ کسے
گر تو یک پائے بدیں سینہ نہی ہم بامید
روز بازار سر گیسوئے تو تا باقیست
با تو صد سال اگر باشم و چیزے نشوم

اہلِ فردوس چہ محتاج تمنائے دگر
نیست در شہر بجز عشق تو غوغائے دگر
چشم داریم کہ بر دیدہ نہی پائے دگر
سود حاصل نتواں کرد بسودائے دگر
بہ ازانم کہ بہ ہر چیز شوم جائے دگر

۳۹۷

گر تو صد بار بخاک افگنی امید حسن
خاک بروے کہ کند جز تو تمنائے دگر

۷

مشوائے چشم مردم راز تو نور
مرا گفتی کہ بے من چیست حالت
مرا با تو قیامت عشقے افتاد
الا اے چشم جاں را روشنائی
بیا کز دَور حسن خویش امروز
اگر پیدا شوی در قصر فردوس

بگفت دشمناں از دوستاں دُور
چہ باشد بے طبیبے حال رنجور
قیامت کے توانم کرد مستور
بچشم خانہ کن نور "علیٰ نور"
تو مستی و جہانے از تو مخمور
بکنج باغہا پنہاں شود حور

۳۹۸

نکردی ہیچ وقتے از حسن یاد
سلیماں را کجا یاد آید از مور

۹

الا اے ساربان محمل فروگیر
بگو آں ترک ترکش بند ما را

کہ بگسست ایں دل دیوانہ زنجیر
کہ بنواز ایں شکارے را بیک تیر

چو جاناں میرود جاں ہم بروگو
بادبخشید خواہم زندگانی
لب او بوسه دادم دوش درخواب
شکست آں میر خوباں عرصۂ دل
مرا از شان آں آیت بگویند
بجز خوں خوردنم دیگر غذا نیست

بگو برما چنیں رفتست تقدیر
اگر در مرگ خواہد بود تقصیر
تواں دانست و نتواں کرد تعبیر
فراہم از کہ خواہد گشت از میر
برائے خود نیارم کرد تفسیر
تو گوئی دایہ خونم داد باشیر

٣٩٩ حسن دنبال آں سرو رواں رو
ولیکن در جوانی کے رسد پیر ۵

ردیف (ز)

جانم ہر آں بلا کہ زعشق آیدش فراز
گفتی کہ سجدہ میکنی آں روئے را عجب
دل از درت گریختہ ہر سو کہ میرود
دیرست تا بغارت دلہاست زلف تو

از جاں قبول کرد و نکرد از تو احتراز
ہر سو کہ قبلہ یافتم آں سو کنم نماز
زنجیریان زلف تواش آورند باز
کس درزو رانداد چنیں رشتۂ دراز

۴۰۰ بارے بگویم ایں غم دل پیش نرگست
با آنکہ نز دمست نشاید کشاد راز ۷

از پے دیرے رسیدی دیر می آئی ہنوز
سر فدائے پائے تو چندیں چمی پائی ہنوز

مدتے در انتظار منفعت بود ست جاں	جان مسکیں بر لب آمد تو نمی آئی ہنوز
یوسف من گرچہ چشمم گشت بے رویت سفید	دارم از بوئے خوشت امید بینائی ہنوز
چندے زنجیر زلف خود پریشاں داریم	یا من دیوانہ را با قیمت رسوائی ہنوز
نے ترا از جملہ عالم در دل من جاے بود	عالمے گشتی و در معنی ہمانجائی ہنوز
نغمۂ ہجر تو حلق عشرتم را تلخ کرد	عیش این بیچارہ شیریں کن کہ حلوائی ہنوز

۴۰۱

دل شدہ از دست و جاں پا در رکابست اے عجب
در چنیں حالت حسن را صبر فرمائی ہنوز

۷

مئے دوشینہ در سر ست ہنوز	مست خواہم شدن ہم اول روز
من چہ گویم جہان معنی را	ساقیم صورت جہاں افروز
اے کہ مغرور میروی زنہار	یار ہم مہربانست ہم کیں توز
نیست ایں راہ راہ رعنایاں	برو اے خواجہ بندگی آموز
جستجویش بگفت گو نشود	خار از پا بکش دہن بر دوز
بر سر آتشم نہد چو سپند	نیز فرماں ہمی رسد کہ مسوز

۴۰۲

اے حسن ہنر خود بروں دادی
مئے دوشینہ در سر ست ہنوز

۵

کجاست ہمچو تو اندر دو چشم فتاں ناز	ہزار حسن در وصد ہزار چنداں ناز
اگر ز ناز جفائے کند چہ شاید کرد	کشید نیست ز دیدہ جفا و ازجاں ناز

رسید لاله ولیکن کجاست یا آں لطف
شگفت نرگس ولیکن کجاست با آں ناز

چه ظلمهاست دراں زلف کافرش یارب
مزید کرده براں چشم نامسلماں ناز

(۴۰۳)
حسن زناز بتاں سر بپیچ کز عاشق
همه نیاز توقع بود ز جاناں ناز
(۷)

گر من دل شده یکبار ترا یابم باز
عمر فانی شده را بوئے بقا یابم باز

دولت آں بود که یک روز گذشته بر من
یارب آں دولت و آں روز کجا یابم باز

دیده روشن شودم بار دگر چوں یعقوب
گرچه تو یوسف غائب شده را یابم باز

طمع خلعت خاص تو ندارم اے کاش
از رقیباں تو تشریف جفا یابم باز

چوں شب تیره خود عیش مکدر دارم
صبح رویت بنما تا که صفا یابم باز

روز و شب قبلهٔ من بهر دعا رویش بود
هم دعائے بکنم کاں بدعا یابم باز

(۴۰۴)
چوں حسن در غم تو دل بخدا ہے بندم
که انچه گم کرده ام از فضل خدا یابم باز
(۷)

خه که گل همدم صباست هنوز
سبزه با آب آشناست هنوز

از دهان گل و لب بلبل
شاخ با برگ و بانواست هنوز

خار از گل قبائے رنگیں دوخت
غنچه در بنداں قباست هنوز

غنچه از خشم خویش فارغ شد
مرغ را بیں که در دعاست هنوز

لعل ساغر طلب که در سحاب
اندک اندک نثار ماست هنوز

باغ راخانہ گیر گر بنواں	کاب راہبرہ درہواست ہنوز

۴۰۵	حسن از صورت خزاں بگذر دور معنی بہار راست ہنوز	۷

امروز آسماں چو در دل کشاد باز	خورشید وشش کشاد دلم بامداد باز
آیندۂ رسید رونده نزاز صبا	کوری دشمناں خبر دوست داد باز
الحق صبا روئے کہ وشش از مبارکی	ہر دل کہ تنگ بود چو غنچہ کشاد باز
یارم کہ بست[1] با من روزے حساب عہد	عہدے گذشت و میکنداں روزیاد باز
برخاسنہ است باز خلافش زمرد ماں	ایں اتفاق مردمیش چوں فتاد باز
الحمد للہ از غرضے بود در ضمیر	بکشاد قفل آں بکلید مراد باز

۴۰۶	در باغ خرمی شده بلبل صفت حسن سودا بسان داغ بگوشہ نہاد باز	۷

دل زجا رفت کہ دلدار نمی آید باز	غم فزوں گشت کہ غمخوار نمی آید باز
دل زہجرانش ہمی باز کند بند از بند	بر کہ بندیم کہ دلدار نمی آید باز
یعلم اللہ کہ مرا یار چو جاں بود عزیز	وہ کہ جاں میرود و یار نمی آید باز
چوں برفتے بہ منش باز گزار افتادے	چہ فتاد ست کہ ایں بار نمی آید باز
یار ہر چند سفر کرد چو گل باز آمد	چیست امسال کہ چوں پار نمی آید باز
پری از من بشد اکنوں من و دیوانگی	صبر بیہودۂ من کار نمی آید باز

[1] یک روز عہد بست فراموش کرده بود۔

۴۰۷	شب من تیره تر از روز حسن شد زیرا ماہِ من ہیچ بدیدار نمی آید باز	۷

در داکہ من از راحت جاں دور شدم باز
جاں رفت وکزاں جان و جہاں دور شدم باز
آں سروِ رواں گشت ہمی نالم ازیرا
چوں بُلبل ازاں سرو رواں دور شدم باز
پیوستہ با بروش نظر داشتہ ام راست
وہ وہ کہ چو تیرے زکماں دور شدم باز
چوں شام و شفق یک بدگر آمدہ نزدیک
ہم صُبح صفت جامہ دراں دور شدم باز
با او چو دو لب یک نفسے داشتہ ام وصل
گوئی سبب زخم زباں دور شدم باز
پروانۂ آں شمع بدم دوش ہمہ شب
امروز چہ آمد کہ ازاں دور شدم باز

۴۰۸	در روئے کسے باز نکردم بجہاں چشم تاچوں حسن از روئے فلاں دور شدم باز	۸

منم امروز عشق ترک طناز	کہ ترکیہاش گہ خشم است و گہ ناز

هزار از ما بیند از دبیک تیر	هزارش همچنیں بادش یک انداز
من از هر رگ نوائے زخمۂ او	شنیدم محتسب گومی شکن ساز
بسا کس کو چو شمع از عشق آں لب	همی سوزد میسّر نیستش کاز
مکن اے دل بزلف او تعلق	نشاید بود صرعی را رسن باز
چه خواهی اے حکیم از من دریں کار	تو کارِ خود بکامِ خود بپرداز
به پندارے که داری زهد مفروش	تراگر ما به خوش میدارد آواز

۴۰۹	حسن راگفتی از فردا میندیش تو از انجام ترسی او از آغاز	۶

اے پیوستہ بود ابروے تو باکژ
وعدۂ چشم تو چوں زلف تو سرتاپا کژ
الف قد تو از قد الف راستر ست
ابرویت راست چو دو زلف تو دو طغرا کژ
اے قدِ خوب تو چوں دین مسلماناں راست
طرۂ کافرِ تو ہمچو خطِ ترسا کژ
دل چو برگشت زمن من ہم ازو برگشتم
تیغ کژ را نتواں ساخت نیام الا کژ
بنشیں یار منی حکم گرانمایہ فگن
کعبتین کہ نشست است بنحتِ ما کژ

۴۱۰	در رهِ عشق چو رُخ راست روانند ہمہ اے حسنؔ تاتو چو فرزیں نروی زانجا کژ	۷

اے ملک منعم مفلس نواز
از تو پدیدار شدہ عرش و فرش
قطرۂ از ابرِ عنایت بریز
آنِ خودم کُن نفسے تا کنم
رحمتِ خود راہبرِ ما کُن کہ ہست
با کرمِ تو دلِ ما نشکند

نامہ بنامِ تو تواں کرد باز
ہم تو ازاں و ہم ازیں بے نیاز
بو کہ نمازی شودم یک نماز
از خود و ہم از دو جہاں احتراز
مرحلہ بس دُور رہے بس دراز
زانکہ کریمی و شکستہ نواز

۴۱۱	بندہ حسنؔ را کہ امیدش بہ تست کار تو سازی کہ توئی کارساز	۷

دل بقصدِ بیدلاں داری ہنوز
زاریم بیں چند آزاری ہنوز
کار ما بر ہم زدی و میزنند
ترکِ چشمت تیغِ قہاری ہنوز
کردی اشکِ عاشقاں شنگرف فام
ناکشیدہ خطِ زنگاری ہنوز
برطرف نہ مستیٔ دوشینہ را

جام دیگر کش کہ ہشیاری ہنوز
اے چو بادہ در کشیدی خونِ من
ہم ازاں مے در قدح داری ہنوز
شہرے از انعام عامت تازہ شد
از غریباں یاد می ناری ہنوز

۴۱۲	از وفا دردِ سرت گشتہ حسنؔ تو نگشتہ از جفا کاری ہنوز	۷

بازپیگانِ غمزہ کردی تیز
یا بر آویز جملہ عالم را
عشق تو برکشید دستِ ستم
تا چو لیلےٰ شدی تو ماہِ عرب
اے دل از چشم می زنی ز بلا
ترک شیریں سوار گو کہ کشم

ترک باشد نہ اینچنیں خونریز
یا یکے پردہ فرو آویز
ہر کرا پائے ہست گو بگریز
منِ مجنوں خوشم براہِ حجیز
دیدہ بردوز زیں بلا انگیز
سر چو فرہاد در سُمِ شبدیز

۴۱۳	حسنؔ آمیختست با دردش زاں سخنہائے اوست درد آمیز	۷

چو گُل را میسر شد اسباب ناز
جگر خوردنِ جانم از حد گزشت

بیا ساقی اسباب شادی بساز
بیاراں جگر پرورِ دلنواز

بخلوت نشیناں خبر دہ کہ ہست
بمے مہر برنہ لبم را ازانک
امام محلہ گلہ می کنند
نگویم غمِ سینہ با دلُ بلے

در میکدہ چوں در توبہ باز
حریفاں ملولند قصہ دراز
بت اندر دلم چوں گذارم نماز
نگویند با مست و دیوانہ راز

۴۱۴
نیازے کہ در عشق دارد حسن
کہ داند بجز حضرت بے نیاز
۷

ردیف (س)

اے چہرۂ گلرنگ تو گلزار ہمہ کس
خط گرد عذار تو شبے گیر مقتمر
کنجے طلبم با تو پری رُخ چہ کنم من
درویش ترا جوید نے جنت فردوس
ساقی خس ازاں جام بروں آر و بمن دہ
در خانۂ پنجاہ مرا عمر جہاں رفت

مقصود دلم از گل و گلزار توئی بس
خوے کز رخ خوب تو چکد ماء مشمس
آں طاق سلیمانی و ایوان مقرنس
بیمار شفا خواہد و نے بستر اطلس
تا کور کنم دیدۂ اندوہ بداں خس
چوں تیر کہ از شست جہد رو نکند پس

۴۱۵
از پائے در آمد حسن دست کہ گیرد
جز فضل خداوند تعالیٰ و تقدس
۹

اے ہمہ شب یاد توام ہم نفس
نامدہ با یاد توام یاد کس

خواستمت کرد دریں سینہ جائے
جاں در تو یافت کم تن گرفت
گم شدہ من ماندہ ام از کارواں
تا بجفا دست برآوردہ
یک نفسے ماندہ زما طرفہ آنکہ
از تو بغیرے چہ شکایت کنم
پیش تو ہر فضل کہ خوانم خطاست

رفتی و از سینہ نرفت ایں ہوس
مرغ ہوایت چہ کند ایں قفس
قافلہ سالار بجنباں جرس
پائے نمی آرے ازیں باز پس
با تو ازیں در نتواں زد نفس
اے تو ز فریاد بہ فریاد رس
اصل ہمہ نظم نظامست بس

۴۱۶

گفتنیم از من بگذر اے حسن
چوں گذرد از شکرستاں مگس

۷

خواہم کہ بوسم پائے تو چندانکہ یابم دست رس
اے صبح دولت یکدمے با دوستاں شو ہم نفس
باز آ و بنشیں[۱] یکزماں تا بنگرد نظارگی
جمشید ہم خوان گدا سیمرغ مہمانِ مگس
از ما جو برگیری قدم گردد وجود ما عدم
ما ذرہ و تو آفتاب اے تو ہمہ ما ہیچ کس
اے خسروِ خوباں براں عیشے بشیرینی کہ من
رفتم چو فرہاد از جہاں دست تہی سر پر ہوس
از طرف گوئی گہے عین بلا شد چشم من

[۱] بنشیں برما یکزماں تا بنگرم نظارگی

اے من غلام طرف تو درویش را یک حرف بس
گہ صومعہ سازیم جا گہ مست را بوسیم پا
فریاد ما وا ہم زما ما را زما فریاد رس

۶	فریاد بیچارہ حسن ہست از جدائی درت ست عنایت برکشا بشکن بریں بلبل قفس	۳۱۷

مشولے خواجہ ازیں بیش گرفتار ہوس
کہ بقائے ندہد مہلت دہ روزہ بکس
فرصت امروز کہ داری نفسے دریاب
ورنہ خواہد شدن از دست نگہدار نفس
توشہ بردار کہ بر بادیہ خواہی رفتن
تشنہ مگذر کہ رواں میگذرد آب ارس[1]
گر تو امروز بفریاد ضعیفے نرسی
نرسد روز پسیں نیز بفریاد تو کس
کارواں می گذرد یکیک و تو بر سر راہ
چوں شتر باں شدہ خرسند با آواز جرس

۶	گوش کن پند حسن تا کہ زیانے نہ کنی انگبیں را بچشے تو نگر از کار مگس	۳۱۸

خوش آں شیشہ کز و مینا ز دش کاس
مے اندر وے چو یاقوت اندر الماس
بیا دورے بگرداں آسیا وار
کہ حیرانیم ما چوں دانہ در آس
فلک بنگر خدنگ فتنہ در شست
چہ بر خود می نہی بیہودہ پر خاس
مے اندر دہ کہ ما خود میہمانم
سہ نیمہ خشت و یک پرکالہ کرپاس
حریم قدسیاں شد مجلس ما
نہ دیو ایں جا گذر دارد نہ وسواس

[1] نام رود خانہ ایست کہ از کنار طفلیس و ما بین آذر بائیجان و ارّان میگذرد ۔ مؤلف

۲۱۹	جہاں دیدی حسن بگذار و بگذر چہ داری خانہ صد رخنہ را پاس	۷

ردیف (ش)

کجائی آخر اے ماہ قصب پوش
مشو غرہ چنیں بر خوبئ خود
چو در گفتن نباید حد حسنت
گرم مدہوش از وصل تو ہش دار
چو بخریدی ہنر نا دیدہ ما را
خطت برلب چو زنگی دایۂ ہیں

مہ نو غرہ ات را حلقہ در گوش
خطت فتنہ است وانگہ بر بنا گوش
ازیں گفتن بباید بود خاموش
کہ ہوش اندر فراقت ماندہ مدہوش
کنوں نا کردہ جرمے باز مفروش
گرفتہ شیر خوارے را در آغوش

۲۲۰	حسن دل یادگارت داد و خود رفت مکن آں رفتہ را از دل فراموش	۸

بیا ساقی طریق ناز را باش
چو یک ذرہ دریں نہ شیشۂ چرخ
ہوا ہائے نوا را مرغ مجلس
اشارت کرد چشم نے سوئے چنگ
بیک می ساخت نے با چنگ حسنت

چو دور عشر تست آغاز را باش
صفائی نیست سنگ انداز را باش
چکاوک ساخت ایں پرواز را باش
کہ ایں پیر جواں آواز را باش
نوازشہائے آں دمساز را باش

بیا اے وعدہ کردہ لب بریں لب برآوردی مرا از آب و گل من	چو شمع چند سوزی کار زارا باش زہے پردہ در آخر راز را باش

۴۲۱	ندیدم گاہ یک گشتی حسن را سخن از صد برفت ایجاز را باش	۷

کجاست آنکہ مرا سرمہ بود خاک درش ضعیف و زار شدستم چو ماہ سی روزہ مگر ز غصۂ من شرح داد بود کسے گرش بجان و سرم قصد ہا بود واللہ چہ علم باشدش از زحمت سفر کہ نبود مرا اگر سفرے اوفتاد یا خطرے	کہ ہیچ بر من خاکی نمی فتد نظرش دریں سہ روز کہ دورم ز روے چوں قمرش سہ روز شد کہ نمی یابم از کسے خبرش مرا نباشد سوگند جز بجان و سرش مگر ز دیدۂ من تا دروں دل سفرش خدائے باد نگہ دار از ہمہ خطرش

۴۲۲	حسن کہ بود ز روئے بتاں دلش داغی کنوں ز آتش دل داغہا ست بر جگرش	۷

اے دل از عشق حبیباں پا مکش پائے در آمد شدِ کویش خوش است گفتمش سر می نہم بر خطِ تو خواستم زلفش کشیدن تا کمر اے ملامت گو چہ رسوائیست ایں	دست ازاں معشوقۂ زیبا مکش گرچہ او سر می کشد تو پا مکش گفت سر در چنبر سودا مکش گفت ہے ہے پائے تا اینجا مکش داغِ دیگر بر دل رسوا مکش

۱؎ ندیدم یکدمے گشتی حسن را ؛ سخن از حد مبر ایجاز را باش

مصلحت در گوش مہجوراں مگو		توتیا در چشم نابینا مکش
۴۲۳	چشم گریان حسن بیں دم مزن روز باراں رخت در صحرا مکش	۷

دل کز غمت محروم شد حالے جگر خوں کردمش
چشم از جمالت دور ماند از خانہ بیروں کردمش
اشکے کہ می آمد بروں چوں دُرّ دندانِ توخوش
ہمچوں درونِ عاشقاں یکبارگی خوں کردمش
عشقت رسید و ملک و دل بگرفت شاہنشاہ شد
عقلم فضولی می نمود از شغل یکسوں کردمش
بختم کہ اختر داشتے از خاک تیرہ تیرہ تر
از خاک بوس درگہت طالع ہمایوں کردمش
شب لا بہا کردم بسے با گیسوے شبرنگ او
واں مار زخمے تازہ زد ہر بار کافسوں کردمش
گفتم طبیب عشق را ہاں جان بیمارم چہ شد
گفتا تپش دیدہ بدی درد سرا فزوں کردمش

۴۲۴	دوش از دہان قایلے در گوشم آمد نام او من از غزلہائے حسن پر در مکنوں کردمش	۷

یوسفے کز خانہ غایب بود در می یابمش
اے ملامت گر نسیم دوست جانم تازہ کرد
کم مکن بیش اے فلک آں یک جگر گوشہ ازمن
گیسویش از تارِ خود میداشت روزم تیرہ تر
چشمۂ خضرش دہن نطق اندر او جوے بہشت
خار خار عشق او خواہم کہ از جاں برکنم

آنکہ بے او بے خبر بودم خبر می یابمش
گر ضلالت نام نہی ایں اثر می یابمش
اللہ اللہ من بصد خون جگر می یابمش
امشب آں گیسو شب قدر بدست در می یابمش
لاجرم ایں بار بر آبِ دگر می یابمش
صبح بر می آید از گل تازہ تر می یابمش

(۴۲۵) اے حسن بر چشم مست یار عاشق شد دلت
زود دریابش کہ در عین خطر می یابمش (۷)

بہ از صد جاں شیریں ست لعل شکر آلودش
چو دل شیریں برد از ما ملامت کے کند سودش
گرفتم آنکہ من فرماں دل بردم بدل دادن
گنہ کردم[1] ولے ایں بے گنہ کشتن کہ فرمودش
دل از چشمش اماں نے خواست آں کافر نداد اورا
ز زلفش ہم فغانہا کرد آں ہندو نبخشودش
نکو داند کہ مقصودم جز از وے نیست یک ساعت
بمقصودم نمی خواہد ندانم چیست مقصودش
خوش است آں روے چوں آتش ہمہ عالم از او روشن
ولے ترسم کہ آب از چشمہا بیروں زند دودش

[1] گنہ کردم ولیکن ایں گنہ کردن کہ فرمودش

دلِ یک شہر در ضبطِ مثال حسن او یابی
خصوصًا کز خطِ جاں بخش طغرایے برافزودش

۴۲۶ — ۷

حسن بے یار و بے دل آنچناں شد کو نمی داند
کہ روزے دلستانے بود یا وقتے دلے بودش

تعالی اللہ چہ دولت داشتم دوش
فسون دوستی افسانۂ ناز
چہ گویم آں جمالِ بے بدل را
کمند گیسواں افگند تا پائے
فریب آمیز خالے بر زنخداں
بساط حسن افگندہ در آفاق

زیار نوش لب کردم قدح نوش
ہمہ در گوش گویند ہم در آغوش
کہ ہوش از حیرت او بودہ بیہوش
کماں ابرواں آوردہ تا گوش
بلا آموز خطے بر بنا گوش
شہ افلاک را گسترده سرپوش

۴۲۷ — ۷

معنبر کردہ دوش از زلف مشکیں
حسن امروز کے دریابی آں دوش

اے بے تو مرا ز دیں فراموش
گفتم ز غمت فرو درم جیب
گر لعل تو بنگرد سلیماں
با زلف و رخت جہانیاں را
گویم سخنے اگر نگردد

وز ہمدم و ہمنشیں فراموش
شد دست در آستیں فراموش
حقا کہ کند نگیں فراموش
شد سنبل و یاسمیں فراموش
با خاطر نازنیں فراموش

یاد آر که هرگزم نگردی	یکبارگی اینچنیں فراموش

۴٢٨ — در حسرت حسن[1] تو حسن را / دل گم شده عقل و دیں فراموش — **٧**

دل از غم زار شد گو همچناں باش	زمن بیزار شد گو همچناں باش
در آمد عشق و دست حکم بگشاد	خرد بیکار شد گو همچناں باش
ولے کاندک دلیل صحتش بود	زسر بیمار شد گو همچناں باش
مقامے کز ریاحیں فرش گل بود	بساطِ خار شد گو همچناں باش
بنائے زهد و بنیاد ورع را	خلل بسیار شد گو همچناں باش
هماں خانه که دیرِ طاعتم بود	درِ خمار شد گو همچناں باش

۴٢٩ — بعشقم طعن می کردند خلقے / حسن هم یار شد گو همچناں باش — **٧**

جانا ز سر زلف نسیمے بصبا بخش	جانے تو ازاں عالم ارواح بما بخش
بگشائے رخ فرخ و درج دهن تنگ	مهرے بغریباں کن و قهرے بگدا بخش
تشریف وفا از تو طمع می نتواں داشت	بر عادتِ دیرینه هماں نقد جفا بخش
می گفت مرا عشق که جاں[2] را کمرے بند	وانگاه براں کج کله و جست قبا بخش
ناگاه شبے خفتم و دیدم سر خود را	اے بخت بدیں خواب که داری تو مرا بخش
ایں عشق یکے واقعه بود خدائی	اے عقل تو دم در کش و ما را بخدا بخش

[1] روے [2] جاں را به کمر بند

۴۳۰

اے دوست یکے در دِ حسن را نظرے کن
زاں نرگس نوخیز بہ بیمار دوا بخش

۵

اینک آں سروے کہ من می جستمش
ایں سہیل اندر دیار ہند بود
بلکہ با من بود آں یوسف مدام
منت بیرونیاں حاجت نبود

چوں صبا در ہر چمن می جستمش
من ہماں سوئے یمن می جستمش
کاش ہم در پیرہن می جستمش
گر درون خویشتن می جستمش

۴۳۱

خود حسن می گفت کو خواہد رسید
من بداں فالِ حسن می جستمش

۷

روز عید ست از لب یاقوت حلوائے بخش
چوں ترا ہم در ازل خرمائے شیر آلود ہست
اے ہلال ابروئے رخ داری چو عید آراستہ
خسرو خوباں شدی تیمار مسکیناں بدار
چشم نرگس غنچہ لب چوں سبزہ زارے گرد گل
حیف باشد کاں چناں یہا نہی بر ہر لبے

تشنگانِ ہجر را رحم آور و مائے بخش
عید وقت کشتگاں را شیر خرمائے بخش
روزہ داراں را ز خوان عید حلوائے بخش
با ہمہ مستیز جائے قہر کن جائے بخش
پردہ از رخ برفگن ما را تماشائے بخش
ایں طبرزد با ہم چوں من شکر خائے بخش

۴۳۲

در وبائے ہجر تو در ماندہ ام ہمچوں حسن
آخر از لعل لبت یاقوت حمرائے بخش

۷

زلفت کہ باد بر رخ رخشاں رساندش
ابرے بود کہ برمہ تاباں رساندش

دل پیش داروا ز سر زلفت شبے دراز
آں طاقت از کجا کہ بہ پایاں رساندش

عاشق امید بر خط سبز تو داشتنست
تا آں خضر بچشمۂ حیواں رساندش

دیوانہ کہ بر پر مورش دست نیست
یکبوسہ ات بمہر سلیماں رساندش

بستم بآہ خود دل خاکی خویش را
ہم آہ من بگنبد گرداں رساندش

بر دست دل دہم پس ازیں قصۂ حسن
باشد ببارگاہ الغخاں رساندش

۴۳۳	اعظم معز دولت و دیں آنکہ روزگار ہر آرزو کہ او طلبد آں رساندش	۵

چہ اندازی سوئے دشمن بساں تیرم از ترکش
کماں دار از پئے قرباں بسوئے خویشم اندر کش

مرا گو بند ترکش کن کہ آں دلدار بدکیش است
چگونہ ترک جاں گیرم نمیگیرد دلم ترکش

بلائے عشقت اے دلبر بہ لائے محنتم افگند
چو من در لائے ہجرانم ز لائے محنتم بر کش

خطت را گر خطا گفتم کہ مشکِ نافۂ چینست
غلط گفتم خطا کردم خطے گرد خطا در کش

۴۳۴	حسن گر عشق میورزی چرا سر میکشی بارے لوائے عشق جاناں را ز بام عرش بر تر کش	۷

ردیف (ط)

اے درمیان دائرہ مانندۂ نقط	تا نقطہ نیست دائرہ رانیست دورخط
حرفے کہ سرِ ہر دو جہاں مندرج دروست	آں حرف ذات تست تو در خود مشو غلط
اول جواہرے کہ ز انوار شد پدید	ذاتِ تو بود تا بدم آخر و وسط
ہر کس کہ ماند بے خبر از ذات خویشتن	وا ژوں چو دیو گشت و شد ایں موجب سخط
در بحرِ معرفت کہ محیطے است پر ز دُر	جہدے نمائے تا کہ شناور شوی چو بط
ور نیستی سمندر ازیں نار کن حذر	زیرا کہ تاب ماہ نمی آورد شمط

٤٣٥

خاموش یکزماں منشیں اے حسن تو ہیچ
میکن بیان جوہر انساں بدیں نمط

٧

ردیف (ع)

دل ز ما برداشت جاناں الوداع	جاں بدواولی ترا اے جاں الوداع
یاسمن رفت اے سمن زار الفراق	گل سفر کرد اے گلستاں الوداع
کاروان مصر یوسف را ببرد	الوداع اے پیر کنعاں الوداع
خاتمے کاقبال بروے ختم بود	دیو بر بود اے سلیماں الوداع
خط عمر از لوح جانم شستہ شد	اے قرینانِ دبستاں الوداع
مہر خاموشی بریں لب مے نہند	اے سخن گویانِ گیہاں الوداع

۴۳۶

دوستاں رفتند و ما پا در رکاب
اے حسنؔ دستے بدہ ہاں الوداع

۵

دوش خوں ریختم از دیدہ بہنگام وداع
دیدہ شد عاقبتم در سر ایام وداع

آنکہ صد شور و شغب میکند از سختی مرگ
نچشیدست مگر جرعۂ از جام وداع

ہر کہ در کام کند شکرے از عیش و نشاط
بشکنند کام بنا کام بہنگام وداع

چوں برفتم بوداعت دل و دین با تو برفت
آخر الامر ہمینست سر انجام وداع

۴۳۷

از وداع تو حسنؔ نامزد موج بلاست
وہ چہ بودے کہ نبودے بجہاں نام وداع

۶

ردیف (غ)

اے تو اندر دیدہ چوں در شب چراغ
ماہ را از غیرتت بر سینہ داغ

چشم تو در غمزہ ترکے با خدنگ
زلف تو بر روے وزدے با چراغ

خط سبزت را چگویم گوییا
سبزۂ رستست گرد اگرد باغ

پیش روے چوں گلت بیروں کند
غنچہ ہر بادے کہ دارد در دماغ

حسن مادر زاد تو دادہ ترا
از تکلفہاے مشاطہ فراغ

۴۳۸

خال تو حال حسنؔ را تیرہ کرد
بر چناں بلبل نشاید جور زاغ

۷

ردیف (ق)

کارم بہ جاں رسید ہمینست کار عشق — سر رفت و ہم نمیرود از سر خمار عشق
بدکرد روزگار مرا عشق نیکواں — یارب ازیں بتر نشود روزگار عشق
مادر بزاد و دایہ عشقم بپرورید — خوں بود شیر خوردنم اندر کنار عشق
اے گورکن فراخ ترک ساز گور من — با من بس است اندوہ و غم یادگار عشق
ناید فرو بمنزل مقصود محملش — اشتر دلے کہ او بکشید ست بار عشق
اشکے چو لالہ دارم و روئے چو زرد گل — آرے ہمیں شگوفہ دہد نوبہار عشق

۴۳۹ — تا کے ہوس کنی گل و گلزار اے حسن
خارے طلب کہ رہ کندت خار خار عشق — ۵

ردیف (ک)

دوشش درآمد از درم آمدن نہان ترک — از گل تازہ تازہ تر ز آب رواں رواں ترک
شکل قدش چو سرو نو رنگ رخش چو برگ گل — غنچہ صفت جواں و تر بلکہ ازو جواں ترک
زلف سیاہ پاکشاں روئے سفید عرق خے — جیب ز باد واشدہ چشم ز مے چناں ترک
گفتمش اے نگار من گر سخنی نمی کنی — کور ہی آں رقیب را یک نظری نہاں ترک

۴۴۰ — گفت بخندہ اے حسن کے بر تو کشیدمے
گرنہ بدے سوئے تو ام خاطر کشاں ترک — ۷

ردیف (گ)

از دہانت چہ چشم دارم رنگ — کہ دہانت چو چشمت آمد تنگ
گرچہ تنگیست لیکن اندروے — از شکر تنگ دیدہ ام بر تنگ
وہ کہ میداں فراخ یافتۂ — رخش را چابکانہ برکش تنگ
پیش رویت کہ زہرہ را ماند — ماند میزاں نیکواں بے سنگ
کار عشاق بے نوازش تو — کج بماندست راست ہمچوں چنگ
عاشقان تو زخمہا خوردہ — ہم بسوئے تو میکنند آہنگ

۴۴۱ — حسن آنجا رسید نتوانست / راہ بس دور بود و مرکب لنگ — ۹

صبح چوں می زند دم نیرنگ — می یک رنگ خواہ چند درنگ
خور مے صبح رنگ بہ کہ کشید — صبح زنگیٔ زحقۂ نیرنگ
وقت صبحست خوش بود ایں وقت — باد خوش بوئے و بادۂ خوش رنگ
ساقیا جیش زنگیانہ بساز — دل چہ داری چو چشم ترکاں تنگ
خیز د آہنگ بزم کن اینک — نائے مطرب بساز کرد آہنگ
باد اندر بروت دارد نائے — ننگرد ہیچ در تواضع چنگ
چنگی از بہر دام مجلس را — بگر بیاں چنگ در زدہ چنگ
دف کہ در دور خویش آئینہ ایست — بردہ از طبع درد نوشاں زنگ

۴۴۲	ہر زمانے حسنؔ زکشتی بزم بحرے اندر کشیدہ ہمچو نہنگ	۵

ردیف (ل)

خطے از عنبر تر مر ترا خال میانِ ہر دو زلفت فرق دیدم لبت رایارب آں کنجدچہ زیبا ست مرا آں خال مادر زاد تو گشت	خطِ مشکیں زیادت کردہ با خال ندیدم فرقے از خطِ تو تا خال چناں کاں روے گندم گون را خال چنیں ہا مادرت فرمود یا خال

۴۴۳	حسنؔ چوں خال شد از تو سیہ پوش مدار از روئے خوب خود جدا خال	۵

خط تو ز عنبر خلیعست بر گُل جُز بر دلِ من نیست بار ہجرت بس طرفہ طریقست عشق بازی بسیار نوشتہ ام حدیث خوباں	اے خادم خط تو گشتہ سنبل بنگر کہ چہ حد باشد ایں تأمل تا چند تواں زیست بر تحمل شستم ہمہ جزو ہا کنوں گُل

۴۴۴	باری چو رود نظم را تفکر در مدح شہنشہ کنم تامل	۷

اے کہ از سبزہ نہادی دام گُل	تازہ می دارد رُخ تو نام گل
این نہ خط خوانم کہ برطرفِ چمن	موئے در مو بافتستی دام گل
آستیں از روے زیبا دُور کُن	جامہ حاجت نیست براندام گل
گفت وگویم از ہوائے تست باز	مرغ ہنگامہ کند ہنگام گل
ذوق لعلت از یکے دہ شد بلے	مے گوارا تر بود ایام گل
عارضت صف سمن خواہد درید	زاں بچوب اندر کشد اعلام گل

(۴۴۵) عاشق گلگوں رخت چوں شد حسنؔ
اینک اینک گونہ زر فام گل (۷)

اے دادہ بتو ہمہ جہاں دل	از دست فراق تو بجاں دل
گر نیست دلت زسنگ خارا	بر بندہ چہ میکنی گراں دل
دل می طلبی وگرچہ خوں شد	از دیدہ ہمی وہم رواں دل
یک روز میاں بزلف بستی	گمراہ شد اندراں میاں دل
بنگر چہ خوش آمد اں سوادش	کز زلف تو ساخت خاناں دل
گر دست رسد توانم آورد	از زلف خوش تو موکشاں دل

(۴۴۶) بشنو ز حسنؔ حدیث دردش
اے یار قدیم مہرباں دل (۷)

اے در کمال حُسن تو حیراں شدہ عقول	در سینہا عزیزی و در دیدہا قبول

بر جبههٔ تو آیت رحمت نوشته اند
عشقت خراب کرد دلم ہمچنیں بود
ز من شکایت آید و نز تو فروتنی
ما را غمِ تو کشت و نگفتیم قصہ باز
بارِ امانتِ تو ز سر کے نہم فرد

اے بخت آں کسے کہ تو بروے کنی نزول
ہر گہ کہ بادشہ بدیارے کند دخول
تو چو سپہر سرکش و من چوں زمیں حمول
ما کشتہ بہ کہ طبع لطیفت شود ملول
گر نام من ظلوم کنی یا لقب جہول

۴۴۷

گر بشنوی حدیث حسن ورنہ ما تمام
گفتیم و جز بلاغ نباشد علی الرسول

۷

چنیں یکبارہ مشکبیں زلف مفتول
زگریہ چشمِ من تیرہ شد آرے
زچندیں خوں کہ کردی نوش چوں شہد
کند صد صنعت اندر بیت خود نحل
رخت ہم آتش آمد ہم گلستاں
دراں خلوت کہ محرابم تو باشی

کہ زیر ہر شکن شہریست مقتول
بشستن کے شود آئینہ مصقول
نشد شہد از لبِ نوشینت مغسول
ولے معنی او از تست منحول
بمعجزہا نشاید جست معقول
باستغفار نتواں بود مشغول

۴۴۸

حسن را قابلِ اسرار خواندی
ہمیشہ قابل تو باد مقبول

۷

اے رُخ چو ماہ تو دادہ جہاں را جمال
عید نکردیم ما پردہ ز رُخ برفگن

از در تو دور باد آفت عین الکمال
عید بنا گوش تست گوشۂ ابرو ہلال

روئے چہ پوشی از انک بے تو جہاں ہست ہیچ	چشم جہاں روئے تست مردمک دیدہ حال
کوئے تو جویم نہ باغ، اینک نعم البدل	روئے تو خواہم نہ گل اینک حسن السوال
گفتیم اے دوست رو مصلحتے پیش گیر	دوستئ تو بست مملکت بے زوال
مفتئ عشق تو باز این چہ روایت کند	کردہ وصالت حرام خون جہانے حلال

(۴۴۹) گرتو بدانی کہ چیست عاقبتِ عاشقاں
حال حسنؔ ہیں نخست بگزر ازیں حسب حال (۷)

برانیم با کارواں یک دو منزل	وداع عزیزاں رسانیدنِ دل
شبے عیش نا راندہ راندند جملہ	یکے عہد نابستہ بستند محمل
زہے دور ناخوش زہے بخت سرکش	زہے سوز مہلک زہے دور مشکل
ہمیں بود از نقد ایام باقی	ہمیں بود از وجہ[1] امید واصل
منم ز آتش سینہ و آب دیدہ	گہے دست بر دل گہے پائے در گل
میسر نشد یک سجود وداعی	چواں قبلۂ من برفت از مقابل

(۴۵۰) حسنؔ چند سیارۂ اشک رانی
نہ مہ را طریقست منزل بمنزل (۹)

زہے طراوت حسنِ و زہے مزید جمال	ملاحتے بتمامے لطافتے بکمال
زمشک دائرہ جیم کرد صفحۂ سیم	بجائے نقطہ دراں جیم جائے یافتہ خال
اسیر غمزۂ شوخ تو شد دل تنگم	شدہ ضعیف گرفتار شحنۂ قتال

[1] از وجہ ایام حاصل

دل منست بچوگانت خوئے کردہ چوگوئے
غلو مکن بہلا کم کہ ذوق می ندہد
بیار یک قدح اے نور چشم مشتاقاں
ستارہ باری چشم چو دید گفت حکیم
مرا ہمی نخرد ہیچ کس بیازارے

رسیدہ ہر طرفش کوب و گشتہ حال بحال
چو من شکارے و چوں تو سوار در دنبال
ولے چو چشم من از خون دیدہ مالا مال
کہ حکم طالع باراں مقررست امسال
غلام راہنرے نہ چہ عیب بردلال

۴۵۱
زنا لہائے حسن خوں گریست ہر کہ شنید
چگونہ حکم کنم زخم خوردہ را کہ منال
۷

شمائل تو لطیفست و صورتت مقبول
اگر قبول نیفتد ترا ارادتِ من
چو نامۂ تو بخواندم ہزار بوسہ زدم
ز زندگانی من بے تو خلق حیرانند
وجود تو یکے آیت است از رحمت
امید آنکہ شود با حصول دیدارت

مباد جز تو مرا دل بدیگرے مشغول
نرنجم از تو کہ ہم قابلی وہم مقبول
ہزار بوسۂ دیگر بدست و پائے رسول
کہ بے وسیلۂ جاں نیست زیستن معقول
امید کایں طرفش باشد اتفاق نزول
مراد ہر دمہ جاں حاصل و غرض محصول

۴۵۲
زدست عشق چناں عاجزست عقل حسن
کہ پیش شحنۂ جبار عامل معزول
۷

ایں منم کز تو سلامے بمن آورد رسول
نامہ آورد رسول تو و من از شادی

تازہ تر کرد ہوائے من و امید وصول
گہ سر نامہ ہمی بوسم و گہ پائے رسول

گر جوابے ننویسم کرمت بسیار ست من خود از شوق تو پیچیده سرم چوں نامہ روئے خود ساختہ ام صفحہ بجائے کاغذ قلم از نوک مژہ کردہ سیاہی از چشم	فضل کن ہر چہ ترا در نظر آید ز فضول تن نالاں چو قلم از کشش عشق ملول عذر قرطاس بود نزد کریماں مقبول ہمہ شب شرح غمت را بحجابت مشغول

۴۵۳	گفتیم حال حسن چیست ز اقبال غمت کار بر حسب مرادست غرضہا محصول	۹

بارہا گفتم بخواہم گفت وصف آں جمال
نے خیال است ایں نیاید حسن او اندر خیال
ماہ خوبانست و در ہر خانہ کو منزل کند
ہیچ اندیشہ نباشد باچناں سر از و بال
مہر اگر یک روز مہر خود بنام او زند
کس نہ بیند بیش ملک نیمروزش را زوال
عاشقاں را ضربت معشوق در کار آورد
گوئے را بر زخمۂ چوگاں ہمی بینیم حال
ایں چہ پیدا دست کاندر مجلس ما میرود
دل مغنی دزد دو طنبور یابد گوشمال
لیلے اندر قافلہ بس تند می راند شتر
کاروانے در جمل حیران و مجنوں در جمال

اے صبا بکشا نقاب از صفحۂ رویش یکے
فال ما فرخندہ کن زاں آیتِ فرخندہ فال

از فراق او غمے بر سینہ دارم ہمچو کوہ
کوہ ہم نتواند ایں غم را نمودن احتمال

۷	اے حسن دستِ تو در فتراک وصلش کے رسد ایں طرف فقر قوی آں سو غنائے باکمال	۴۵۴

دی گذر کردم بہ صحرائے کہ بد ماوائے گل
بلبل آسا شد دلم اندر سر و سودائے گل

بلبلاں دیدم بر آوردہ فغاں بایک دگر
از سر مستی و بیہوشی دراں صحرائے گل

نالہ چوں بلبل بر آوردم کہ بود اندر دلم
یاد روئے یار چوں دیدم رُخِ زیبائے گل

ہمچو گل در غنچہ رُو از من نہاں کرد آں نگار
ورنہ بارویش کجا بودے مرا پروائے گل

ہر کہ خواہد کو بہ بیند چہرۂ زیبائے یار
گو بیا اکنوں و بنگر چہرۂ زیبائے گل

گر نہ گل در جست و جوئے رُوے یارم آمدست
پس چرا رفتست چندیں خار اندر پائے گل

۴۵۵ — ۷

اے حسن چہ جائے گلزارست چلو بلبل بناں
زانکہ باغ آراستست از روئے شہرآرائے گل

ردیف (م)

مراکاشب توئی ہمراز و ہمدم
بروں زد[ل] خواب ما خیمہ زعالم

تو مے می نوشی و من در خمارت
تو از شادی نمی خسپی من از غم

زعشق آں رخ چوں آفتابت
چو صبح اینک شمردہ میزنم دم

چگونہ آدمی حیراں نماند
پری پیدا شدہ از نسل آدم

چہ زلفست ایں چو شام تیرہ من
کہ یک روزش نمی بینم فراہم

کجائی اے بہشت ایں جہانی
فدایت ایں جہان آنجہان ہم

۴۵۶ — ۷

حسن از آستانت ماندہ محروم
نشد سگ در حریم کعبہ محرم

چیست مطلوب تو تا از سر آں برخیزم
ور بجاں حکم کنی از سر جاں برخیزم

اندریں رستہ دکانیست مرا از طاعت
گر نہ سودائے تو باشد ز دکاں برخیزم

یک جہاں طعنہ زنندم کہ نشینی بیکار
گر تو دستے بدہی از دو جہاں برخیزم

بے تو از دنیا و عقبےٰ چو نخیزد چیزے
تو بیا تا ہم ازیں و ہم ازاں برخیزم

سوئے گور حسن اگر بگذری اے سرو رواں
سرو تو بنگرم از دور و رواں برخیزم

اگر از زمزمہ عشق تو در نغمۂ صور
نیم بلکہ بشنوم رقص کناں برخیزم

[ل] برون زن خواب گو خیمہ زعالم

۴۵۷ — ۵

دردے از درد بنه بر سرِ من بنده حسن
تا ازیں زهد فروشی زباں برخیزم

صورتِ جاں فزات می بینم — جانِ خود خاکِ پات می بینم
از خوشی عید خوانمت شاید — که بسے روز ہات می بینم
تا نه بینی ندانیم خرسند — گرچه چندیں جفات می بینم
نظر از چشم او بدوز دلا — که بعین بلات می بینم

۴۵۸ — ۷

نشنیدی حسن نصیحتِ من
چه کنم مبتلات می بینم

سرگرداں که خاکِ پائے توام — عهد مشکن که در وفائے توام
تا تو چوں آسماں شدی سرکش — من زمیں وار خاکِ پائے توام
تا تو سلطانِ آرزو بخشی — من بصد آرزو گدائے توام
چند بیگانگی کنی آخر — می شناسی که آشنائے توام
گر نه رایت بود نیارم زیست — من که خود زنده ام برائے توام
گر اجابت کنی دعائے کسے — من شب و روز در دعائے توام

۴۵۹ — ۷

از درت دور نیستم چو حسن
چه تواں کرد مبتلائے توام

دلم خوں شد ندانم با که گویم — چه دل کز دل بجانم با که گویم

نہ در کویش رہ و نے بر درش بار	چنیں بے خانمانم با کہ گویم
مرا ز اشکال وصلش می بپرسند	من ایں مشکل ندانم با کہ گویم
سخن در وصف زلفش خواستم گفت	گرہ شد بر زبانم با کہ گویم
کمر گاہش صفت می خواستم کرد	غلط رفت از میانم با کہ گویم
حدیث آں دہاں خود ہیچ حالے	نگنجد در دہانم با کہ گویم

۴۶۰	حسن را چارہ خواہم ساخت می گفت من بیچارہ آنم با کہ گویم	۷

اے مرغ بنال تا بنالیم	از اختر خویش در وبالیم
از دوستیٔ ہوا تو نالی	ما ہم بہوائے دوست نالیم
تو بہر وصال گل زنی پر	ما دیر پر فراق بالیم
میدان فراق را شدہ گوئے	انگاہ مپرس درچہ حالیم
تو یافتۂ جمال محبوب	ما گم شدگانِ آں جمالیم
تو ساختۂ ہزار دستاں	ما سوختگاں ہنوز لالیم

۴۶۱	ما و حسن و نوا و نالہ اے مرغ بنال تا بنالیم	۷

بیا کہ تا تو برفتی ز خویشتن رفتم	مرا بآمدنت شاد کن کہ من رفتم
تو ہمچو یوسفی در مصر حسن خود باقی	کہ من ز بیت الاحزان خویشتن رفتم

لب تو باز زبان بند کرده بود مرا	دو عید رفت همان مهر بر دهن رفتم
رخت اگرچه گلے بود از چمن به بود	من ارچه بلبل بوجم ازیں چمن رفتم
چو لالۂ و گل خنداں نهاد عشقم خار	که سوخته دل و آلوده پیرهن رفتم
مرا نه چوں سخن خود رواں همی کردی	رواست اینک من هم براں سخن رفتم

۴۶۲	رواج شهر تو از بودن حسن بودست حسن چو رفت من اندر پے حسن رفتم	۷

قرار و عهد تو ایں بود من ندانستم	نوید مهر تو کیں بود من ندانستم
همه سخن چو دل خویش سخت می گوئی	دل تو سخت چنیں بود من ندانستم
چو دل بدادم و جاں لا اله الا الله	جزاے ایں همه ایں بود من ندانستم
گمان وصل ترا خواستم کشید و لے	فراق تو بجمیں بود من ندانستم
دل ایں قیام ترا در گماں همی دانست	گماں نبود یقیں بود من ندانستم
دمِ وفات زدم همچو صبح صادق آه	دمے که باز پسیں بود من ندانستم

۴۶۳	حسن که دل بتو بخشید و بیّنش هم بردی بلے دل تو بدیں بود من ندانستم	۷

اے گل بیا که از چو توئے دور مانده ایم	بے روے گل فشانت گلابے فشانده ایم
تا باز چوں بهشت شدست از تو گلستاں	ما از گل بهشتی خود دور مانده ایم
در موسمے که سنگ ز لاله نشاں گرفت	داغے چو لاله بر رخ خونیں نشانده ایم

مرغاں بر سمِ خویش چمن خانہ ساخت باز ‏— ما در سفر کہ رسم نبود ست ماندہ ایم

تا گل بباغ دفتر پارینہ باز کرد ‏— ما ہیچ حرف از ورقِ آں نخواندہ ایم

سر بر زدہ چو سبزہ زمیداں بیادِ دوست ‏— رخش دل از درہمہ بیروں جہاندہ ایم

۴۶۴

زو گرچہ پرسشے نرسد ما حسن صفت
ہر دم بدست باد سلامے رساندہ ایم

۷

از من چہ گنہ آمدکت یاد نمی آیم ‏— در بند فراق تو آزاد نمی آیم

گر تو ز در یاری بیداد کنی میکن ‏— من بر درِ تو باری بے داد نمی آیم

اندر رہِ عشق تو خوں جگرم زادست ‏— انصاف کہ از خانہ بے زاد نمی آیم

تا تو دہن از پرسش چوں غنچہ فرو بستی ‏— شب نیست کہ در کویت چوں باد نمی آیم

تشریف سلام تو دریست نشد حاصل ‏— دل کوفتہ گر دستی تا یاد نمی آیم

با خستہ تنے درہم می آمدے گہ گہ ‏— آں لاشہ ہم از محنت افتاد نمی آیم

۴۶۵

گفتی چو حسن بر من چوں شاد نمی آئی
من غمزدۂ عشقم چوں شاد نمی آیم

۷

ما بجاناں زندہ می باشیم از جاں فارغیم ‏— خاک کویش یافتیم از آبِ حیواں فارغیم

جاں فدائے دوست شد از دشمناں باکے نماند ‏— از کہ اندیشیم چوں ز اندیشۂ جاں فارغیم

دوست میدانیم بس کعبہ چہ باشد دیر چہ ‏— ما قلندر پیشہ ایم از کفر و ایماں فارغیم

گر تو زیں کلبہ گلہ داری برو از ما امیر ‏— کز عطائے پادشاہ و منعِ درباں فارغیم

۱ہ گربدرگاہ بزرگاں میروی بگزر زما ۲ہ جور

عشق دارم در درون از طعن میاکان چہ باک کشت ما را گر دعا میخوانی اے زاہد مخوان	نوح داریم آشنا از موج طوفاں فارغیم ما بدیدہ نم کنیم از ابر باراں فارغیم

۴۶۶	عقل و جاں یار[1] چنیں را دور می دار وز ما ما حسن را یار خود کردیم زیشاں فارغیم	۵

باز بکوئے تو وطن میکنم دوش سہ بوسہ زدہ ام بر درت دی سخن از وصف تو کردم بسے پستہ دہن گفتمت اینک بعذر	داغ غمت بر دل و تن میکنم ایں چہ دلیریست کہ من میکنم بہرِ خدا ایں چہ سخن میکنم خاک خجالت بدہن میکنم

۴۶۷	گر تو بزنجیر قبولم کشی پیشکشت جان حسن میکنم	۵

جفا مکن کہ من از جان سر وفائے تو دارم خرد کہ از سر فکرت رموز غیب شناسد گرت بہ پیش کشم جاں مراں ز خود زیرا چو خاک پائے تو گشتم بجائے من کرمے کن	بیا کہ ہر چہ کہ دارم ہمہ برائے تو دارم اگر تو عیب نگیری نثار پائے تو دارم کہ ایں متاع کہ ہم از عطائے تو دارم بخاک پائے تو گر من کسے بجائے تو دارم

۴۶۸	تو بادشاہ جہانی حسن گدائے درِ تو من ایں گلیم قناعت ازاں گدائے تو دارم	۷

[1] یاران حسن

امروز چه روزست که از روئے تو دورم — از مویه چو موئے شدم از ضعف چو مورم
هر بار نمازے که ادا می کنم امروز — والله چو تو غائب شدہ نیست حضورم
اصحاب محبت را با صبر چه نسبت — اے وائے بمن کز چو تو محبوب صبورم
بے زلف رخت خود بکشم من که بصد جاں — دیوانۂ زنجیرم و پروانۂ نورم
با طلعت و گیسوئے تو خود یاد نیاید — نز طارم فردوس و نه از طرۂ حورم
بوسے بلب جام زن و در دہنم ریز — تا بوئے بہشت آید ازیں فسق و فجورم

۳۶۹	نزدیک بمردن شده ام چوں حسن امروز دور از تو چو از صورت زیبائے تو دورم	۷

پنج روزست که در شش دره ہجرانم — دل که از دست بتاں برده بدم می مانم
تا ازاں راحت جاں دور فتادم افتاد — آتشے در دلِ آوارگئ در جانم
او چو کعبه بحرم ساکن و من گم شده دل — مدتے شد که دریں بادیه سرگردانم
بارہا خواسته ام وصف جمالش کردن — سالہا رفت که در صورت او حیرانم
آفتابیست که آسیب زوالش مرساد — وه من سوخته بر سایۂ او لرزانم
اے دم صبح توانی که دعاے بدمی — آں لبے را که بر و بوسه زدن نتوانم

۳۷۰	من ندانم که سلام حسن آنجا که برد ایں کرم کس نکند ہم تو کنی می دانم	۷

دریں شش روز کز روئے تو فردم — گذشت از ہفت چرخ آہنگ دردم

نخوردم آب جز از چشمۂ چشم	دریں غربت ہمیں بود آب خوردم
ز رنگ آمیزی عشق بتاں ہیں	سرشک لعل بر رخسار زردم
نہ عاشق گر در راہ دوست باشد	من ار گردم بکوئے دوست گردم
سحاب ادرار جوئے آب چشم	صبا اجری کستان آہ سردم
بخار ہجر عشق آمد بخت ذیلم	بدست خون و باد افتاد بُردم

۴۷۱

حسنؔ را قصۂ محنت درازست
منؔ ایں قطعہ ہمیں جا ختم کردم

۵

ہفت روز از تف ہجراں دلؔ چو دوزخ تافتم
روز ہشتم رہ بصدر ہشت جنت یافتم
بر بساط حسن معشوق از بپا آمد کسے
من چو بیدق کو شود فرزیں بسر بشتافتم
تا ز بازوئے خودم بالیں نہاداں دلستاں
بازوئے غم را بزور نے غمی بر تافتم
تار زلف او چو چنگ از پائے تا سر شاخ شاخ
خویشتن چوں شانہ با گیسوئے او در بافتم

۴۷۲

گر حسنؔ سرے نگہ میدارد او میدار گو
من ز مستی انچہ در دل داشتم بشگافتم

۷

اے بخونم لائے کردہ من برائے تو خوشم
باخوشی و ناخوشی من بارضائے تو خوشم

توزدہ در کشتنم رائے و خرد گوید گریز
من بہ بند ہیر خرد ناخوش برائے تو خوشم

یک خوشی ناورد بختم گرچہ از ادبار من
گو میاور ہمن باقبال جفائے تو خوشم

تو بخندہ ہمچو گل خوش باش زیرا من چو ابر
گرچہ غرق گریہ ام ہم در ہوائے تو خوشم

گر سر افرازاں بتاج زر سر افرازی کند
خاکپائے تو کہ من با خاکپائے تو خوشم

ہر کہ میرد صوفیاں گویند اندر پردہ شد
من بہر پردہ کہ باشم بانوائے تو خوشم

۳۷۴	گر کشی بندہ حسن را چوں حسین کربلا ہم بحق حق من خود در بلائے تو خوشم	۷

ترک من نازمی کند چہ کنم چشم ترکانہ اش بہر غمزہ سرو او سر براستی دارد درپئے من عشق اوست مشک خطش	ترکی آغاز می کند چہ کنم ناوک انداز می کند چہ کنم نرگسش ناز می کند چہ کنم کشف این راز می کند چہ کنم

ہر زماں بہر قصد مرغ خرد دلِ چوں شمع سوختہ زلبش	چشم را باز می کند چہ کنم ہوس کار می کند چہ کنم

۴۷۴

بر حسن کو بز خمہ اش خو کرد
خوئے بد ساز می کند چہ کنم

۸

تو خوش خوشؔ چو گل خندہ زن کاں منم	کہ چوں ابر پر قطرہ شد دامنم
بمن پائے اے چشمۂ خضر روئے	کہ طوفان تو ہست پیرامنم
تو گیسو فشاندی ندانم کہ گشت	پری یا خود آسیب اہریمنم
دلم تا بزلفت فرود آمدست	شد اندر دم اژدہا مامنم
ز صبرم جوئے گاہ بر گے نماند	چو آتش زد ایں عشق در خرمنم
من ایں عشق را خود کشیدم بخود	چہ تدبیر چوں فتنۂ من منم

۴۷۵

حسنؔ را گر از تو ملامت کنند
من آں دوست را بدتریں دشمنم

۹

دل خو گرفت بر درت آیا کجا روم	از خویش دور میکشیم تا کجا روم
عالم ز شرق و غرب بفرماں ورائے تست	اے ماہ روئے ہم تو بگو تا کجا روم
یاراں ہمی روند تماشائے باغ و گل	من صورت تو دیدہ تماشا کجا روم
گہ گہ بطنز گوئی کز پیش من برو	جان و دلم تو داری تنہا کجا روم
راہے دراز و منزل مقصود ناپدید	نے رہبری نہ قافلہ پیدا کجا روم

خلقے برائے حاجت خود کعبہ می روند	من ہم ہوس کنیم کہ آیا کجا روم
سلطاں علائے دولت و دیں کعبہ منست	ایں جا سرے ہمی نہم آنجا کجا روم
دست مبارکش بسخا گنج گوہرست	گنج گہر گذاشتہ دریا کجا روم

(۴۷۶) گوید حسن کہ من درِ جاناں گرفتہ ام
آساں ز آستانۂ والا کجا روم (۷)

مے کجا تا شکر آب جگرش گردانم	از یکے دست خورم وز دگرش گردانم
رنگ مے ہیچو جگر راحت جانست ولے	بخورم راحت جان و جگرش گردانم
عقل کز غیب خبرہا دہدم میداند	کہ بیک جرعۂ مے بخبرش گردانم
جام شادی ہمہ برروئے الغخاں امروز	بہترش نوش کنم بیشترش گردانم
ہر کسے خدمتے آرد من مفلس چہ کنم	دیدۂ خویش فدائے نظرش گردانم
بامیدے کہ اگر بر سر من پائے ہند	سر خود را بحیل خاک درش گردانم

(۴۷۷) یک غلامیست حسن نام و درونے ناخوش
گر قبول از تو فتد گرد سرش گردانم (۷)

ما مستی عشق تازہ کردیم	زاں جرعہ کہ از لب تو خوردیم
اکنوں کہ تو خط خود نمودی	ما نامہ زہد در نوردیم
ہر گہ کہ تو در شکار باشی[1]	ما در قدم سگانت گردیم
اے مہ کہ سر تو سبز بادا	دریاب کہ آفتاب زردیم

[1] تو در طلب شکار گردی

تو طبل نشاط خود فرو کوب مستی چہ کنی بسے نماندا ست	ما نوبت خود تمام کردیم کز دور غمت خراب گردیم

۴۷۸	تو شاد بماں کہ ما حسنؔ وار دور از در تو اسیر دردیم	۷

گر تو برانی بہ تیغ از تو سپر بفگنم بر نکنم دل ز تو در بخلاف توام غم نخورم ور مرا جائے بدوزخ کنند گر نفسے از جور تو دم زدہ باشم چونے راست چو چنگم کہ رگ راست نہادم بعشق چوں تو زنی غمزہ تقوی من ضائع است	ور بجذ نگم زنی دست تو بوسہ زنم موئے بر آید ز پوست پوست ز تن برکنم سلسلہا را چہ باک طوق تو در گردنم باد بروز جزا چنگ تو در دامنم نالہ بروں آمدہ از رگ و رگ در تنم تیر تو تیز ست سخت بگذرد از جوشنم

۴۷۹	عشق بتے داشتم آں صنم اینک توئی قصد حسن داشتی آں حسنؔ اینک منم	۵

بکشائے در رحمت تا خاک درت گردم پروانہ منم امشب بر شمع رخ خوبت از مار سر زلفت گر ایمنے باشد تا جاں بودم در تن باشم سگ کوئے تو	ایں بندگیم خوش کن تا بندہ ترت گردم پروانۂ مطلق دہ تا گرد سرت گردم چوں مور کمر بستہ گرد شکرت گردم ور خاک شوم روزے هم خاک درت گردم

	جاں بر تو فدا کردن باید ز حسنؔ آموخت	

۴۸۰	ور تیغ زنی واللہ من ہم سپرت گردم	۵

آرزو دہاست کہ یک قصہ بدست تو دہم	شرح خونریزی آں نرگس مست تو دہم
جان پاک و دل صافی شدہ را گر گوئی	خدمتے دو لب بادہ پرست تو دہم
واللہ ار تیر زنی بر جگرم ہر بارے	از جگر برکشم و باز بدست تو دہم
گلہ نیست کہ کشتہ شدم از ناوک تو	کہ اگر زندہ شوم بوسہ بہ شست تو دہم

۴۸۱	اے حسن گر دل تو بشکنند از لشکر غم عشق را مژدہ نصرت ز شکست تو دہم	۷

نہ تو گفتی کہ روزے ز تو جوئے خوں برانم	چہ خوشست گر برانی من خستہ ہم برانم
چہ سخن بود کہ جاں را کنمت نثار مجلس	ببر چو تو عزیزے چہ بضاعتست جانم
بدو بوسہ با تو گفتم کہ مرا ہیچ بتاں	نشد اتفاق گوئی کہ بدیں بہا گرانم
غلیان گریہ من گذر نفس گرفتہ	غم دل تمام گفتن چکنم نمی توانم
خردم بتو بخواند ہمہ زہد توبہ من	بر وادآں حکایت مرواد از زبانم
بضمیر ہر کہ نبود ہوس پری جمالے	اگر او فرشتہ گردد منش آدمی نخوانم

۴۸۲	چو ہوائے عشق گیرد جہت سماع گیرم چو حدیث درد جنبد غزل حسن بخوانم	۷

زہدے کہ من نمودم گم گشت از وجودم	ساقی بیار بادہ کاں نیستم کہ بودم

۱ دو سہ بار ۲ خواند ۳ پریم

عشقے کہ بافلانے میباختم بلا شد	تخمے کہ در خطر گہ میکاشتم درودم
بر ہر وفا کہ کردم بیداد ہا کشیدم	بر ہر دعا کہ گفتم دشنامہا شنیدم
حال دلم چہ پرسی در اشتیاق زلفت	جاں سوختہ چو عودم سودائے بوے عودم
سودات بختم اے جاں سرمایہ ہم زیاں شد	سودم ہمیں کہ عمرے سر بر در تو سودم
خط بر رخ تو گوئی کز سینۂ پر آتش	شبہا کہ آہ کردم بر مہ رسید دودم

۴۸۳	گفتی حسن زخوباں باز آیم اندک اندک ہرگز تو باز نائی بسیارت آزمودم	۷

حدیث اشتیاقت چوں نویسم	زہر چہ افزوں ترست افزوں نویسم
دلم آتش ہمی ریزد مژہ آب	نمیدانم کہ نامہ چوں نویسم
بوصف اشک خود از دیدۂ تر	سخنہا چوں دُرِ مکنوں نویسم
اگر دانم کہ خواہد خواند لیلےٰ	چہ زاریہا کہ از مجنوں نویسم
درون خاطر خود جائے فرما	حدیثے کز صفت بیروں نویسم
سیاہیہا ہمہ از چشم من ریخت	مگر ایں ماجرا از خوں نویسم

۴۸۴	غزلہائے حسن بر تو چنانست کہ سوئے ساحراں افسوں نویسم	۶

چیست کہ یکبار نمی پرسیم	زیں غم و تیمار نمی پرسیم
یار ہمانست کہ پرسد زیار	چوں بکنم اے یار نمی پرسیم

مردن از اندوه تو فخر منست — گرچه تو از عار نمی پرسیم
واقعه بسیار شکیب اندکست — زاندک و بسیار نمی پرسیم
یار خبر داشتی از آه من — آه که چوں یار نمی پرسیم

(۴۸۵) خوں حسن آب شد و هم نگفت
کائے بت خونخوار نمی پرسیم (۷)

باز دل دادم و دنبالهٔ دلدار شدم — محرم کعبه بُدم محرم خمار شدم
خرقه از من بکشائید که زلف بت من — شکلے انگیخت که پابستهٔ زنار شدم
چه غمم گر خرد و صبر و دل از من ببرند — زانکه من زیں همه پیش از همه بیزار شدم
طعنها میزدمے آه گرفتاراں را — تا خود آہے که گرفت ایں که گرفتار شدم
آسمان نیز زمین کوه مرا خواند آمیں — بارے ایں مرتبه شد گرچه گرانبار شدم
دوش میکشت من غمزده را غمزهٔ یار — یار خوش می شد و من نیز بآں یار شدم

(۴۸۶) چند ازیں گونه سنخهائے حسن کردم گوش
از قبول سنخنش قابلِ اسرار شدم (۹)

ما گرچه بدیم یا نکوئیم — چه نیک چه بد ازآں اوئیم
اے خواجه بگوئے هرچه خواهی — بر ما تو مگیر هرچه گوئیم
بالاتر هر که هست بنشیں — ما خود ز فروتراں ادئیم
هرچند که نیست در جگر آب — یکقطره ز جوئے کس نجوئیم

گر غرق کنند ماں بدریا
گر دوست ز دست رفت بارے
گل آمد و بوئے یار آورد
ایں رفتن ما چو گل بپے کاش

ہم دست ازیں صفت نشوئیم
تا پائے ہمی رود بپوئیم
آں[۱] یار کجا که گل ببوئیم
تا باز چو گل رسد بروئیم

(۴۸۷)
چوں گل غمت اے حسن بصد تو[۲]
گل داند و ما که در چه توئیم[۳]
(۸)

بنمائے رخت که فال گیریم
ما ذره تو آفتاب مائی
گر دیدن خود حرام داری
مرغانِ قفس فتاده گانیم
گر حبل متین بدست ناید
چوں خوش خواہیم روز خود را

با وصل تو اتصال گیریم
از پرتو تو جمال گیریم
ما کشتن خود حلال گیریم
از فر تو پر و بال گیریم
فتراک ترا دوال گیریم
از روئے خوش تفال گیریم

(۴۸۸)
روزے که تو با حسن نشینی
آں روز ہزار سال گیریم
(۹)

اے باغ و بوستانم وے بوستانِ جانم
نه صبر ماند نه دل از دوری تو آیے
برد آں ہمه خوشیها دوران روزگارم

من جاں ببو[illegible]م گز تو دہد نشانم
در من چه صبر ماند چوں از تو دور مانم
تا عاقبت چه باشد تقدیر آسمانم

۱ تا ما ش بوئے او ببوئیم ۲ بو ۳ بوئیم

چندانکه دیده بودی پندار در سر من
از دفتر وصالت حرفے نماند وه وه
از تو چگونه پرسم آں وقت خوش که گر تو
خواهم که باز گویم احوال ناتوانی
روزے به همت دل جاں هم کنم نثارت

امروز اگر به مبنی پنداریم نه آنم
ایں غصه باکه گویم ایں قصه باکه رانم
حال دلم بپرسی من حال آں ندانم
از بیم آهِ سوزاں آں هم نمی توانم
گر فرصتے دهد دست از چرخ جاں ستانم

۴۸۹ — ۷

وقتے خوش است و خرم هاں اے حریف همدم
نظم حسن بروں کش تا ایں غزل بخوانم

هر صبح بدیں بوئے به کوئے تو در آئیم
گیرم کشاد سر گیسوت ولیکن
هر حکم که خواهی بسر ما ز قضا کن
هر گه که همی خوانی مستغرق شکریم
امروز گروهے هنر خویش نمودند
گفتی چه کنی آنکه هنر شاں همه عیب است

گر گیسوئے شبرنگ تو بوئے برباییم
سریست دراں سر بکشد گر بکشائیم
ماهم همه بر بستهٔ زنجیر قضائیم
واندم که همی رانی مشغول دعائیم
مارا هنرے نیست چگونه بنمائیم
گر عیب نه فرمائی آں طائفه مائیم

۴۹۰ — ۹

یکبار بگفتار حسن داشتهٔ گوش
ماهم یکے از حلقه بگوشاں شمائیم

مے ده که خمار دی نداریم
ترس همه مرداں ز فرداست

دورے دو سه در قنینه داریم
ماترس ز حکم دی نداریم

شاہاں ہمہ رخت خاصہ خواہند — ما قمشۂ کمینہ داریم
اے ابر مکن ہوائے ژالہ — ما خانہ ز آبگینہ داریم
واللہ کہ بباج می نیرزد — این جنس کہ در سفینہ داریم
با این ہمہ نیستی کہ دیری — از ہستی غم دفینہ داریم
اے خواجہ بمعرفت چہ نازی — این دُر نہ ازاں خزینہ داریم
گر خلوت تو درون کعبہ است — ما عرش درون سینہ داریم

۴۹۱ — ہاں اے حسن از قرابۂ خویش / مے دہ کہ خمار دی نداریم — ۶

فراق روئے تو بسیار شد چہ چارہ کنم — مگر لباس حیاتے کہ ہست پارہ کنم
شبے کہ ہمچو مہ از اوج حسن جلوہ کنی — اگر رضا دہی از دور یک نظارہ کنم
اگر وصال ترا حکم بر ستارہ کنند — من از مژہ ہمہ آفاق پر ستارہ کنم
گرفتم اینکہ بہ بندم دہاں ز نالیدن — طپیدنِ دلِ بیچارہ را چہ چارہ کنم
نمی توانم دل بر جدائی تو نہاد — مگر دلے چو دلِ تو ز سنگ خارہ کنم

۴۹۲ — نیافتہ چو حسن بار بر درت یکبار / چہ بو الفضولم کیں آرزو دو بارہ کنم — ۹

دل بہ دلبر عاقبت تسلیم کردم اے سلیم — تا بروں دادم علم از عالم امید و بیم
در کلاہِ ہمتِ درویش تا یک ترک ہست — ترک جنت خوشتر ست و ہر چہ در جنت نعیم

یافتم الحمدلله هم بکوئے عشق دوست
آنچہ درالحمد میخواندم صراط المستقیم

درگلوئے قمریاں از شوق طوقے کردہ اند
تو ہماں خط بینی وعارف نوائے یاکریم

دوش سودائے دگر میدیدم اندر سیر من[1]
گل فروشاں سیم می بردند و دل ریشاں نسیم

مایۂ من بیں کہ دست عشق تخمم می نہد
بر تراز دارالجناں بالاتر از نارالجحیم

آب خضر اندر دہن شربت چہ آری اے طبیب
آسماں زیر قدم طالع چہ بینی اے حکیم

وقت سعدی خوش کہ خوش میگفت بعد از ہرچہ گفت
وقت عذر آوردنست استغفراللہ العظیم

۴۹۳	زاں ندیمہا کہ میکردے پشیماں شد حسن آرے آخر از پشیمانی بود حرف ندیم	۷

نیم من مرد درد او ولے برخویش می پوشم
بدست خویش چشم عقل دور اندیش می پوشم

ردائے عشق بر بالائے چوں مانا کساں ناید
من ایں معنی نکو دانم ولے برخویش می پوشم

بدو گفتم چرا ہرگز نخندی در حضور من
بگفتا سلک مروارید از درویش می پوشم

بتم از نوک غمزه[2] بر دل من میزند نیشے
چو در وقتے[3] میرسم خوں می نمایم نیشش می پوشم

نپرسیدم کہ تیرت از کدامیں کیش می آید
کہ من آں تیر می بوسم ولیکن کیش می پوشم

[1] ہر سرے [2] غمزه نو [3] یارم می رسد

زہے غفلت کہ حال سینہ باخوباں نمیگویم
چہ درماں درد بدرا کز طبیباں ریش می پوشم

۴۹۴	حسن میگویم کز دشمناں پوشیدہ دارایں سر مگو از دشمناں کز دوستان خویش می پوشم	۷

کجائی اے زنفایت بقائے جان وتنم
عذاب تفرقہ دوستاں کسے داند
دگر چہ داغ فراقم نہی بریں دل ریش
اگرچہ طعنہ دشمن مرا بکشت اے دوست
زخاک من گل راحت بروں دمد تا حشر
حدیث سینہ سوزانم اے بہشتی روے

بیا کہ بیش نماند احتمال جاں بہ تنم
کہ مبتلا بود اندر چنیں بلا کہ منم
مرا کہ سوختہ روزگار خویشتنم
گماں مبر کہ بدیں طعنہا سپر فگنم
گر از رخے تو گلابے زنند بر کفنم
مپرس کاتش دوزخ بر آمد از دہنم

۴۹۵	حسن تو نام نہادے مرا بحسن وفا تو گر دگر شدی اے دوست من ہماں حسنم	۷

سر سودائے آں دارم کہ روزے ترک سر گیرم
بپائیش در فتم زیں رہ مراد خویش برگیرم
چو چشمش روزے از مستی بہ بیماری برآرم سر
چو زلفش یکشب از سودا پریشانی ز سر گیرم
چناں با عشق خو کردم دریں مدت کہ نتوانم

کہ تا من در جہاں باشم پے کارے دگر گیرم

کمر زو طرف می بندد برائے آنکہ زر دارد

من از رشک کمر روزے رہ کوہ و کمر گیرم

بت خورشید رو گر زر طمع دارد ز من تا من

ز رنگ چہرہ چوں خورشید عالم را بزر گیرم

دوائے عاشقی یا زور یا زر یا سفر باشد

مرا چوں زور و زر نبود مگر راہِ سفر گیرم

۴۹۶	حسن نظمے کہ من دارم اگر ہمچوں حسن روزے حدیث لعل اوگویم جہانے در گہر گیرم	۵

تا غمت یافتہ ام ہر نفسے شاد ترم
بندہ ہر وقت کہ آزاد شود شاد شود
ہمہ آباد نشیناں ز خرابی ترسند
چہ فرستی غم خود تا کند استاد مرا

تا کہ بندہ شدہ ست از ہمہ آزاد ترم
من بوقتے کہ ترا بندہ شوم شاد ترم
من خرابات شدم و دمبدم آباد ترم
من دریں شیوہ عجب از ہمہ استاد ترم

۴۹	اے حسن گر تو ز عشق لب شیریں تباں ہمچو فرہاد شدی من ز تو فرہاد ترم	۶

امروز من آں نیم کہ بودم
خوردم دو سہ جام آتش انگیز

کاشفتہ عشق شد وجودم
از دل بدماغ رفت دودم

در پاے حریف سر فشاندم عشق آور دم بلائے من شد حالِ بدمن بتر شد از تو	از فرق خرد کلہ ربودم تخمے کہ بکاشتم درودم اے شوخ نکوت آزمودم

۴۹۸

در بند حزن نمی فتادم
گر پند حسنؔ ہمی شنودم

۷

توانم کہ پیوستہ رو شستہ باشم غمِ دل بندست تسکین جانم صلاحیت باطن ازمن مجوئید تصرف چہ ورزم کہ نازک مزاجم عمل ناستودست خرقہ چہ پوشم حسنؔ ازملامت دلم می خراشی	ولیکن زخونے کہ از دیدہ پاشم زرِ چہرہ کافیست وجہ معاشم اگرچند ظاہر بدیں شیوہ فاشم دکاں چوں کشایم کہ کاسد قماشم دروں ناستردست سرچوں تراشم شبے درخروش آورد ایں خراشم

۴۹۹

ہمی پرسیم خاطرے جمع داری
تو خاطر براں دار تا جمع باشم

۷

توحسنؔ مطلع حسُنی من از ہوائے تو مستم
ور آفتاب بتانی من آفتاب پرستم
مرا بباغ چہ حاجت کنوں کہ روئے تو دیدم
مرا ز سرو چہ خیزد کنوں کہ با تو نشستم

من آں شکاری عشقم کہ از کمینگہ خلوت
چو چشم باز کشودم نظر بروئے تو بستم
رسید موج معشوق و ہوشش رفت ز عقلم
گذشت کوکبہ شاہ و قصر ماند بدستم
خرد ز صحبت جانم قدم بروں زد و گفتہ
تو دانی و غم جاناں من از مخاطرہ جستم
چہ پرسے از غم مجنوں ببیں کہ حالِ دگر شد
چہ پوشی آں لب میگوں ز من کہ توبہ شکستم

(۵۰۰)
حسن ز درد تو گوید کہ کارخانۂ تقویٰ
اگر خراب شد از من بہ من مگیر کہ مستم
(۵)

خلق بر امید مقصود ست من بارے نیم
ور کسے از بخت خوشنود ست من بارے نیم
ہر یک از نوزادگانِ بوالبشر بر لوحِ خاک
عاقبت بر حرف مقصود ست من بارے نیم
صبح خیزے جانِ بدروز از غمِ جاناں مدز
اکرا آں روزِ مسعود ست من بارے نیم
گر کسے ہمدست او شد تا بوسد آستینش
آں گل سوریست یا عود ست من بارے نیم

(۵۰۱)
گفتیم دوشینہ ہمزانوے یار خود بُدی
آں تو بودی یا حسن بود ست من بارے نیم
(۷)

وہ ندانم تا بداں معشوق زیبا کے رسم
دل ز دستم شد بآں دلبند رعنا کے رسم

برلب شیرینش انگشت طمع کردم دراز
دلبرم بالائے بام وصل می خواند مرا
پایۂ وصلش بلند و پائے بختم آبلہ
بارہا گفتم کنم چوں بخت آنجا مد خلے
دوستاں گویند فردا بر درش خواہی رسید

آنکہ انگشتم دراز آمد بحلوا کے رسم
نردبان عمر کوتاہ ہست بالا کے رسم
اے عفا اللہ من بداں پایہ بدیں پا کے رسم
وہم زحمت میدہد ورنہ من آنجا کے رسم
ایں چنیں دردے کہ من دارم بفردا کے رسم

۵۰۲

ہر کسے راہے کہ می پوید بمنزل میرسد
چوں حسن من نیز جہدے میکنم تا کے رسم

۷

جاناں شبکے خود را در کوئے تو جا خواہم
تو باغ ظریفانی ہم باغ ترا ہم نخل
خلقے ز در کعبہ خواہند مراد خود
گر سلسلۂ زلفت بر دور چناں بندی
ہر بار ہمے آئی شمشیر ہوا کردہ
چوں ہست بقائے من باقی بقائے تو

وز جام لب لعلت یک جرعہ دوا خواہم
در دم چو ز تو باشد پس از کہ دوا خواہم
اے کعبۂ وقت من من از کہ دوا خواہم
در پنج نماز خود دوزخ بدعا خواہم
آں کن کہ ترا باید من بندہ ہوا خواہم
پس ہم تو بماں باقی خود را چہ بقا خواہم

۵۰۳

بیچارہ حسن گوید نظمے بامید تو
نظمش چو رواں کردی امید روا خواہم

۷

امشب فلک موافق من شد زمانہ ہم
خاص از برائے صید دل ما رسید باز

چشمم ز روئے خوب تو افروخت خانہ ہم
از زلف دام کردہ واز خال دانہ ہم

از بهر ضبط مملکت حسن ساخته — از غمزه دور باش وز گیسو نشانه هم
گفتم کناره گیر بگفتا بشرط آنک — از دل کناره گیری و از جاں کرانه هم
بگرفتم آں میانِ چو نیشکرش کنار — این ذوق داشتم شکرے زاں میانه هم
هاں اے حکیم طالعِ مسعود من ببیں — عیش مدام بل طرب جاودانه هم

(۵۰۴) احسنت اے حسن غزلے خوب ساختی
زهره[1] نساز داین غزل و این ترانه هم (۶)

از دست دل بجانم واز جور یار هم — صبر از درون سینه بروں شد قرار هم
دی یار کرده بود بمن روئے و بخت نیز — امروز بخت پشت بمن داد و یار هم
یک روز نیم شاد که بودم ز روزگار — آں روز از جهاں شد و آں روزگار هم
میخواستم بروں کشم از پائے خسته خار — سوزن دریں جراحت گم گشت و خار هم
جاناں یکے دو لعل شکربار بر کشائے — کیں دیده درفشاں شد و یاقوت بار هم

(۵۰۵) در دو غمے که داشت حسن در فراق تو
کز اشتیاق مردم واز انتظار هم (۶)

چه شبست این که من از شمع شکرلب دورم — شمع جاں می ندهد نور ز جاناں دورم
گر قصورے بود از ناز خوش او فردا — ز قصورم خوشئی باشد و نے از جورم
شوخ چشما ز بتاں گوشه گرفتم یکچند — گوشهٔ چشم تو نگذاشت که مستورم
گرچه فرماں تو اینست که من نزدیکم — ورنه من از طرف خویش بغایت دورم

[1] زهره بساز داین غزلت را ترانه هم

تا پریشاں سرِ زلف تو ام مجموعم	تا خراب لب میگوں تو ام معمورم

۵۰۶	از لب تو کہ حسن تر سخن از جرعہ اوست مست شد جملہ جہاں من چہ سبب مخمورم	۵

از ناز کویت میکند ہر بار خوش می آیدم
شوخی ز غیرے ناخوشست از یار خوش می آیدم
گویند سوئے باغ کش ذوق مے و میوہ بچش
بے او بہشتم نیست خوش دیدار خوش می آیدم
زندہ ز بے صبری خجل وز بیدلی پائے بگل
نہ صبری خواہم نہ دل و لدار خوش می آیدم
آں روئے چوں خورشید و مہ محراب کردم چند گہ
اکنوں ازاں زلفِ سیہ زنار خوش می آیدم

۵۰۷	بر عشق آں ماہ ختن اقرار کردم چوں حسن انکار چوں آید ز من ایں کار خوش می آیدم	۹

دوستاں ہیچ میرسید کہ چوں شد حالم راست چوں نائے کہ نالیدن او ز دیدہ ست اے کماں کردہ ز ابروئے و کمیں کردہ ز چشم روئے تو دیدہ دگر قرعہ نخواہم انداخت	بر جوانے نظر افتاد بہ پیراں سالم من غمدیدہ ہم از دیدۂ خود می نالم من چہ صیدم کہ چنیں داشتۂ دنبالم کہ بہ بندست ہماں آیت رحمت فالم

وقتے گر بر سرایں بندہ فرومی ناری
منت سندس و استبرق فردوسم نہ
مگر از رحمت خاصم بنخرے ورنہ مرا
باغبانا نجی و راستی من منگر

پائے بگذار کہ بر چشم جہاں بیں مالم
گر ز گیسوت سلاسل بود و اغلالم
ہنرے نیست کہ آں عرض دہد دلالم
کہ بر آنساں کہ ہمی پروریم می بالم

۵۰۸

حال خود خواستمت گفت حسن چوں دیدم
حال زارِ تو بسے زار تر ست از حالم

۷

ما جگر خستگانِ مسکینیم
پاکبازان چاک دامانیم
تو ہماں بادشاہ خودکامی
با تو در کنج خانہ شادانیم
با توائے مدعی جدل نتواں
خواہ مے نوش و خواہ صومعہ شیں

جز غمت مرہمے نمی بینیم
خاک خسپاں خشت بالینیم
ما ہماں بندگانِ مسکینیم
بے تو در ہشت باغ غمگینیم
ہر چہ خواہی بگوے ما اینیم
ہر چہ دین تو ما براں دینیم

۵۰۹

چوں حسن میرویم در رہ عشق
سر نہادہ ز پائے نہ نشینیم

۷

شبے آں چشم مست و آں لبِ خونخوار را دیدم
ز گریہ چشم من تر شد پشیمانم چرا دیدم
مرا گفتند سوئے او مبیں دیدم بلا کردم

مرا گفتند گفت دل مکن کردم سزا دیدم

ثبات صبر می پنداشتم در خود غلط کردم
نشان دوستی میدیدم اندر وے خطا دیدم

سگ کویش بشست آں خوں کہ چشمم ریخت بردامن
ز مردم مردمی ناید ز سگ بارے وفا دیدم

شب اندر موج خوں بودم خیالش دستگیرم شد
بحمد اللہ دراں غرقاب روئے آشنا دیدم

ندید ایں چشم من جز در سر زلف بلا شورش
ازیں چشم بلاجوئیں ہمہ عمر ایں بلا دیدم

۵۱۰	حکیم ار پند خواہی گفت میگو ہر کرا خواہی ولیکن از حسن بگذر کہ اورا مبتلا دیدم	۷

نہ دل بدید نہ دلبر نہ زر بدست نہ زورم — رہا کنید کہ لختے چو بخت خویش بشورم
چو مرد عشق زنخدانش بودہ ام مسکین — بچہ فگند در آخر دلالت دل کورم
نخواستم کہ دگر پے روم بمجلس مستاں — کمند گیسوئے ساقی کشید و برد بزورم
بزلف چوں حبش او ہزار چیں چو بدیدم — گہ از حبش گہے از چیں رسید غارت غورم
پری رخا تو سلیماں دستگاہ مرادی — بزیر پائے رعونت فرو ممال چو مورم
ز زلف خویش نسیمے بمن رساں کہ مردن — کہ آں فرشتۂ رحمت ببست مونس گورم

حسن چہ گفت کہ اے سر بجیب ناز کشیدہ

۵۱۱	بدامن کرم خود مرا بپوش که عورم	۷

ساقی گل و مل بیار باہم
باشد که کنی دلے فراہم

خرقہ فگنم که راست ناید
ایں جامہ و جام بادہ باہم

ایں بادہ اگر صبوحیاں را ست
دردہ که شبانہ ایم ماہم

مے دردہ و باز جائے خود شو
ما تہمیم و مبتلا ہم

گفتی که بکعبہ رو دعا کن
خود کعبہ ما توئی دعا ہم

خم خانہ بخاص و عام دادی
آخر قدحے بدیں گدا ہم

۵۱۲	ہر گہ که قدح دہی حسن را یک جرعہ کرم کنی مرا ہم	۷

بود گہے که سر گیسوئے تو باز کنم
برائے وصل تو از وے شبے دراز کنم

ہمہ حدیث بہشت است و آیت رحمت
بفال روئے تو ہر مصحفے که باز کنم

بموضعے که مرا قبلہ مشتبہ گردد
بجانب که توئی آں طرف نماز کنم

نماز کز جہت خود کنم ہمہ ہیچست
دعائے تست کہ آں از سر نیاز کنم

اگر ندیم کنندم بصحبت محمود
حکایتے که کنم اول از ایاز کنم

مسافرے که بر و گردے از درت نبود
اگر ز کعبہ رسید ست در فراز کنم

۵۱۳	کنوں که در صف عشقت علم شدم چو حسن رواست گز ہمہ عالم اختراز کنم	۷